۳۹۵ ۳۹۶

بحث اولی الامر بحث اصول دین

دافع وہم ۳۹۷

یہ کتاب مذہب شیعہ کی ہے

۷۸۶

واللہ المستعان

سید سجاد حسین مولف رسالہ سجادیہ وغیرہ نے

یہ رسالہ جس کا نام

بحث اولی الامر ہے

لکھکر شائع کیا

حق تالیف محفوظ ہے

مطبوعہ یادگار فیض پریس نگینہ

بار اول ۵۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۳ر

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

امابعد حقیر پر تقصیر سید سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم متوطن بہٹرہ سادات واقعہ سادات بارہہ ضلع مظفرنگر اپنے براوران ایمانی کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ مولوی محمد قاسم پیرزادہ ساکن بملہٹرہ ضلع مذکور الصدر نے جو رسالہ بجواب رسالہ سجادیہ مولفہ حقیر لکہا ہے اوسمین تحریر فرمایا ہے۔

(کہ جناب سیدہ و حضرت امیر علیہ السلام نے جو دعوی فدک روبروے شیخین کیا تہا اس سے ثابت ہوا کہ اونہون نے اونکو حاکم جائز اور امام واجب الاطاعت سمجہکر دعوی کیا تھا۔ اگر حکام نیک سے اون دونون کو نہ جانتے تو کبہی اون کے محکمہ مین مدعیانہ حیثیت سے نہ جاتے کیونکہ حاکم جابر و غیر شرع سے رفع تنازعہ کرانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور اگر شیعہ اسی بات پر مصر رہین گے کہ شیخین غاصب اور فرمانروائے

ناجائز تھے تو اونکو ماننا پڑے گا کہ اہلبیت نے جنکو وہ معصوم جانتے ہین خلفاء کی کچہری مین مقدمہ دایر کرنے سے فعل حرام کا ارتکاب کیا ۔)

چونکہ جناب سیدہ نے بعہد خلیفۂ اول اور حضرت امیرؑ نے بزمانۂ دوم و سیوم مقدمہ فدک برپا کیا تھا ۔ لہذا حسب تحریر مخاطب ذیشان یہہ ہی دو احتمال پیدا ہو سکتے ہین جنکو اونہون نے حوالۂ قلم فرمایا ہے اور ہر دو توجیہہ قطعاً برہم زنِ مذہب شیعہ ۔ لہذا اوس کی حقیقت ظاہر کیجاتی ہے تاکہ اصلیت معاملہ واضح ہوجاوے ۔ نام اس رسالہ کا حقیر نے **بحث اولی الامر** تجویز کیا خدا سے امید ہے کہ انشاءاللہ مومنین فایدہ اوٹھائینگے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

شروع جواب

ارباب بصیرت پر واضح ہو وے کہ حضرات اہلسنت بنظر مردم فریبی عوام شیعہ کو دہوکہ دیا کرتے ہین کہ اگر خلفاء ثلاثہ حاکم عادل نہ تھے اور بقول شیعہ سلاطین جابر و اصل ظلم و فسق کی جماعت مین معدود تھے تو حضرت امیرؑ نے اون کے اجلاس مین کیون استغاثہ کیا اور اموال غنایم سے کس لئے تمتع پایا اسی بناء پر حضرات فرمایا کرتے ہین کہ اگر اون کے جہاد ناجائز تہے تو جناب شاہ زنان حضرت شہربانو کو جن کی نسل سے بنیاد سیادت قایم ہوئی حضرت علی نے خلیفہ

دوم سے کیون لیا یہہ دونو ستد دو حال سے خالی نہین یا وہ یعنے خلفا حاکم عادل تھے یا آیہ اہلبیت نے اموال ناجائز حاصل کرنیکا ارتکاب کیا بہر دو صورت شیعہ کو ضرور ہے - لہذا مین بنظر تسکین ناظرین یا تمکین ان معاملات کو بہ تفصیل عرض کرتا ہون -

معاملہ اول - یہہ کہ عدالت ثلاثہ مین حضرت سیدہ نے مقدمہ فدک کیون دایر کیا -

معاملہ دوم - خلفا اولی الامر تھے -

معاملہ سیوم شیخین نے جو جہاد کیئے اون سے حضرت امیر نے کیون فائدہ اوٹھایا اور حضرت شہربانو کو جن سے سادات حسینی کی نسل دنیا مین قائم ہوئی خلیفہ دوم سے کیسلیئے لیا ہر سہ معاملات کی حالت بصراحت عرض کیجاتی ہے -

معاملہ اوّل عدالت ثلاثہ مین دعوی

واضح رائے ارباب دانش ہو کہ منجانب آیہ اہلبیت خلفاء جور کی عدالت مین کوئی دعوی دائر نہین ہوا - قانون شریعت مین دعوی اُسکو کہتے ہین کہ زید بکر پر عمر حاکم کے اجلاس مین استغاثہ پیش کرکے دادرسی چاہے -

سیدہ کا قضیہ یہہ صورت نہ رکہتا تھا اونہون نے کسی شخص کو مدعا علیہ

بتاکر خلیفہ ابوبکر سے رفع نزاع کی درخواست نہ کی تہی بلکہ خود حضرت ابوبکر
سے کہا تھا کہ آپ نے جو بیجا مداخلت کرکے فدک کو زیر قبضہ
کرلیا ہے اوس سے اپنا تعلق نہ رکہئے بلکہ مثل شہد و آبلہ قدیم
میرے زیر تصرف رہنے دیجئے کسی غاصب سے اپنی مغصوبہ
چیز کے واپس لینے مین کوشش کرنا نہ انفصال قضایا کی صفت مین
آسکتا ہے اور نہ ایسی خواستگاری عقلاً و شرعاً مذموم و معیوب ہے
ہان اگر سوائے ابوبکر کوئی دوسرا شخص سیدہ کے قبضہ مین دست انداز
ہوتا اور جناب فاطمہ بمقابلہ اوس کے ابوبکر کے حضور مین دادخواہ ہوتین
تو کہا جاسکتا تھا کہ اہلبیتؑ نے حکام ظلم شعار کو حاکم قرار دیکر فیصلہ
چاہا یہان قضیہ منعکس ہے مخاطب اور اون کے ہم خیالون کو آنکھ
کہولنا چاہئیے۔

معاملہ دوم متعلق باولی الامر

خدائے پاک اپنے کلام مقدس مین ارشاد فرماتا ہے اطیعو
اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم یعنے اطاعت کرو
خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور صاحبان حکم کی جو تم مین سے
ہون اس ایۂ مبارکہ مین خدا نے لفظ اطیعو کو دو جگہ ارشاد فرمایا ہے۔
تکرار کلام کی بظاہر یہہ وجہہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا اور رسول و صاحبان
حکم کی اطاعت ایک درجہ مین نہین ہے اللہ کی اطاعت عبادت و

پابندی احکام شریعت ہے اسمین نبی و اولی الامر و جملہ عباد داخل ہین رسول و اولی الامر کی اطاعت یہہ ہے کہ جو طریقہ عبادات خدا نے بتلائین خلائق اون کی پابندی کرے رسول و اولی الامر کی متابعت مین کوئی فرق نہین کیا گیا۔ ایک درجہ مین بیان کی گئی ہین۔

آیت مین جن تین احکام کی خبر دیگئی ہے اون مین سے خدا و رسول و حاکمون کی نسبت اہل اسلام مین اختلاف نہین۔ البتہ درباب اولی الامر ایسا نزاع پیدا ہوا کہ جسنے اسلامی طاقت کو ضعیف و ناتوان کر کے بحدے کمزور کر دیا کہ ایک جسم مین مختلف اقسام کے بہتر عارضہ پیدا ہو گئے اسی اختلاف نے مسلمانون کی ایک بڑی جماعت کو جہنم کے وسیع جنگل کی سیر کرائی اسی نے سلطان سے رعایا بنایا اسی نے قومی ہمدردی کو خاک مین ملایا۔ اسی نے شرکت اسلام کو گہٹا کر کوہ سے پر کاہ کیا۔ اسی نے مسلمانون کو نشانہ ہر ملت بنایا اسی نے قدیم رشتہ داریون کی بنیاد قطع کر کے ایک دوسرے کو دشمن کیا اسی کم بخت روسیاہ اختلاف نے بعض صحیح النسب خاندانکو ازازل سے پیوند دلایا۔ غرضکہ اسوقت تک اسلام کو جو کچھ دینی و دنیاوی ضرر پہونچا اور قیامت تک پہونچے گا اون سب مضرات کا اصل اصول مسئلہ اولی الامر کا اختلاف ہے یہہ بات اگر اصل اسلام مین صاف ہو جائے تو پھر نہ کوئی مسلمان جہنمی ہو اور نہ مسلمانون کیطرف کسیکو آنکھ اوٹھانے کا موقعہ ملے۔ مگر افسوس ہے کہ اکثر حضرات اس

اہم مسئلہ اور فیصلہ آخرت کے قضیہ کو امر فضول و لاطایل سمجھکر کبھی نظر
ڈالتے - بلکہ جو لوگ اسطرف توجہ مبذول فرماتے ہین اونکو بنظر
حقارت دیکھکر قہقہہ اوڑاتے ہین اونہون نے اونکے مقدمات و مبادی
مین اسقدر غور و خوض کرتے ہین کہ شدت تفکرات سے دماغ کمزور
ہوجاتا ہے قانونی کتب و سلسلہ نظایر کی ورق گردانی سے انگلیان
دکھہ جاتی ہین رطوبت زبان جو کہ اوراق کے اولٹ پلٹ مین سر انگشت پر
لگائی جاتی ہے خشک ہوکر زبان کو چمرا بنا دیتی ہے - مسلمانون کے
دو بھاری گروہ شیعہ و سنی نے جو اس مسئلہ کی تحقیقات مین قوت
دماغی سے کام لیا ہے اوسکو اہل نظر کے سامنے پیش کرتا ہون
جس کی تحقیق عقل سلیم مان لیوے اوسیکو اپنا رہبر و ہادی صراط
مستقیم سمجھکر گام فرسائے مسلک صحیح ہوجائین +

تحقیقات اہلسنت درباب اولی الامر

حضرات اہلسنت اولی الامر اوسکو جانتے ہین کہ جو شخص اہل
اسلام سے فرمان روا ہو خواہ وہ فاسق ہو یا ابرار صالح ہو یا بدکار زمانہ
خلفاء سے اسوقت تک جسقدر سلاطین اسلام گذرے ہین اور تا
قیامت مسندآرائے حکومت ہون گے سب زمرہ اولی الامر مین
داخل ہین - +

تحقیقات شیعہ درباب اولی الامر

حضرات شیعہ اولی الامر اوسکو کہتے ہین جسکو خدائے پاک نے اپنے کلام مقدس مین واضح کرکے ہمکو سمجھا دیا اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت صاف وصریح طور پر تبلا دیا اور بعض متبحرین علمائے اہلسنت نے بھی غایت انصاف سے اوسکا نشان دیدیا لہذا ہم سہ مقامات اہل نظر کو دکھائے جاتے ہین ÷

مقام اوّل

خدانے اولی الامر کی کیا شناخت تبلائی

چونکہ اطیعوا الرسول واولی الامر منکم مین ایک لفظ اطیعو سے رسول واولی الامر کو رشتہ بند کیا گیا ہے۔ لہذا بلا تکلف وتاویل سمجھا جاتا ہے کہ دونون ایک درجہ ایک صفت مین داخل ہین اگر رسول واولی الامر مین کوئی فرق ہوتا تو بعد ذکر رسول اطیعو سے اولی الامر کو جدا کیا جاتا جیسا کہ اپنے ذات مقدس پر لفظ موصوف وارد کرکے رسول واولی الامر سے الگ کرکے دکھا دیا یا بہ عنوان تین جگہہ اطیعو بیان کیا جاتا۔ مگر جب کہ خدانے اپنی اطاعت کو مستثنے فرماکر رسول واولی الامر کو ایک لفظ سے یاد فرمایا پس سمجھا گیا کہ وہ دونون اطاعت مین اتحاد درجہ رکھتے ہین باتفاق امت نبی صلعم معصوم ہین۔ اور خلفاء ثلاثہ ودیگر سلاطین اسلام غیر معصوم بلکہ فاسق ترین امت۔ اندرینصورت یہ کب ممکن ہوسکتا ہے کہ خدائے پاک

معصوم و غیر معصوم کی اطاعت پر جدا نمبر نہ ڈالے اور سب کی فرمانبرداریکا
ایک نوع سے حکم دے رسول و اولی الامر اطیعوا کی شترکہ ہونے
نے شیعہ کو اسی بات کی تعلیم دی کہ دونون کے حکم کو ایک
طرحکا سمجھکر اولی الامر کو ویسا ہی معصوم اعتقاد کرین جیسا کہ رسول پاک کو
کئے ہوئے ہین۔ سو الحمد اللہ حضرات شیعہ دوازدہ امام کو اولی الامر و
معصوم اعتقاد کرکے اپنا ہادی و پیشوا جانتے ہین حضرات اہلسنت
نے اولی الامر کی کوئی حد قایم نہین فرمائی قیامت تک ہر بادشاہ اسلام کو
اولی الامر اعتقاد فرمایا ہے نہ معلوم نبی معصوم و طائفہ غیر معصوم پر
ایک نمبر شمار کس دلیل سے ڈالا ہے۔

مقام دوم

رسول پاک نے اولی الامر کی کیا علامت بتلائی

تمام اہل اسلام کو اس کا اقرار ہے کہ رسول اکرم نے
بحکم حدیث ثقلین اپنا قایم مقام قرآن و عترت کو کیا ہے پس
بعد اپنے جسکے حوالہ آنحضرت نے اُمّت کو کیا وہ ہی اولی الامر
ہین اون کی اطاعت عین متابعت رسول ہے ✢

مقام سوم

علمائے معتمدین اہلسنت نے اولی الامر کا کیا پتہ دیا ہے

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی علمائے اہلسنت مین ایسی عالیقدر گذرے ہین کہ جنکے اعتماد پر شبہہ کرنا اہلسنت کے نزدیک یقینی حرام ہے وہ تحفہ کے باب چہارم مین بہ صفحہ (۱۳۹) رقمطراز ہین (کہ باتفاق شیعہ و سنی ثابت است کہ پیغمبر فرمود) (انی تارک فیکم الثقلین الی اخرہ (یعنے من درمیان شما دو چیز بزرگ میگذارم قرآن و اہلبیت ازین معلوم شد کہ پیغمبر ما را حوالہ باین دو چیز عظیم القدر فرمود پس مذہبیکہ مخالف این ہر دو باشد شرعاً و عقلاً باطل است)
عزیز دہلوی نے بھی حدیث ثقلین کو اوسی معنی پر تعبیر فرمایا جیسا کہ رسول پاک نے ارشاد فرمایا تھا اہل ایمان دیکھہ لیوین کہ شرعاً وعقلاً جن کی مخالفت منجر بہ بطلان مذہب ہو وہ سوائے معصوم اولی الامر کے جن کے حوالہ امت کو آنحضرت نے فرمایا تھا خلفاء ثلاثہ و دیگر فرمارو ایان اسلام بھی ہو سکتے ہین یا نہین مین یقین کرتا ہون کہ اس بحث کو دیکھکر جناب مخاطب و دیگر صاحبان انصاف ضرور سمجھہ جائینگے کہ یہ انکار امارت اہلبیت ثلاثہ و شاہان اسلام کے اولی الامر سمجھنے مین وہ کچھہ بہت سیدہے راستہ پر نہین ہین اور بیجا طور پر یہہ اصرار فرما رہے ہین کہ غیر معصوم و اہل فسق و فجور کے حکم کی تعمیل عین اطاعت رسول ہے اگر ایسا ہوتا تو آیہ واقی ہدایہ لاینال عہدی الظالمین یعنے امامت

ظالم کو نہیں پہونچ سکتے - قرآن میں نازل نہ ہوتی - اسمین ہرگز کوی
شک نہیں ہوسکتا کہ ایمہ اثنے عشر اولی الامر تھے خود علماے
اہلسنت نے نام بہ نام صراحت کردی ہے - چنانچہ جمال الدین
محدث دہلوی نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب آیہ مبارکہ اطیعوا اللہ
الی اخرہ نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یا حضرت خدا اور رسول کو
تو ہم جانتے ہیں - مگر یہہ اولی الامر کون بزرگوار ہیں جن کی اطاعت کا حکم
متصل حضور کی اطاعت کے بیان کیا گیا ہے حضرت نے بجواب
صحابہ بارہ اماموں کے نام گنوا کر بتلا دیا - عبارت یہہ ہے

از جابر ابن عبداللہ روایت است قال لما نزلت اطیعوا اللہ
واطیعوا الرسول واولی الامر منکم - فقلت یا رسول اللہ
عن اولی الامر الذی امرنا باتبعہ فقال رسول اللہ
خلفای عن بعدی ما هروی عن الهدی اولهم علی
ابن طالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی ابن الحسین
ثم محمد بن علی المعروف فی تورٰۃ بالباقر وستد
رکہہ یا جابر فاذا لعیتہ فاقراہ منی السلام ثم
الصادق جعفر بن محمد ثم موسی بن جعفر ثم علی
ابن موسی ثم محمد بن علی ثم علی بن محمد ثم الحسن
بن علی ثم سمی وکنیتی حجۃ اللہ فی ارضہ وبقیتہ
فی جلاوہ محمد بن الحسن بن علی ذلک الذی یفتح اللہ

عزّوجل علی ھدیہ مشارق الارض ومغاربھا واثبتہ اللہ بعینہ من شیعتہ واولیائہ لاثبت فیہ علی القول یا امنتہ الذین امتحن اللہ علی الایمان قال جابر فقلت یا رسول اللہ فھل الشیعہ انتفاع منی غیبتہ فقال علیہ السلام والذی بعثنی بالنبوۃ انھم یبصرون بنورہ وینتفعون بولایتہ کانتفاع الناس بالشمس ط

مین امید کرتا ہون کہ بعد معائنہ روایت بالا اب کسی صاحب کو اولی الامر کے تپہنردینے مین وہم وارتیاب باقی نہ رہیگا - چونکہ معاملہ اولی الامر کا اختلاف اصل نزاع اہل اسلام ہے - بنا بران حقیر صحاح اہلسنت سے بہے - اِسکے شواہد پیش کرتا ہے - تاکہ وہ بایقین سمجہہ لیوین کہ اولی الامر سوائے بارہ بزرگوار کے اور کوئی نہین ہو سکتا جن کتب مین آیہ دوازدہ گانہ کی بشارت ہے اون کے نام معہ عبارات لکہے دیتا ہون بعد ختم عبارت عربی اُردو مین خلاصہ مطلب لکہا جائیگا +

صحیح بخاری بروایت جابر بن سمرہ قال سمعت رسول اللہ علیہ وسلم قال یکون بعدی اثنے عشر امرا کلھم من قریش ط

ایضاً

بخاری بروایت ابن عیینہ - قال قال رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لایزال امر الناس ماضیاً ما ولیتھم

اثنی عشر رجلاً ثم تکلم صلے اللہ علیہ وسلم
بکلمتہ خفیت علی قالت ابی ماذا قال رسول اللہ
فقال کلہم من قریش ط

صحیح مسلم جلد ہم ۔ قال ان النبیؐ ان ھذا الامر لا
ینقضی حتے یمضی فیھم اثنی عشر خلیفہ فقال
ثم تکلم بکلام خفی علی فقلت ماذا قال فقال کلہم
من قریش ط

ایضاً

صحیح مسلم بروایتِ سماک بن حرب ۔ برفعہ الی النبی قال
لاینال امرالاسلام عزیزاً الی اثنی عشر خلیفہ ثم قال
کلمتہ لہ یصمنا الراوی قال عنا من سمع الحدیث
من النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم قال کلہم
من قریش ط

ایضاً

صحیح مسلم ۔ بروایت شعبی وسعد وقاص وعامر بن سعد ۔ قال
لایزال الاسلام عزیزاً الی اثنی عشر خلیفہ کلہم
من قریش ط

ایضاً

صحیح ابن داود جلد ہشتم ۔ عن النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم

قال لایزال الدین ظاهراً حتی یقوم الساعۃ ویکون علیکم اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش ط

اسیطرح حمیدی نے جمع بین الصحیحین مین چند راویون سے جن کا نام عبدالملک - شعبہ - ابن عتبہ - عامر - سماک بن حرب - عدی بن حاتم - عامر بن الشعبی - عمر بن عبدالرحمن ہی نقل کیا ہے - تمام روایات کا خلاصہ مطلب یہہ ہے - کہ آنحضرت نے فرمایا بعد میرے بارہ[۱۲] امیر یا خلیفہ قوم قریش سے ہون گے جب تک کہ وہ پورے نہ ہولین گے اسلام دنیا سے نہ جائیگا -

ان روایات مین جو کہ صحاح ستہ کی بعض مجلدات اور خصوصاً صحیحین سے نقل ہوئی ہین کسی خلیفہ کا نام نہین بتایا گیا مگر ہان یہہ اشارہ جو کہ ابلغ عن التصریح ہے ضرور کیا گیا ہے کہ جب تک وہ بارہ خلفار نہ ہون گے دین خدا تمام نہ ہوگا - چونکہ حضرات اہلسنت اولی الامر ہر حکم کرنے والے یعنی مالک زمین کو بتلاتے ہین اور کوئی تعداد بارہ[۱۲] یا بارہ ہزار کی قایم نہین فرماتے - لہذا مناسب سمجھا گیا کہ اونہین کی معتبر کتابون سے دکھلا دیا جائے - کہ وہ بارہ کون بزرگوار تھے - جنکو آنحضرت نے اپنا خلیفہ وجانشین واولی الامر فرمایا ہے -

جمال الدین محدث اہلسنت کا بیان پہلے پیش کیا گیا ہے جسمین اولی الامر کی تصریح اسم باسم ہے اب دیگر کتب سے ثبوت دینا

مناسب سمجھتا ہون۔ واضح رائے ارباب دانش ہو کہ ایک آیت دوسری آیت اور ایک حدیث دوسری حدیث کی مفسر ہوتی ہے۔ اگر احادیث مصرحہ بالا مین خلفاء کا نام نہین لیا گیا تو دیگر مقامات پر ذکر کیا گیا ہی جس سے بلا وہم و خدشہ ثابت ہوتا ہے کہ اولی الامر وہ بارہ امام ہین جو کہ خاندان رسول مقبول سے مشہور و معروف ہین۔ جامع الاصول مین لکھا ہے۔

المہدی من ولد فاطمہ وما الخلافتہ الا فیھم۔

یعنے جناب امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام اولاد جناب فاطمہ سے ہین اور نہین ہے خلافت نبوی مگر ذریت سیدہ مین۔ سید علی ہمدانی جنکی توصیف شاہ ولی اللہ وغیرہا نے اپنی اپنی تالیفات مین بیش از بیش کر کے مذہب اہلسنت کا اونکو قطب الاقطاب بیان کیا ہے۔

کتاب مودۃ القربیٰ مین لکھتے ہین کہ آنحضرت نے فرمایا۔ انا سید النبیین و علے سید الوصیین والاوصیاء من بعدی اثنی عشر اولھم علے واخرھم المہدی۔ یعنے آنحضرت نے فرمایا کہ ہم سردار انبیاء ہین اور علے سردار اوصیاء ہمارے بعد بارہ ہمارے وصی ہون گے جن کے پہلے علی اور آخر مہدی ہین۔ اسی کتاب تذکرہ صدر مین دو ایک موقع پر اس کے متعلق اور روایات بہی بیان کی ہین چنانچہ فرماتے ہین عن سلمان دخلت علے النبی ؐ ھذا الحسین

علی مخذہ وھو یقبل عینیہ ویقبل فاہ ویقول انت سید ابن سید وانت حجتہ ابن الحجۃ ابو حجج تسعۃ تاسعھم قائمھم ٭ سلیمان کہتے ہین کہ ایک روز مین نبی کی خدمت مین حاضر ہوا دیکھا کہ آنحضرت جناب امام حسین علیہ السّلام کو پیار فرما کر چشم و رخسار پر بوسہ دیتے جاتے ہین اور فرماتے ہین کہ تو سردار ابن سردار او حجت ابن حجتِ خدا ہے اور نو حجتِ جناب احدیت کا باپ ہے جنکا نوان مہدیٔ آخرالزمان ہے

چونکہ اکثر روایات مذکورۃ الصدر مین بارہ خلفاء کیلئے کلہم من قریش وارد ہوا ہے سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ مین اوسکو خاص کردیا ہے لکھتے ہین کہ آنحضرت نے فرمایا بعدی اثنیٰ عشر خلیفہ من بنی ھاشم یعنے میرے بعد جو ۱۲ بارہ خلفاء ہون گے وہ آل ہاشم سے ہون گے ان سب روایتون سے بالاتر ایک اور روایت ہی جسکو صاحبِ مودۃ القربےٰ نے نقل کیا ہے اور وہ یہہ ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم من احب ترکب سفینۃ النجات وتمسک عروۃ الوثقےٰ ویعتصم بحبل اللہ المتین فلیوال علیًا ولنعاد عاداہ ثم بالائمتہ من ولدہ فانھم خلفائی واوصیائی وحجج اللہ علے خلقہ حزبھم حزب اللہ فضرب اعدائھم حزب الشیطان خلاصۂ کلام سرور انبیاء ارشاد فرماتے ہین کہ اگر میری امت کے

لوگ کشتی نجات پر سوار ہونا اور بحکم قرآن واعتصموا بحبل اللہ رسہ
مضبوط پکڑنا چاہیں تو علی کی محبت اور اون کے دشمنون سے عداوت
یعنے بیزاری اختیار کرین اور یہہ ہے علی و دیگر آئمہ سے جو کہ اولاد علی ہیں
اختیار کرین اس لئے کہ وہی میرے خلفاء و اوصیاء ہین اون کا
لشکر خدا کا لشکر ہے اور اون کے دشمنون کی جماعت شیطانی گروہ ہے
امام احمد بن حنبل جو اپنی مسند مین لکھتے ہین اوسے بھی دیکھئے
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم النجوم امان
لاھل السماء فاذا ذھب وا ھل بیتی امان
لاھل الارض فاذا ذھب اھل بیتی ذھب اھل الارض
سرور کائنات نے فرمایا نجوم یعنے آفتاب و ماہتاب و دیگر ثوابت
و سیارہ اہل آسمان کیلئے امان ہین جبکہ ستارہ زایل ہو جائینگے
اہل سماء کا بھی پتہ نہ رہیگا۔ اور ہمارے اہل بیت سکنائے ارضی
کیلئے دامن امن ہین جب یہ نہون گے اہل زمین سے کوئی باقی
نہ رہیگا سو بعنایت الٰہی جناب صاحب الامر علیہ السلام اہل زمانہ
کیلئے خدا کی امان موجود ہین جب تلک کہ اون کا وجود ذی جود ہے
دنیا قایم ہے بعد حضرت اہل زمین اسیطرح نابود ہو جائینگے جبکہ
ثوابت و سیارہ کے زایل ہونے سے آسمان کا نشان بھی باقی نہ رہیگا
اسجگہہ مرد عاقل و عاقبت بین کو غور فرمانا چاہیئے کہ اسوقت کوئی
بزرگ اہلبیت نبوی سے دنیا مین ضرور زندہ موجود ہے جس کیوجہ سے

نظام عالم برقرار ہے ۔ اہل اسلام جب کسی ایسے حی القایم وجود کی
جو کہ باعث بقاء عالم ہے تلاش فرمائین گے تو سوائے امام
آخر کے کسی دوسرے کو نپائین گے حقیر ناظرین حق آگاہ کو یہہ بھی
دکھانا چاہتا ہے کہ توریت وانجیل مقدسہ و وید ہنود مین بھی بارہ
اماموں کا حال درج ہے اور علماء اہلسنت نے عبارات کتب
موصوفہ بالا معتبرہ دوازدہ کا یہہ ہی مطلب بیان فرمایا ہے کہ اس
مضمون کا تعلق ذریت آل محمد سے ہے چنانچہ ہر کتب محرّرہ بالا
کی عبارت نقل کیجاتی ہے ۔۔

عبارت توریت ترجمہ عربی

قال اللہ تعالی وفی اسماعیل انا بارکتہ واثمرۃ و
کثرۃ عظما عظیماء اثنے عشر عظیم یولد ون
منہ واعطیتہ لتعدّ م عظیم ط توریت مقدس مین جب
مضمون بالا جناب ابراہیم علیہ السلام کو دربارہ حضرت اسمعیل بشارت
دیگئی ہے کہ اونکو خیر و برکت دیجائے گی اور بارہ بزرگوار اون کی
نسل مین عظیم المرتبہ و جلیل الشان قرار دئے جائین گے ۔ بعنایت
الہی حضرت اسمعیل کی اولاد مین یہہ ہی بارہ امام ہین ۔ جن پر تمام شیعہ
اور اکثر علماء اہلسنت نے اتفاق کیا ہے ۔ بعض علماء کے اقوال
بذیل حدیث اثنی عشر خلیفۃ اوپر نقل کئے گئے ۔ اور بعض کا بیان

اب حوالہ قلم کیا جاتا ہے - امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر مین لکھتے ہین کہ یہہ بشارت اولادِ سید الکونین سے جوکہ دوازدہ امام مین علاقہ رکھتے ہین - اسیطرح سدی مفسّر لکھتے ہین کہ اولاد جناب اسمعیل مین نبی صلعم کی پیدایش کا ذکر کیا گیا ہے اور اون کی ذریت طاہرہ مین بارہ بزرگوارون کی خبر دیگئی ہے - عبارت سدی کا یہہ فقرہ دیکھہ لو -

وجاعل لهم نبيًّا عظيمًا ومظهره على الاديان جاعل من ذريته اثنى عشر عظيمًا وجاعل ذريتهم عدد نجوم السماء ء خدائے پاک فرماتا ہے کہ نسل اسماعیل علیہ السلام سے ہم ایسا نبی قایم کرینگے جوکہ تمام ادیان پر غالب ہوگا اور اوس نبی کی ذریت سے بارہ ۱۲ شخص صاحبِ عزت وجاہ ظاہر کرینگے اور اونکی نسل ایسی ترقی پائے گی کہ مثل ستارہ ہائے آسمان تعداد مین ہو جائینگے یہان اصل عقل کو طبیعت پر زور دیکر غور کرنا چاہیئے کہ یہہ کیسی سچی پیشین گوئی ہے جوکہ مشاہدہ مین آرہی ہے - سادات کا سلسلہ شخص واحد جناب سید الساجدین علیہ السلام سے اور بنی امیہ و عباسیہ نے صدہا برس متواتر اس قوم کی بربادی و بیخ کنی مین جو کوشش بلیغ کی وہ تاریخ دان لوگو پر ظاہر ہے - مگر باوجود اسکے یہہ کہ کوئی مقام ایسا نہین ہے جو سادات سے معمور نظر نآتا ہو دنیا مین کوئی قوم سوائے سادات کے ایسی نظیر نہ دیکھا سکیگی

جس کے مٹانے مین سلاطین بنی امیہ نے یکے بعد دیگرے فرض مذہبی سمجھکر کوشش بلیغ کی ہو اور پہر اوسنے ہم عدد نجوم ترقی حاصل کرکے عدیم التغیر ہونیکا مرتبہ پایا ہو یہہ برکت آنحضرت کی او ر تاثیر خدائے کریم کے سچے وعدہ کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے مٹانے والون کا نام صفحۂ دنیا سے جاتا رہا اور یہہ بفضلہٖ یوماً فیوماً روبہ ترقی ہین دنیا مین نہ کوی یزیدی ہے اور نہ مروانی - صرف بنی فاطمہ امیر رحمت کی چادر بنی ہوی اطرافِ عالم پر سایہ فگن ہین ؂

مضمون انجیل مقدس

مکاشفات یوحنا مین بہشت کی کیفیت جو درج ہے اوسمین یہہ الفاظ آئے ہین -

(در وسط آن نہرے ظاہر از آب حیات مرا نبود کہ روشن بود مثل بلور واز کرسی خدا وحمل بیرون آمدہ بود و بر روشہائے آن و بر ہر طرف از دو جانب نہر درخت زندگانی است کہ در ہر ماہ دوازدہ ثمر بہم میرساند و برگہائے درخت شفا امت است)

اس مضمون انجیل سے ایک عالم حنفی المذہب نے جنکا نام نامی ساباطی ہے رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر اپنی تفسیر مین باین عنوان استدلال کیا ہے -

(کہ مراد از نہر شریعت محمدی است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وکرسی خدا و حمل آسمان است و حمل لقب عیسی علیہ السلام نیز است ودرخست محمد است صلی اللہ علیہ وسلم وثمرہائے دوازدہ گانہ امیرالمومنین است ویازدہ فرزندانِ اویند وبرگ درختان سادات بنی فاطمہ و مولیان اند ۞

مضمونِ بالا سے آئمہ اثنےٰ عشر کی یہہ بہے تصدیق ہوتی ہے کہ وہ جملہ بزرگوار اولاد سید اخیار سے ایسے باوقار ہین کہ جنکا ذکر بذیل تذکرہ رسول مقبول آسمانی کتابون مین کیا گیا ہے ۔

اتہرپن وید حضرات ہنود

جناب مولوی عبدالعزیز صاحب لکہنوی سنی المذہب نے ایک کتاب مسمےٰ بہ بشارتِ احمدیہ تصنیف کر کے مطبع یوسفی دہلی مین چہپوائی ہے اوس کتاب مین کتب آسمانی و دیگر کتابہائے قدیم مثل وید ہنود وغیرہا سے انحضرت کی نبوت ثابت کیگئی ہے ۔ اوسمین اتہرپن وید سے صفحہ (۹۴) پر یہہ مضمون نقل ہوا ہے کہ مہادیو صاحب نے کہ اپنی بی بی پاربتی سے آیندہ زمانہ کی خبر دیکر ارشاد فرمایا کہ کل جگ مین خدا ایک ایسا نبی اوتار پیدا کرے گا جو جاہلانہ رسومات کو اوٹھا کر بری رسمون کا قلع قمع کر کے نیک راہ پر لوگون کو چلائے گا ۔ تمام متاع دنیا مین خدا اوسکو ایک ایسی بیبی عطا کریگا جو عوراتِ اولین وآخرین پر ہر شرف مین

سبقت لیجائیگی - اوسی لڑکی کے اولاد سے اوس اوتار کا نام چلیگا
وہی اوسکے معاملہ کی حامی و مددگار ہونگے - اونہین کے ذریعہ
سے خدا کے سچے حکم خلقت تک پہونچین گے - مگر اوس اوتار
کے سیوک جو کہ محض زبانی اوس کے راستہ پر چلنے کا دعوی کرینگے
اوسکے نواسون کو قتل کر کے صفحہ ہستی سے مٹاوین گے - مگر خدا
اونکی نسل مین ایسی برکت دیگا کہ باوسعت سمجھا ئینگے اون کے نام
روشن ہوجائینگے جو لوگ کہ اپنے گروکے خاندان سے ایسی
بدعملی کرینگے وہ ملیچھ کہلائینگے -

مہادیو صاحب کی خبر بالکل دست بدست رسالتمآب علیہ
الصلوۃ والسلام اور اون کی اولاد امجاد کے حالات سے
مطابق پائی جاتی ہے سوائے آنحضرت اور کوئی شخص ایسا نہین ہے
جسپر یہہ خبر صادق آسکے ✤

اسیواسطے مولوی عبدالعزیز صاحب سنی المذہب نے اوسکو
درج کتاب فرمایا ہے - بحمداللہ یہہ امر بخوبی پایہ ثبوت کو پہونچ گیا
کہ اولی الامر وہی بارہ۱۲ امام ہین جو کہ اولاد رسول سے تھے -
نکہ ہر بادشاہ دنیا اولی الامر کی صفت سے موصوف ہوسکتا ہے
حضرات اہلسنت نے خلیفہ اوسیکو سمجھا ہے جس کے ہاتھ مین حکومت
و انتظام خلایق ہو ایسا سمجھنا کسیطرح زیبا نہین باین معنی کہ خلیفہ کا
اصلی کام احکام خدا کا خلایق پر پہونچانا اور اونکا رواج دینا ہے - سو

آیمہ علیہ السلام اپنی اپنی اوقات مین حلال و حرام و جایز و مباح و مسنون
و مستحبات سے خلایق کو آگاہ فرماتے رہے ہین - اسلام سے جس
گروہ نے اونکو حقیقی طور پر مالک شریعت محمدی و اولی الامر سمجھا ہی
اون کے یہان احکام آیتہ سے بطون کتب بہرے پورے
نظر آتے ہین اور جن حضرات نے اونسے کجی کر کے دوسری راہ
اختیار کی ہے - وہان کے دفترون مین اونکا نام بھی نہین دیکھو
خلیفہ عمر کیسے منتظم و بیدار مغز گنے جاتے ہین - اور اہلسنت
کے نزدیک اعلے درجہ کے خلفا مین معدود ہین - بلکہ اونسے
زیادہ حضرات شیعہ کے نزدیک کوئی ذیعقل خلیفہ ہی نہین گذرا
مگر اصلی فرائض خلافت سے ایسے بے بہرہ تہے کہ لولا علی
لہلک عمر فرمایا کرتے تہے اگر وہ زمرۂ اولی الامر مین معدود
تہے تو علی سے رجوع معاملات و حل مشکلات کیا معنی رکہتا ہے
خلیفۂ رسول وہ ہی کہا جائے گا جو کہ بعد نبی مسائل دین مین کسی دوسرے کا
محتاج نہ ہو سب کی مشکلین خود حل کرے اپنی دینی غرض کسی دوسرے
کے پاس نہ لیجائے اسپر کل امت کا اتفاق ہے کہ اصحاب محمد صلعم
مین حضرت امیر سے اعلم و اشجع و افصح و ازہد و اتقی و افقہ کوئی دوسرا
شخص نہ تہا اسیواسطے آنحضرت نے اونکو قرآن کے ساتہہ حسب
حکم حدیث ثقلین امت پر حاکم مقرر فرمایا تہا - اسکے صدہا اور
ہزارہا شواہد موجود ہین کہ مہمات دینی آپ جمیع خلفاء اور خصوص حضرت

عمر سر آمد صحابہ کی امداد فرماتے تہے - حقیر نے اس شواہد کا ذکر رسالہ مسکت المخالف حصہ دوم مین بہت صراحت سے کیا ہے -

ازانجملہ ایک شاہد منجملہ شواہد متعدد و متکثرہ کے اسجگہہ پیش کرتا ہون -

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین بذیل تفسیر آیہ وافی ہدایہ ارایت الذی ینہی عبداً اذا صلی لکہتے ہین) (یروی فی ھذا المعنی ان یہودیاً من فضلاء الیھود جاء الی عمر فی ایام خلافتہ وقال اخبرنی عن اخلاق رسولکم - فقال عمر اطلبہ بلال فھو بہ اعلم منی ثم ان بلالاً دلہ علی فاطمۃ ثم ان فاطمۃ دلتہ علی علی فلما سأل عنہ قال صف لی متاع الدنیا حتی اصف لک اخلاقہ فقال الرجل لا تیسر لی فقال علی عجزت من وصف الدنیا وقد شھد اللہ علی قلتہ قال قل متاع الدنیا قلیل فکیف اصف لک اخلاقہ وقد شھد اللہ بانہ اعظم حیث انک لعلی خلق عظیم) +

خلاصہ کلام یہہ ہے کہ ایک شخص علماے یہود سے حضرت عمر کے پاس اون کے عہد خلافت مین آنکر کہنے لگا کہ اے خلیفہ اپنے پیغمبر کے اخلاق و عادات و حرکات و سکنات و طرز معاشرت بتلائے کہ وہ کیسے صفات کے تہے - حضرت دوم عاجزانہ طریقہ سے جوابدہ ہوئے کہ اسبات کو بلال سے پوچہنا چاہیئے - کیونکہ وہ بہ مقابلہ ہماری حضرت کے

حالات سے زیادہ واقفیت رکھتے ہین۔ عندالرجوع بلال نے جناب
سیدالنساء فاطمہ زہرا علیہ السّلام کی طرف رہنمونی کی اور اونہون نے
مدینۃ العلم حضرت امیر کا نشان دیا کہ اون سے بہتر وافضل آنحضرت کے
مکارم عادات وحسنِ اخلاق کا کوی جاننے والا نہین ہے۔
جبکہ وہ یہودی چل پھر کر حضرت امیر کے پاس حاضر ہوا۔ توآپ نے
فرمایا کہ اے شخص اوّل تو اسباب ومتاع دنیا کی بتفصیل وتشریح تمامتر ہمارے
سامنے توصیف کر تاکہ مین اوصاف محمدی سے تجکو بصراحت آگاہ کرون۔
یہودی نے کہا کہ دنیا کے معاملات کا بیان کرنا میرے احاطہ امکان سے
باہر ہے کیونکہ نعمات دنیاوی اس کثرت سے مشاہدہ مین آرہی ہین کہ جنکا
حد وپایان نہین بجواب حضرت نے فرمایا کہ توایسی ناچیز وتحقیق کائنات
کے اوصاف سے عاجز ہے جس کو خدا نے متاع الدنیا قلیل
ارشاد فرمایا ہے پس مین ایسے بزرگ کے خصایل حمیدہ بیان کرنے پر
کیونکر قادر ہوسکتا ہون جس کے اخلاق کو خدا نے خلق عظیم فرمایا ہے
اللّٰھم صلِّ علےٰ محمدٍ وآلہ۔ سبحان اللہ جناب امیر نے چونکہ
مدینۃ العلم کے دروازہ تھے ایک ہی فقرہ مین ایسا مسکت الخصم
جواب دیا کہ مخاصم کو عاجز ہی کردیا اور ذات رفیع الدرجات آنحضرت کی
اوصاف ومحامد مستغنی البیان کی اس بلاغت سے شان بیان فرمای
کہ یہود کو سوائے دم بخود ہوجانے کے کوئی چارہ نہ رہا اگر حضرت امیر
عالم یہود کو لاجواب نہ بناتے۔ تو نہ معلوم حضرت عمر کی بنیہ دشمنی اسلام کو

کیا فائدہ پہونچاتی - حضرات اہلسنت نے خلافت کو یہہ ہی سمجہا ہے کہ جو
سب سے زیادہ لوٹ مار کرنے والا ہو وہی خلیفہ رسول خیال کیا
جا سکتا ہے - چنانچہ زمانہ حال کے محقق و مدقق اہلسنت مرزا حیرت دہلوی
ممبر کرزن گزٹ نے اپنی رسالہ مین جو کہ دربارۂ بحث خلافت لکہا گیا ہے
سلطان المعظم - و شاہ ایران - و امیر کابل - خدیو مصر - وغیرہ باجمیع
سلاطین اسلام کو اولی الامر لکہا ہے - درحقیقت خلافت کے یہہ ہی
معنی نہین ہین کہ ہر صاحب حکومت و نافذ الامر کو اولی الامر مان لیا
جاوے - چونکہ اطاعت رسول و اطاعت اولی الامر بحکم قرآن حسب
تصریح بالا ایک درجہ مین ہے تو کیا عقل اسکو تسلیم کر سکتی ہے کہ
ہیمون بقال و ہلاکو خان وغیرہ شاہان جابر و غیر معصوم ایسی ہی
اولی الامر تہے جیسیکہ رسول مقبول - دنیا مین اکثر ایسے بزرگوار بہی گذرے
ہین جنکو پورے طور پر حکومت فی الارض نہین ہوئی ہے - مگر
خدا نے اونکو قرآن پاک مین بلفظ خلیفہ ارشاد فرمایا ہے - دیکہو
جناب آدم علیہ السلام کے لئے اِنّی جاعلٌ فی الارض خلیفہ
اور حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے یا داؤد انّا جعلناک خلیفۃ فی
الارض قرآن پاک مین وارد ہوا ہے - ظاہر ہے کہ دونون بزرگوار
باوصف خلیفہ منصوص ہونے کے - مثل شاہان زمانہ تمام سطح خاک پر
مسند آرائے حکومت نہین ہوئے - پس ضرور ہوا کہ حسب مذاق
حضرات اہلسنت و جناب حیرت ان دو خلیفون کا اتنا بہی اقتدار

نکیا جائے جتنا کہ خانِ قلات کا کیا جاتا ہے ۔ الحاصل حسب
تصریحاتِ بالا ظاہر ہو گیا کہ اولی الامر کا منصب جلیل سوائے اون بارہ
بزرگواروں کے اور کسیکو نہین ملسکتا جن کی خبر آنحضرت دے
گئے ہین اور جن کے اسمائے گرامی بعض معتبرین اہلسنت نے
ظاہر کردئے ہین ۔ چونکہ مسئلہ اولی الامر اول درجہ کا اختلافی
مسئلہ ہے ۔

لہذا حضرات اہلسنت کی خدمتِ باسعادت مین نہایت ادب
سے التماس کیا جاتا ہے کہ براہِ ہوشیاری اسپر نظرِ ثانی ضرور فرمائین
تاکہ اختلافِ اسلام اگر کلاً نہین تو جزاً ہی اوٹھ جائے ۔

اہلسنت نے دیدہ و دانستہ خلافِ عقل یہہ راہ اختیار کی ہے
کہ ہر بادشاہِ وقت کو خواہ وہ عالم ہو یا جاہل فاسق ہو یا فاجر
اولی الامر مان لیا ہے ۔ یہہ تمامتر اہتمام بخاطرداشتِ خلفاء کیا
گیا ہے ۔ اگر حضرات ثلاثہ کی حمایت وجنبہ داری اونکو مجبور
نہ کرتی ۔ توکبھی سلاطین زمانہ کے اولی الامر ہونیکا باین اصرار و
شدّ ومدّ اقرار نہ کرتے ۔ کیونکہ اولی الامر کے لئے مثلِ رسول عصمت
لازمی ہے اور بقول شاہ عبد العزیز صاحب مندرجۂ تحفہ (خلفاء
ثلاثہ نہ معصوم اند ونہ منصوص) نہ وہ بزرگوار معصوم تھے اور نہ مامور
من اللہ ۔ پس حضرات نے بخاطرداشت خلفاء اس منصب
جلیل کو ایسا ارزان اور بازار کی ریوڑیان بنایا کہ بہ مجرد وہمی مداحیان

عصمت و طہارت جو کہ حقیقتاً اولی الامر تھے تمام حکام دنیا کو اولی
بنالیا۔ بنظر آگاہی عامتہ الناس عرض کیا جاتا ہے کہ اطاعت دو قسم کی
ہوتی ہے ایک دینی اور دوسری دنیاوی اور ہر دو قسم کی اطاعت کا
طرز جداگانہ ہے کسیقدر تفصیل سے ہر دو قسم کو بیان کیا جاتا ہے +

دینی اطاعت

جملہ اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ بعد رسول مقبول اولی الامر کی
دربابِ دینیات اسیطرح اطاعت کرین کہ جیسی نبی صلعم کی کرتے
اون کے جمیع اوامر و نواہی کو مین حکم رسول سمجھین۔ جادہ
متابعت سے مطلق انحراف نکرین۔ چونکہ حضرات اہلسنت
نے حکام دنیا کو جہت اجرائے ضروریاتِ دنیا اولی الامر تجویز فرمایا ہے
لہذا خیال کیا جاتا ہے کہ بمقابلہ دین کسی دوسرے کو اولی الامر قرار
دیا ہو گا مگر ادنی غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ حضرات اہلسنت نے
اولی الامر پر دو نمبر نہین ڈالے بلکہ ایک ہی قسم کے اولی الامر کو دین
و دنیا کا مالک ہمتائے رسول سمجھا ہے۔ جسمین بقول مرزا حیرت
وغیرہا جمیع شاہان موجود الوقت اور آنے والے زمانہ کے سلاطین
داخل ہین۔ کاش اہلسنت ثلاثہ و دیگر شاہان اسلام کو بہ سلسلۂ حکومت
ظاہری اولی الامر دنیاوی سمجھتے اور بہ اتباع ارشاد سرورِ عالم بحکم
حدیث ثقلین حضرت امیر اور اونکی اولاد طیب کو اولی الامر دینی اعتقاد

فرماتے تو بہت درست بلکہ عین حق و صواب ہوتا مگر افسوس ہے کہ اونہوں نے خاندان نبوت سے بالکل الگ راہ اختیار کرلی شرم دنیاوی سے تو حضرات فرمادیا کرتے ہیں کہ ہم مطیع خاندان نبوت ہیں مگر صفحات قلب و اوراق کتب اس سے خالی ہیں رسالۂ تقدیر و تدبیر میں حقیر نے ثابت کیا ہے کہ اہلبیت رسول کی توہین و تنقیص مرتبت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا حضرت ائمہ کو نا قابلِ خلافت اور باعثِ انسلابِ رحمتِ رب العزت لکہا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کوئی روایت درج صحاح نبوی دیگر آئمہ معصومین جاہل وراثی تجویز کئے گئے فقہ میں چار امام بنائے گئے علوم باطنی حضرت جنید بغدادی و شیخ شبلی و معروف کرخی و بایزید بسطامی وغیرہا مشایخ صوفیہ سے متعلق کئے گئے۔ اہلبیت رسول ایسے فضول و بے وقار سمجھے گئے کہ اون کے نام تک لوگون کو صحت سے یاد نہین۔

اہلِ اسلام مین سوائے گروہ امامیہ اثنے عشریہ کے اور کوئی گروہ ایسا نہین ہے جسکا دینی تعلق خاندان رسالت سے ہو

دنیاوی اطاعت

ہر حاکم خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم بوجہ اولی الامر یعنے بادشاہ یا راجہ ہونے کے لائقِ اطاعت ہے۔ حاکم وقت کی اطاعت یہی ہے

کہ اوسکے قوانین مجریہ کی پابندی کرے - ملک مین فساد وبد امنی نہ پہیلائے - مگر یہہ متابعت اس قابل نہین کہ حکام وقت کے احکام کو مثل اطاعت رسول سمجہا جائے -

قرآن پاک مین جو لفظ اولی الامر آیا ہے اوسکا تعلق اونہین بزرگوارون سے ہے جن کے احکام حسب منشاء رسول پاک ہین اوسکے خلاف حاکم اگرچہ مسلم ہی کیون نہ ہون - خلاف شرع راہ چلنے اور چلانیوالے ہین وہ اولی الامر نہین کہے جاسکتے - اون کی تابعداری وبجاآوری احکام بالکل ایسی ہی ہے کہ جیسے غیر اسلام کے حکام کی ہے -

اہل عقل کو یہہ بہی غور کرنا چاہیئے کہ مراد خداوندی اولی الامر سے حکام دنیا نہین ہے - کیونکہ حاکمان وقت کی اطاعت ہر بشر کی فطرت مین داخل ہے اپنے دنیاوی فلاح کو مدنظر کرکے بادشاہ کی اطاعت کرنا ہر شخص کی عادت مین داخل ہے اندرین صورت خدا کو کیا ضرورت لاحق ہوئی تہی کہ اپنے بندون کو تحصیل حاصل کیطرف رغبت دلاتا پس معلوم ہوا کہ اولی الامر کی اطاعت وہ ہی ہے جو کہ آزادی کو سلب کرکے امور دینی مین ہمکو ایک شخص کی فرمانبرداری پر مجبور ومامور کرنے والی ہے جو لوگ کہ قرآن پر عمل نہین کرتے وہ بہی شاہان وقت کی دنیاوی امور مین اسیطرح اطاعت کرتے ہین جیسا کہ ہم عاملان قرآن کا طرز اطاعت ہے کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت کرنا ہر شخص کی عادت مین داخل ہے - ہندوستان کی رعایا پہلے راجہ مہاراجہ فرمانروایان قدیم کی

سیطع تبھے زان بعد مسلمانون کے تابع ہوئے۔ اب گورنمنٹ کی تابعدار ہے۔ خدا کو اس کی کیا ضرورت تھی کہ فطرتی امر کی طرف انکی مخلوق کو رغبت دلاتا۔ اگر اولی الامر کی اطاعت کا حکم قرآن مین نہ آتا تو کیا مسلمان حکام وقت کی متابعت نکرتے نہین ضرور کرتے اور ہر کرتے۔

پس واضح ہوگیا کہ اولی الامر مندرجۂ قرآنِ پاک کی صفت کسی دوسرے حاکم سے نہین چسپان ہوسکتی۔ مین امید کرتا ہون کہ منصفین اہلسنت اگر بہ ترک تقلید علمائے سابق کسیقدر غور فرمائینگے تو اولی الامر سوائے دوازدہ امام کے کسی دوسرے کو اعتقاد نفرمائینگے +

بعد ختم بحث حقیر اسبات کی حقیقت و اصلیت بیان کرتا ہے کہ اہلسنت نے درباب اولی الامر یہہ تعمیم کیون گوارا فرمائی کہ ایسے عظیم المرتبہ منصب کو بجائے ذلیل و خوار و بےعزت و بےوقار کیا کہ سلاطین اشرار و فجار سے اوسکو مخصوص کردیا قصہ یہہ ہے کہ شیعہ نے اولی الامر کو بحکم قرآن اسیطرح داخل اصول دین کیا ہے کہ جیسے خدا کی وحدانیت اور نبی کی رسالت کا اصول مین ہونا اقرار کیا ہے خدائے پاک نے آیہ وافی ہدایہ اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم مین جو اطاعت کی تین درجہ بیان کئے ہین انمین اول و دوم درجے یعنے اطاعت خدا و رسول نے

اقرار کو تو حضراتِ اہلسنت نے اصول مین داخل کیا۔ اور اولی الامر کو
نہ داخل اصول کیا نہ فروع مین کوئی نمبر دیا۔ تعجب ہے کہ ف ا تین قسم کی اطاعت کا
حکم دے اور دقیقہ سنجانِ اہلسنت تجویز خداوندی کو ترمیم کرکے ایک درجہ کو
ایسا گرائین کہ شاہان زمانہ سے متعلق فرمادیوین شیعہ نے باتباعِ حکم
ہر سہ اطاعت کو اپنے ایمان کا جزو اعلےٰ قرار دیا۔ لہٰذا اہلسنت کو خدا و رسول
کے مقابلہ مین تو گنجایش انکار نہ ملی اگر راہ گریز اختیار فرماتے تو الزام ارتداد
عاید ہوتا۔ مگر بہ ضدیتِ شیعہ و عداوتِ حضرت مرتضوی اولی الامر مین اون کو
توجیہات پیدا کرنے کا ایسا موقع ملا کہ قرآنی منصب کے خلعت سے ہر شقیہ
و جاہل کو سرفراز فرمادیا۔ اہل عقل کو اس بحث پر سرسری نظر نہ فرمانی چاہیے
بلکہ نہایت غور و تامل سے فکر بلیغ مناسب ہے کیونکہ معاملہ اولی الامر
قاطع بنیاد اختلاف و رہبر راہ نجات ہے اگر مسلمانون نے بہ ترک
تقلید علمائے قدیم خوفِ خدا کرکے سمجھ لیا تو یقیناً شاہراہ نجات پر
پہونچ گئے ورنہ بیت

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی	کین رہ کہ میروی بہ ترکستان است

کے مصداق بنکر مفاد آخرت سے بالکل محروم رہین گے ؛

معاملۂ سیوم متعلق بہ مال غنیمت و حضرت شہربانو

عام قاعدہ ہے کہ ہر شخص کو اوسی بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ جسکو
وہ خلافِ مسلمات و احکامِ مذہب خود اپنا شعار گردانے ہوئے ہو

سواوس کی حالت یہہ ہے کہ جمیع علمائے شیعہ کا اسپر اتفاق ہے
کہ بعد رسول مقبول حضرت امیر و دیگر آئمہ طاہرین تا امام آخرزمین
خدا کے مالک ہین - جمیع سلاطین اون کی رعایا اور وہ سب کے
مالک و شہنشاہ ہین - یہہ ہی وجہہ ہے کہ سلاطین اسلام سے
جب کوئی شخص اون کے مشاہد مقدسہ کی زیارت کو آتا ہے اوسکا سر پر
تاج نہین رکہتا - اصلی مالک اونہین کو سمجہتا ہے - خلفاء اپنی فوج کو
غلط طور پر نبی کا نائب مطلق ظاہر کر کے جو جہاد کئے اون کا مال
غنیمت حضرت امیر و حسنین کو چونکہ اصلی حقدار و مالک جائز تہے
ایسا ہی حلال تہا کہ جیسا ذاتی جہاد کرنے سے ہوتا جن لوگون نے
بہ مخالفت امام زمانہ اوس مال پر تصرف کیا اون کے واسطے ناجائز تہا
خلفاء نے جو جہاد کئے اومین یہہ ہی ظاہر کیا جاتا تہا کہ ہم نبی کے
نائب مطلق ہوکر کلمہ توحید و اقرار رسالت کرانے کے لئے فوج
کشی کرتے ہین - پس اگر حضرات اہلسنت خلفاء و دیگر شاہان
اسلام کا اولی الامر ہونا ثابت فرما دیوین - تو اون کا جہاد اون کی
غنیمت اون کا جمعہ جماعت سب جائز و مباح ہوجائیگا ورنہ قطعی
بے سود و بار ہوا مال غنیمت سے اون کے اوقات مین اولاد
رسول کا متمتع ہونا اون بزرگوارون کو مجلس اولی الامر مین جگہہ دینے
والا نہین ہے بلکہ اون جہادون اور اموال غنایم حاصل
کرنے سے خود اون کی ذات پر یہہ الزام وارد ہوتا ہے کہ خلاف

نفس الامر دعوی اولی الامر کرکے خلایق کے مال و متاع کو تباہ و برباد
کیا اور سوائے حقدارانِ اصلی یعنے آیمۂ اہلبیت کے جسقدر خود
کہایا اور مخالفانِ آیمہ کو کہلایا وہ تمامتر ناجایز تھا دیکھو مثال ذیل سے
سمجہایا جاتا ہے +

زید کسی گورنمنٹ ملک مصنوعی عہدہ دار بنکر ایسے لوگون سے کوئی
مال حاصل کرے کہ جسکا حاصل کرنا خود اوس گورنمنٹ یا اوس کے اہلی
ملازم کو جایز تھا تو مصنوعی عہدہ دار کے ذریعہ سے جو مال حاصل ہوا
وہ گورنمنٹ کی ذات اور اوس کے خیر طلب لوگون پر جایز ہو جایگا
اور لٹیری جماعت پر ناجایز۔ خلفاء بناوٹی نے جو جہاد کیئے اون کا
حال تحریر بالا پر قیاس فرمانا چاہئے +

جناب امیر حضرتِ ثلاثہ کو غاصبِ حقوق خود جانتے تھے۔
(جسکا ذکر حضرتِ فاروقِ اعظم نے بروایتِ مسلم و بخاری اِن لفظون
سے کیا ہے کہ یا علی آپ مجہکو اور ابوبکر کو کاذب و غادر و خاین و
آثم جانتے ہین) پس اہل عقل کو قیاس کرنا چاہئے کہ ہرگاہ باقرار
جناب عمر حضرت امیر شیخین کو ایسا جانتے تھے کہ جس سے بالاتر
برائی مین کوئی درجہ نہین تو کب ممکن ہو سکتا ہے کہ اونکی لوٹ کو
جایز سمجہا ہو بلکہ صاف طور پر یہہ بہی خیال جا سکتا ہے کہ جیسا مدعیان
منصب اولی الامر کو جانتے تھے ویسا ہی اون کے لوٹ کو بہی
سمجہتے تھے یہہ نہین ہو سکتا کہ لوٹ کرنے والے کو برا سمجہین اور

لوٹ کے مال کو جو کہ اون کے ذریعہ سے حاصل ہوتا تھا اچھا
تصور کرین اوس مال کی اچھائی اونہین کے واسطے تھی اور دعوی
اولی الامر کرنے والون اور اون معتقدون کیلئے سراسر
برائی تہی - ہان اگر حضرات اہلسنت یہہ بات ثابت فرمادیوین
کہ علےؑ ابوبکر و عمر کو کاذب و غادر و غیرہ جانتے تہے بلکہ
اونکو نیک و پاک و صالح و ابرار سمجہتے تہے تو یقین کرلیا جائیگا
کہ اون کے مجاہدات کو بہی صحیح تصور فرماتے تہے *

درباب جناب شہربانو حضرت امیر نے جو عمل کیا اوس سے
صاف ظاہر ہوگیا کہ آپ نے خلیفہ دوم کے جہاد کو جایز و صحیح نہین
سمجہا جمیع اصل اسلام کا اسپر اتفاق ہے کہ جو عورات مسلمانون کے
ہاتھہ لوٹ مین آین وہ حکم جواری مین داخل ہین یعنے اون سے نکاح
نہین کیا جاتا بلا عقد زیر تصرف آسکتین ہین صاحب غیاث اللغات
نے جو کہ سنی المذہب ہے غیاث مین لکہا ہے کہ حضرت شہربانو بی
جناب امام حسین علیہ السلام کا عقد ہوا پس اس فعل امام نے
معتقدین خلافت خلفاء پر حالی کردیا کہ اون کا جہاد صحیح و جایز نہتھا
بلکہ ایک لوٹ تھی جو کہ کسیطرح احکام جہاد مین شمار نہین ہوسکتی
حضرات اہلسنت ارشاد فرمائین کہ ہرگاہ اون کے عقیدۂ مین جناب امیرؑ
علیہ السلام جناب ثلاثہ کو حاکم جایز و اولی الامر سمجہتے تھے تو حضرت
شہربانو کو احکام جواری سے الگ کرکے صاحبزادہ کا عقد کیون کیا

جوکہ آزاد عورتون سے کیا جاتا ہے اسموقع پر بعض دقیقہ سنج و نکتہ رس اہلسنت یہہ فرما سکتے ہین کہ اگر حضرت امیر نے عقد شہربانو سے معتقدین خلافت ثلاثہ کے اعتقاد و مظنہ کو توڑا تھا تو دیگر اموال و غنایم جو وقتاً فوقتاً لیتے رہتے تھے اوس سے ضرور لوگون کو یہہ خیال ہوتا ہوگا کہ خلفاء کے جہاد کو حضرت امیر نے جایز و صحیح سمجھکر اپنا حصہ لیا ہے اگر معاملہ شہربانو واقع نہ ہوتا تو خلایق وہوکہ مین رہکر جایز و ناجایز مین کوئی ایسا امتیاز نہ کر سکتی اوسکا جواب بر سبیل اختصار یہہ ہے کہ اوس وقت کے تمام آدمی اسبات کو خوب جانتے تھے کہ اصل حقدار خلافت و نیابت خاندانِ رسول ہے - متصرفان منصبِ امامت محض بہ تقویت جماعت ناواجب طور پر خلیفہ ہو گئے ہین - کیونکہ حضرت امیر نے بروقت بیعت طلبی بہ حضور صحابہ خلیفہ ابوبکر کو اون تمام باتون پر مطلع فرما دیا تھا جوکہ آپکے حقدار اور دوسرون کے غیر مستحق ہونے پر دلالت کرتی تھین باایں ہمہ بقولِ اہلسنت تا حیاتِ سیدہ حضرت امیر نے خلیفہ اول سے آشکارا طور پر بیعت نہین کی - جبکہ خلایق نے آپ کے احترام و رو واری مین کمی کی تو حضرت امیر نے بناچاری راہ آشتی اختیار کی اور بروایتِ کتاب مغازی مجلس شوریٰ مین جوکہ بعد وفاتِ حضرتِ عمر منعقد ہوئی تہی صاف کہدیا کہ مین ہر وقت مستحقِ خلافت تھا اگر اسلام کی برہمی کا خوف نہ ہوتا اور لوگون کے مرتد ہوجانے کی توہمی امید نہ ہوتی تو خلایق دیکھہ لیتی کہ ابوبکر کیونکر جلوہ فرمائے تختِ خلافت

ہو جاتی - مین نے محض بہ نظر ورود اسلام اپنے بہائی کے وعبت پر عمل کر کے جبر اختیار کیا - اور اب بہی وہ ہی رفتار جبر و سکوت اختیار کرتا ہون اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ حضرت امیر خلفاء کو متصرف امر ناجائز جانتے تہے اور یہہ جاننا ایسا تھا کہ حضرات خلفاء ہی بجائے خود اسکا یقین کئے ہوئے تہے کہ حضرت امیر اپنی ذات کو قابل خلافت اور ہمکو ناقابل خیال کئے ہوئے ہین جب ہی حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ اے علی آپ مجکو اور ابوبکر کو کاذب و غادر و خاین و آثم جانتے ہین - بہر حال حضرت عمر نے کسی رفتار و کردار سے اسکا امتیاز فرمایا ہوگا کہ ہم اور بری بہائی جیسا باعتقاد حضرت امیر کاذب و خاین وغیرہا ہین -

پس جیسا کہ خلفاء اپنا مخالف حضرت علیکو جانتے تہے ایسے ہی ہواخواہان خلفاء سمجتے تہے کہ ہمارے دوستون اور پیشواؤن کو برا جانیوالے ہین - مال غنیمت لینے مین کوئی موقعہ اس امر کے اظہار کا نہ نکل سکتا تھا کہ حضرت امیر خلفاء کے جہاد کو ناجایز سمجہ کر اپنا حصہ لیتے ہین معاملہ شہر بانو سے آپ نے اپنے قول کو فعل کے ذریعہ سے واضح کر کے دکہلا دیا کہ ہم امیر حکم جوازی جاری نہین کرتے بلکہ آزاد و بلا قید سمجہکر بذریعہ نکاح اپنے بیٹے کے تصرف مین لاتے ہین - چونکہ جناب شہر بانو بمثل دیگر اسباب لوٹ کے قبل جوازی بہی تصرف مین آسکتے تہین - مگر ایسی عورات کو اگر بذریعہ عقد صرف مین لایا جائے تو کوئی عیب نہین - بلکہ ایک نوع کا حسن ہے - جناب شاہ زنان سے

چونکہ امامت وسیادت کا سلسلۂ قایم ہونے والا تھا - لہذا حضرت امیر نے اون کے باب مین ایک اور حسن پیدا کر دیا - جاریہ سے بلا عقد جہت سے ہے نکہ نکاح کی ممانعت دیکھو نماز میت مین غسل و وضو کو لازمی نہین رکہا گیا بلکہ بلا وضو اجازت دیگئی ہے - لیکن اگر کوئی شخص باوضو نماز میت ادا کرے تو اوربھی مستحسن ہے مصبوح وندموم نہین معاملہ شہربانو پر بڑا بہروسہ کر کے اہلسنت شیعہ کا مذاق اوڑایا کرتے ہین کہ اگر اون کی خلافت باطل تہی تو جہاد بھی غلط ہوا جس سے حسینی سادات کا سلسلۂ نسب جس کا اصل اصول شہربانو ہین درہم وبرہم ہوگیا بحمد اللہ کہ سادات رفیع الدرجات کے اقتدار مین کوئی فرق نہ آیا بلکہ از دست عزت خلافت کے ادعا مین عقلاً و انصافاً بازو عوئی داخل کرنا پڑا +-

واضح رائے ارباب خرد ہو کہ درباب جناب شہربانو جسقدر گفتگو حسب صراحت بالا کی گئی وہ سب بر بناء روایات اہلسنت تہی - مگر بحمد اللہ بروئے اقوال مخالفین بہی ہمکو ہر عنوان سے کامیابی ہے جو کہ عہد عمر مین جناب شہربانو کا آنا بیان فرماتے ہین -

شیعہ کے یہان جناب معظمہ کا ورود شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اسطرح لکہا ہے کہ جابر بن حریث کو حضرت امیر نے ممالک شرقی مین بزمانۂ خلافت ظاہری حاکم کر کے بہیجا تہا - اونہون نے یزدجرد آخر ملوک فارس کی دو لڑکیان حضرت کی خدمت مین روانہ کین - ایک کا نام شاہ زنان تہا

اور دوسرے کا گیہان بانو - شاہزادی اوّل الذکر جنکا نام بالآخر شہر بانو
ہوا - امام حسین علیہ السّلام کے عقد مین آئین اونسے جناب سید الساجدین
علیہ السلام پیدا ہوئے - اور گیہان بانو کا نکاح حضرت امیر نے
محمد بن ابی بکر سے کیا - اون کے بطن مبارک سے قاسم پیدا
ہوئے - چنانچہ ابن خلکان عالم فرقۂ سُنیان نے قاسم موصوفکو
اسی اعتبار سے سید الساجدین علیہ السّلام کا برادر خالہ زاد لکھا ہے
چونکہ ہر شخص اپنے اعتقاد و مسلّمات پر مجبور و پابند کیا جاتا ہے - لہذا
شیعہ کو اسباب مین ردّو قدح کرنے کی اب کوئی ضرورت نہین رہی
جبکہ علماء قدیم شیعہ جو کہ قریب العہد آئمہ تھے اسبات کے قائل
ہی نہین ہوئے کہ حضرت شہر بانو خلیفۂ دوم کے زمانہ مین آئی تہین
تو باب کلام ہی بند ہو گیا بعنایات الٰہی شیعہ کو بہر دو صورت ضرر
نہین اگر بقول اہلسنت خلیفۂ ثانی کیوقت مین اونکا آنا صحیح ہو تو
جو وجوہات جواز حقیر نے عرض کی ہین وہ بجائے خود ما لا نحل مین
اور بقولِ شیخ مفید علیہ الرحمہ مندرجۂ کتاب ارشاد اگر صحیح ہے تو پھر کوئی
جھگڑہ ہی نہین - مال غنیمت مین حضرت ائمہ کا حصہ لینا جو حضراتِ
سنیتہ بہ نظر جواز جہاد خلفاء بیان فرماتے ہین - اگر اسکو صحیح مان لیا جای
تو خلفاء و حضرت امیر دونون پر الزام وارد ہوتا ہے - باین معنی کہ بروئے
جہاد جو مال حاصل ہوتا تھا اوسمین ادن لوگون کا حقہ تھا - جو کہ میدان جنگ
مین جا کر اپنے سینہ سنان کفار کے سامنے تانتے تھے - حضرت امیر

عہد خلفاء ثلاثہ مین کبھی شریک جنگ نہین ہوئے - پہر یہ کیونکر حصہ لینے کے مستحق تھے - تعجب ہے کہ سپاہی میدان مین کفار سے مقابلہ کرین اور حضرت علی گہر بیٹھے ہوئے رومال بچھا کر چنا چہین گتو این تقسیم کنندہ مال غنیمت اپنے اپنے اوقات مین خلفا ہی ہوا کرتے تھے - حضرات اہلسنت فرمائین کہ وہ خلاف استحقاق حضرت علی کو کیون اور کس بات کا دیتے تھے اور جناب امیر بلا بجا آوری خدمات اسلام و شرکت جہاد کس استحقاق سے لیتے تھے - یہ حرف سنی صاحبون کی دہو کہ بازی ہے نہ کوئی دیتا تھا اور نہ کوئی لیتا تھا۔

حضرت امیر بہ مثل سایر النّاس محنت مزدوری و آب کشی و زراعت کاری کرکے اپنی اوقات بسر کرتے تھے - حضرت علی کو تو اون کا جایز مال (خمس) بہی نہ دیا جاتا تھا تحفہ مین حضرت عمر کے مطاعن سے اٹہوان طعن متعلق بہ خمس دیکھو - شاہ صاحب نے خود تسلیم فرمایا ہے کہ آلِ محمّد کو خمس کے دیتے اور نہ دینے مین جو روایات کتب اہلسنت مین درج ہین وہ سب صحیح ہین حضور ممدوح طعن مذکور کے جواب مین لکھتے ہین کہ عمر صاحب کی حیات کے سالِ آخر مین حضرت علی نے کہہ دیا تھا۔ کہ فقیر بہت جمع ہو رہے ہین اور بنی ہاشم امسال محتاج نہین لازم ہے کہ تمام خمس فقرا کو دیدو بہ نظر تسکینِ ناظرین وہ جملہ بہی لکھے دیتا ہون جو کہ حضرت عمر کے طعن ہشتم مین شاہ صاحب نے لکھا ہے -

(علی گفت کہ امسال ہیچکس از بنی ہاشم محتاج نماند و فقرائے

مسلمین بسیار ہجوم آوردند بہتر آنست کہ این حصہ را ہم بفقرائے اہل اسلام بدہند دران سال باین تقریب حصہ ذوالقربیٰ بالکل موقوف ماند۔ اگرچہ حضرت عباس بعد برخاستن ازان مجلس حضرت علی را تخطیہ فرمودہ گفت غلط گردید کہ از دست خود بہ فقرا اندادید و در قبض خود نیاوردید۔ من بعد خلفاء بدست آویز آنکہ شما از خود موقوف کردید این حصہ را بشما نخواہند داد) خمس کے متعلق پوری بحث تشئید المطاعن مین کی گئی ہے اسجگہ عبارت شاہ صاحب کی بچند وجوہ حقیقت دکہلاتا ہون۔

وجہ اول ہمنے آج تک نہین سنا کہ کسی غنی یا محتاج نے اپنے حقوق جایز و واجب وحلال کو اسطرح چہوڑا ہو جبکہ بقول شاہصاحب متذکرۂ صدر حضرت علی نے خمس کو چہوڑ دیا تہا نہ معلوم بنی ہاشم کے گہرون مین کوئی (ہُن) برس گئی تہی جس سے ایسے فارغ البال ہوئے کہ روپیہ رکہنے کی جگہہ نہ رہی اور آتی ہوئی دولت کو دہکے دینے لگے۔ اگر صندوقون مین جگہہ نہ رہی تہی تو کسی مہاجن کے سپرد کرادیتے تاکہ عند الضرورت کام آتا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ خیر و برکت جو شامل حال بنی ہاشم ہوئی حضرت عمر کے زمانہ کا اثر تہا۔ جناب عمر کا سال وفات ایسا مبارک ہوا کہ تمام بنی ہاشم مالا مال ہوگئے +

وجہ دوم۔ حضرت امیر کو اپنی عدم احتیاج ظاہر کرنے کا

اختیار تھا نہ کہ تمام بنی ہاشم کا بوقت انکار حضرت عمر دبا سکتے تھے کہ جناب آپ خود نہ لین دوسرون کا گلا تو نہ گھونٹین فاروق کی یہہ فروگذاشت قابلِ نوٹ ہے ؛

وجہ سیوم - بقولِ شاہصاحب اوس جلسہ سے اوٹھکر جو حضرتِ عباس نے معاذ اللہ حضرت علی کا تخطیہ باین توہم کیا کہ آیندہ خلفاء کو ہمارے نددینے کے لئے بہانہ مل جائیگا - چونکہ ماشاء اللہ ابھی حضرت عمر زندہ تھے - کسیکو شان وگمان بھی تھا کہ سال آیندہ مین یہہ تقسیم نکرسکین گے ابو لولو کی چھری سے مثل وثیقۂ سیدہ سینہ چاک ہوجائین گے - ایسے پُرعدل وداد اور فاروق حق وباطل خلیفہ سے حضرت عباس کو یہہ بدظنی کیون ہوئی کہ برائے آیندہ بند کردین گے - چونکہ خمس کا ذکر قرآن مین ہے تو کیا جناب عباس عمر صاحب کو ناسخ احکام خدا جانتے تھے - شاید آیۂ متعہ کی منسوخی اون کی قوتِ خیال کا باعث ہوئی ہو - حقیقت الامر یہہ ہے کہ حضرت عمر نے اپنی بیدار مغزی وفطرت ذاتی سے جہانتک ممکن ہوا نبی کے خاندان کو دل کھول کر برباد کیا - اگر خمس کو آل نبی سے وہ نرو کتے تو آج ہم سادات کیون اون کو در بدر کوستے پھرتے میدان حشر ہے اور ہم واللہ سیدون کے ہاتھ ہوگا اور مانع خمس کی گردن خدا حاکم اور پیغمبر وکیل جسکو دے مولا دودیا فی توضرور ہوجائینگے - حاصل کلام بنی ہاشم

ایسے محتاج ہوئے کہ جسکا نمونہ بیرون مدینہ اب تک بنی فاطمہ کے جھپیر موجود ہین۔

بحمد اللہ سنّی صاحبون نے جو مال غنیمت پر ایک شور مچار کہا تھا وہ کالی گھٹا کیطرح فرو ہوگیا۔ جملہ مسلمان اسبات پر متفق ہین کہ علیکا ہاتھہ مال دنیا سے خالی تھا جیسے تہیدست آئے تھے ویسے ہی گئے نہ کسیکا دینا تھا نہ اپنا لینا۔ جن لوگون نے عہد خلفاء مین مال چکھے اور غنیمت سے حصّہ پایا۔ بعض کا حال مختصر ہدیۂ انظار ناظرین کیا جاتا ہے۔

مقدمۂ ابن خلدون مورخ کے صفحہ (۱۷۰ و ۱۷۱) پر لکھا ہی کہ حضرت عثمان کے خزانہ مین ڈیرہ لاکھہ دینار طلاء اور دس لاکھہ درہم نقرہ اور بہ مقام وادی القرئے وغیرہ تقریباً ایک لاکھہ کی جائداد تھی۔ لمولف شیخ سعدی نے جو بوستان مین انکو شب زندہ دار یعنی رات کے جاگنے والا لکھا ہے۔ یہہ اسیطرف اشارہ ہے۔ کہ حفاظت مال کیوجہ سے شب کو بیدار رہتے تھے واقعی جسکے پاس اتنا مال ہو وہ کیونکر پیر پسار کر سو سکتا ہے۔ ہم نئے بقالون مالدارون کو دیکھتے ہین کہ چورون کے خوف سے تمام رات ستارہ شماری مین بسر کرتے ہین۔ حضرت زبیر جنکا شمار عند السنیہ بصلۂ حمایت جناب عائشہ عشرۂ مبشرہ مین ہے اون کے ورثاء نے بعد وفات مورث ڈیرہ ڈیرہ لاکھہ روپیہ لیا تھا علاوہ برآن گھوڑے اور لونڈیان بکثرت تھے

جناب طلحہ کی یومیہ آمدنی ایکہزار دینار تہی - عبدالرحمان بن عوف جنکو حضرت عمر نے مجلس شوری کا پریزیڈنٹ کیا تھا اور جنہون نے حضرت عثمان کو خلافت کے لئے منتخب فرمایا تھا - اون کے اصطبل مین گہوڑے اور مویشی خانہ مین بکریون کا شمار نہ تھا -
کہان تک لکہون جملہ ہوا خواہ خلفاء بمبئی کے سیٹہ بنے ہوئے تھے - ناظرین ایک نگاہ بنی ہاشم اور اون کے طرفدارون پر ڈالین اور پہر انصاف کرین کہ مخالفانِ آلِ محمد کیا مزے لوٹ رہے تھے ٭

تمت

[illegible]

الحمد اللہ کہ رسالہ بحث اولی الامر مطبع ریاض فیض نگینہ
ضلع بجنور مین باہتمام خواجہ بشیر حسین مالک
مطبع کے چہپکر شائع ہوا
سنہ ۱۹۰۵ء

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین

رسالہ

بحثِ اصولِ دین

باعانت و امداد جناب وزیر ناظم صاحب رئیس نگینہ تخلص ناظمؔ

جسکو

سید سجاد حسین ولد سید محمد حسین مرحوم و مغفور مؤلف رسالہ سجادیہ
متوطنِ بہڑہ سادات واقعہ ساداتِ باہرہ ضلع
مظفرنگر نے ترتیب دیا ہے

جسمین

عدالت خدا اور امامت آئمہ علیہم السلام کا داخلِ دین ہونا باین عنوان
ثابت کیا ہے کہ جسکا دیکھنا اور پھر اوسپر معتقد ہونا لازمہ اسلام و ایمان ہے

حقِ تصنیف بنام مطبع محفوظ ہے

ریاض فیض رئیس نگینہ مین بحسن اہتمام خواجہ شبیر حسین صاحب کے شایع ہوا

بار اول ۵۰۰ جلد   نمبر رجسٹری ۲۴۲   قیمت فی جلد ۲ر

کتبخانہ وقف منصبیہ میرٹھ

فہرست کتب مطبوعہ و موجودہ دفتر ریاض فیض پریس نگینہ ضلع بجنور

احقاق الحق لابطال الباطل - جلد اول - مصنفہ سید امیر کاظم صاحب نگینوی ۔ شیعہ و سنی کے مناظرہ میں یہ ایک اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے مصنف نے نہایت عرقریزی و جانفشانی سے وہ اہتمام کیا ہے کہ مباحث کو کسی دوسری کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہ ہوگی ضرور طلب فرما کر ملاحظہ فرمائیے قیمت کل جلد مکمل پیشگی عیغہ - مابعد بحساب فی جزو - ۶ پائی لیجائیگی -

ایضاً - باب ۲ دوم - قیمت عمہ ۲ ر باقی ابواب زیر طبع ہیں -

رسالہ ماس پرکاش - مصنفہ ایضاً - آریہ و اہل اسلام کے مناظرہ میں یہ کتاب لاجواب ہے - قیمت ۳ ر -

بھیجی کے تکیے بولی - مصنفہ ایضاً - قیمت - ۱ ر -

نیوگنامہ حصہ ۱ - مصنفہ فیروزالدین صاحب فیروز ڈسکوی سیالکوٹی قیمت ۲ ر

ایضاً - حصہ ۲ - مصنفہ کریم بخش صاحب سالکوٹی ایڈیٹر انوارالاسلام قیمت ۱ ر

توثیق مذہب لرد و تصدیق مذہب - مصنفہ ڈاکٹر مرید حسین خان پنجابی در مباحثہ شیعہ و سنی قابل دید کتاب ہے - قیمت - ۸ ر -

متاع الاخیار لذکر اولی الابصار - مصنفہ سید غلام علی صاحب ولد مولوی سید بہادر علیشاہ صاحب پنجابی - سورہ یوسف کی تفسیر بہ تطبیق واقعات اہل تطہیر بطریق مجالس مصائب میں پر اثر کتاب ہے - قیمت عمہ -

تلخیص المصائب - مصنفہ سید جعفر علی صاحب منڈاوری مصائب میں

دفتر توقیف منصبیہ مقرنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(سوال از جمیع علمائے اہلسنت)

بعد حمد و صلوۃ مدعا نگار ہون

چونکہ جناب مولوی ابو القاسم صاحب الہ آبادی - و ولایت حسین ساکن ضلع گیا نے حسب سرخی بالا جمیع علمائے شیعہ کو مخاطب نما کر حضرت امیر علیہ السلام کے ایمان پر ایسی دلائل خاص طلب فرمائے تہین جن مین خلفاء ثلاثہ کی ذات ستودہ صفات کو کوئی حق وحصہ نہو - اور حضرت امیر ہی سے اون کا تعلق ہو -

بحمد اللہ رسالہ جات ذیل - اختصار و کشف الحجاب - و عشرۂ کاملہ و انتصار الشریعۃ - و دو حصہ سکت المخالف - مؤلفہ حقیر - و تشفی خوارج - و تسلی وغیرہ سے اوسکا ایسا معقول جواب دیا گیا ہے کہ یہہ جواب الجواب لکہنے مین حضرات نے دوات و قلم پر نذر نہین ڈالا - لہذا اس ہیچمدان کو بہی جرأت ہوتی کہ ایسا ہی عام سوال علمائے فرقۂ سنیہ کی خدمت مین پیش کرکے

جواب حاصل کریں۔ جیساکہ وہ ابتداءً ہم سوال کرکے متعدد جواب پا چکے ہین ۔ مگر مجھکو تجربہ بار بار ہوا ہے ۔ کہ حضرات علمائے اہلسنت اس تحریر کا بھی کوئی جواب عنایت نفرمائین گے ۔ کیونکہ حضرات علماء فرقۂ سنیہ کے طبائع مقدسہ مین یہہ بات راسخ و مرتکز ہو چکی ہے ۔ کہ جو کچھہ ہو سکے لکھتے جاؤ شیعہ جو جواب دین اوسپر نظر نہ کرو ۔

ملاحظہ ہو کہ حسب صراحت تصویر غالب و مغلوب ۔ و رسالہ تجادیہ ۔ تالیفات حقیر فقط تحفہ کے جواب مین (۶۵) جلدین لکھی گئی ہین ۔ باب ہفتم سند رحم تحفہ کے رد مین جسکا تعلق امامت سے ہے مسمی بہ عبقات الانوار تیس۳۰ جلدین ترتیب دی ہین ۔ جن مین سے نو۹ دس جلدین چھپ گئی ہین اور دیگر مجلدات چھپ رہی ہین ۔ دس باب کے جواب مین جسکا تعلق خلفائے راشدین کے مطاعن سے ہے آنی ہماری کتاب تشئید المطاعن لکھی گئی ہے کہ جس کو دس بارہ برس کا بچہ بہ آسانی نہیں اوٹھا سکتا ۔ صاحب تحفہ نے جن جن باتون کا انکار کیا تھا ۔ اون سب کو صدہا کتب اہلسنت سے ثابت کرکے آینہ بنا دیا ۔

فاطمہ کے گھر پر جو حضرت عمر آگ اور لکڑیان لیکر گئے تھے اوسکو سولہ۱۶ کتب اہل سنت سے دکھایا گیا ہے ۔ جن جن معاملات کو شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے غیر واقعی و کذب و افتراء شیعہ بیان کیا تھا اوسی کو حضرات کی کتب صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے ۔

معاملہ فدک ایک اہم قضیہ مابین اسلام ہے ۔ ایک سمت حضرات

ابوبکر صدیق بادشاہ عرب اور دوسری جانب ایک بیکس سیّد زادے شیعہ کا بیان ہے۔

کہ اوّل دعویٰ ہبہ ہوا اور بعد ہبہ کے دشمس ہوجانی کی وراثتاً مقدمہ دائر ہوا شاہ صاحب نے تحفہ مین لکھدیا کہ معاملہ ہبہ محض غلط افتراء شیعہ ہے تشئید المطاعن مین ۲۵ کتب اہلسنت والجماعت سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ سیّدہ نے ہبہ کا دعویٰ کیا۔

علے و اُمّ ایمن وغیرہ نے گواہی دی۔ حضرت صدیق نے سند واگذاری لکھدی۔ جسکو جناب فاروق اعظم نے جوش اسلام سے چاک کردیا۔ علمائے اہلسنت پر جواب دینا اسوجہ سے عقلاً ضروری تھا کہ اونکی بڑی سندی عالم عزیز دہلوی کا کلام رد کیا گیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ حضرت صدّیق و فاروق اعظم کی پیشانی نورانی سے کسی نے آج تک اوس دہبے کو نہ چھڑایا۔ جو کہ ردّ ہبہ و وراثت و شق سند سے اونکے چہرہ پرنور پر لگا ہوا ہے۔

شاہ صاحب کے انکاری مضامین کا متعدد کتب اہلسنت مین درج ہونا شیعہ کے خیالات کی پختگی مین وہ ہی کام کر گیا جو سونے مین سہاگہ کیا کرتا ہے۔ تمام علمائے اہلسنت سے فقط ایک قاضی احتشام الدین صاحب مرادآبادی نے نصیحۃ الشیعہ کے پہلے پرچہ مین یہہ لکھکر کہ ہم اجوبہ تحفہ و منتہی الکلام کا جواب لکھینگے فرقہ شیعہ کو امیدوار بودہ بند کا فقرہ سنایا تھا۔ جس سے ہم کو پوری امید ہوگئی تھی۔ کہ اب اندراجات کتب

سنیہ کی حقیقت ظاہر ہوکر باعث ہدایت اسلام ہوگی - مگر افسوس ہے کہ اونہون
نے قبل از جواب ہی ترک دنیا مین اس تیزی سے پیش قدمی کی کہ ہمارا غنچہ
امید جو کہ بشارت جواب سے فی الجملہ روبشگفتگی لایا تھا پہلے سے زیادہ
منقبض ہوگیا -

- بعد اس وعدہ کے قاضی صاحب کئی سال بقید حیات رہے لیکن
کسی ایک کتاب کے چھوٹے سے قضیہ کو بھی حل نفرما سکے - البتہ احادیث
شیعہ پہ نکتہ چینی کرنے مین اس اہتمام سے کمربستہ رہے کہ آگے پیچھے کا
مطلق خیال نہ رہا - یہہ نادر عجیب بات جناب قاضی ہی کی تحریر مین دیکھیگی
کہ جسقدر عمارات معماران سبکدست روزانہ بناتے تھے - وہ ساتھہ ہی
ساتھہ تہوڑی تکان پاکر گرتی چلی جاتی تہی - ایک طرف معمار
مزدورون پر اینٹ ڈلے چونے پتھر کے آوارے پھینک رہے تھے -
اور دوسری سمت سے قزلباشون کا لشکر سفرمینا بنا ہوا بیلچہ قلم سے
دیوارون کی نیوین کہودتا ہوا آتا تھا -

آج جو عمارت تیار ہوئی وہ کل صبح ایسی نیست و نابود ہوجاتی تہی
کہ گویا یہان کوئی کام ہی نہوا تھا - یہہ بات دو حال سے خالی نہین -
یا تو قاضی صاحب نے پیچھا پھر کر نہین دیکھا کہ تمام تعمیر نابود کرکے
بانسون غار کردئے - یا یہہ کہ رسالہ روشنی کی چمک نے اون کی
بصارت کو خیرہ کرکے ایسا شپرک چشم بنایا تھا کہ پیچھے جو گڈھے
پڑ گئے تہے اونکو دیکھہ نہ سکے -

شیعہ نے اکثر مصنفین اہلسنت کی زندگی مین جواب دئے مین چنانچہ شاہ صاحب کے حیات مین حکیم مرزا محمد صاحب نے نزہہ لکھکر تمام اوراق تحفہ کو مثل پتنگ ہوا بتایٔی۔

حیدر علی صاحب فیض آبادی منتہی الکلام کا جواب پاکر پچیس برس ۲۵ تک زندہ رہے۔ مگر سوائے تسلیم گردن نہ اوٹھا سکے۔

زمانۂ حال مین آیات بینات کے مصنف مولوی مہدی علیخانصاحب محسن الملک رات دن محمڈن اسکول کے چندہ مین تو سرگرم ہین مگر رمی الجمرات کو کبھی ترچھی نگاہون سے بھی نہین دیکھسکتے ایسے بہت نظائر ہین اہل سنت سے شیعہ کی کتاب کا نہ کبھی جواب ہوا اور نہ آیندہ ہو آج دنیا مین اہلسنت کے کوئی کتاب ایسی نہین ہے جسکا جواب شیعہ نے بمقابلہ اصل کتاب یا دیگر کتب مین ندیا ہو قصہ کوتاہ قاضی صاحب ممدوح کے بعد پھر کسی طرف سے یہہ آواز نہ آئی کہ ہم جواب دیکر خلفاء رضوان اللہ تعالے انکا راست باز ہونا ثابت کرا مینگے۔

ہرگاہ باقرار قاضی احتشام الدین صاحب ثابت ہوگیا کہ تحفہ و منتہی الکلام وغیرہا کتب کے جوابون کا جواب الجواب ابتک وقف قلم نہین ہوا لہذا سمجھا گیا کہ کوئی ایسا ہی پیچ پڑا ہے۔ کہ جسکے سلجھانے مین ابھی تک حضرات اہلسنت کو باین کثرت وجاہ و منزلت کوتاہ دستی ہے۔ خیر قیامت کے انتظار کا ہم بھی اقرار

کرتے ہین یہ عجب نہین کہ اس عرصہ مین کوئی صاحب مثل قاضی احتشام الدین صرف وعدہ ہی سے ہماری انقباض طبیعت کو شگفتہ فرمائین - اس وقت مین محض بنظر دردِ دین و رفاہِ اسلام بہت ہی تنہا مضمون مباحث سابق سے قطع نظر کرکے متعلق بہ اصول دین پیش کرتا ہون - شاید کسی عالم کو یہہ ہمت ہو کہ اوس کا جواب دے کر اصول اسلام کا صحیح ہونا ثابت کرا دے - اس بحث مین نہ کسی خلیفہ پر کوئی الزام وارد ہوتا ہی - اور نہ کوئی جائداد کثیر قبضہ خلفاء سے نکلکر اہلبیت رسول کے تصرف مین آتی ہے - نہ کوئی اکابر اسلام سے بُرا کہا جاتا ہے - معاذ دین محمد کی سچائی اور اوس کو موافق عقل کر دینے مین تھوڑی سی کوشش کرنی پڑتی ہے - چونکہ اسمین کسی کا ضرر نہین - لہذا مین ایک خفیف امید رکھتا ہون - شائد کوئی خیر خواہِ اسلام اسطرف توجہ فرمائے - واضح ہو کہ شیعہ کے ہم عدد پنجتن پاک علیہم السّلام اصول دین پانچ ہین - توحید(۱) - عدل(۲) - نبوت(۳) - امامت(۴) - قیامت(۵) - اور حضرات سنیہ کے برعایت ثلاثہ کرام تین(۳) - توحید(۱) - نبوت(۲) - قیامت(۳) - حضرات اہل سنت عدل خدا و امامت آیمہ ہدا کے منکر ہین - اون کے نزدیک عدل و امامت ایسے غیر ضروری ہین کہ جس سے قلعۂ مذہب کے استحکام مین کوئی فرق نہین آسکتا - بخلاف اہلسنت شیعہ کے یہان دونون کو ایسا اہم اور ضروری سمجھا گیا ہی کہ بلا اون کے کوئی اصول صحیح نہین رہ سکتا - تمام معاملہ درہم و برہم

ہوا جاتا ہے - پس اس معاملہ مین صرف یہہ ہی بات تنقیح طلب ہے -
(کہ آیا عدلِ خدا و امامت آئمہ کا اصول دین مین داخل کرنا عبث و بیجا
ہے یا کہ صحیح و بجا) -

(واضح ہو)

کہ عدل خدا کا انکار کرنا بظاہر ایسا ضرر رسان ثابت ہوتا ہے کہ نبوت و
قیامت جسکو حضرات اہلسنت نے اصل ایمان گردانا ہے - کچھہ بطور نظر
آتی ہے بلکہ تمام کتب سماویہ توریت - و انجیل - و زبور - و فرقان -
وغیرہا بے اصل محض قرار پاتے ہین - کیونکہ عادل پر فرض ہے کہ اپنی رعایا یا
مخلوق کو نیک و بد باتون کی تمیز دلانے افعال حسنہ و قبیحہ کے ترک و عمل پر
قائم رکہنے کی غرض سے انزال کتب و ارسالِ اشخاصِ متوسط یعنے انبیا سے
حجت عامہ والناس کو اپنے ذمہ ہمت سے اوٹھا دیوے - چنانچہ خدا نے
ہماری اصلاح کے لئے انبیاء و کتب بہیجکر ہمکو پابند کر لیا کہ اوس کے عادل ہونیکا
ہم ایسا مستحکم اقرار کرین جو کہ ہمارے ایمان کا جزو اعلےٰ شمار کیا جاوے -
ایسی تاریکی و بے تمیزی کی حالت مین جبکہ ہم اچھے اور برے کی تفریق کا
امتیاز و مادہ نہ رکہتے تہے اگر ہمارا خالق مثل وحوش و بہائم ہمکو مطلق العنان
کر کے ارتکاب قبائح پر جس کو وہ خود ہی قبیح جاننے والا ہوتا اور ہم بوجہہ عدم
معرفت و نا خدا شناسی نابلد محض ہوتے سرزنش فرماتا تو اوس کا ظالم و جابر
ہونا لازم آتا - جو کہ عدلِ حقیقی کی ضد ہے اوس وقت یعنے تنبیہہ جرائم پر
ہمسکو یہہ عذر کرنے کا پہلو نکل سکتا تھا - کہ آپ جس فعل کو معصیت قرار دیکر

گوشمالی فرماتے ہین - اوسکی ہسکو ماہیت ہی نہین تبائی گئی - پس جبکہ
اوسنے اپنے لطف حقیقی سے بذریعہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوۃ
والسلام سچے وحدانیت کی تعلیم دلائی اور ہماری ضروریات عبادات
وتصفیہ تنازعات و دیگر معاملات کے لئے ایک جامع کتاب بھیجدی۔
تو ہمپر واجب ہوگیا کہ اوس کا شکریہ ان لفظون مین ادا کرین - کہ تیرا لطف
وکرم ہمارے ساتھ عادلانہ ہوا۔
دیکھو مثال دنیا دیکر تبلایا جاتا ہے - کہ اگر کوئی سلطان اپنی رعایا کے
لئے نہ قانون بنائے - اور نہ کوئی حاکم اون کی اصلاح افعال و
انفصال قضایا و دیگر ضروریات کے لئے متعین کرے - اور یا ین
بے عنوانی و مطلق العنانی بہر پاداش جرائم سزا دیجلخانہ وتازیانہ پر
آمادہ ہوجائے - تو کہا جائیگا کہ اوس بادشاہ نے اپنی رعیت کیساتھ
ظالمانہ برتاؤ کیا۔

ہم اپنی گورنمنٹ کو بضرورتِ دنیا اسی جہت سے عادل کہتے ہین
کہ اوسنے ہماری دنیاوی حالتون پر نظر فرما کر قانون بنایا - اطاعت و
بغاوت کے مفاد و مضرات بتائے - رفع مفاسد کے لئے حاکم قائم
کئے - انتظام خلائق کسی نا اہل کو ندیا - بلکہ تعلیم یافتہ شخصون کو ہمارا
حاکم بنایا - تب ہمنے اوسکو عادل و دادگستر کہا - اگر اوسکی عدالت کے
اقرار کو اپنا شعار نہ گردانین تو لازم ہوگا کہ ہمنے اپنے فرائض منصب کو
پورے طور ادا نہین کیا - اور وفادار رعایا کو جن لفظون سے سلطان کا

شکریہ ادا کرنا چاہئے .... نہین کیا - علیٰ ہذا عدالت خدا کو
اصول دین سے خارج کر کے اوسکو غیر ضروری سمجھنا ایک بڑے درجہ کی
ناسپاسی و کفران نعمت کرنا ہے - جو کہ بالکل منافی شان عبدیت ہی
ہمبرین بناء نبوت شعبۂ عدل سمجھی گئی - بلا تقدیم اقرار عدالت اعتراف
نبوت صریحًا و بداہتًا دلیل بے بصیرتی ہے - یاد رکھنا چاہئے کہ نبوت
کی تفریع عدالت پر ہوئی ہے - درخت کا سلسلہ جڑ سے ہوتا ہے -
جبکہ عدالت کو جو کہ اصلِ اصولِ نبوت ہے چھوڑ دیا تو محض اقرار نبوت ایسا
بے فائدہ و مضرت رسان ہو جائے گا کہ جیسا کوٹھے پر چڑھتے ہوئے
ایک زینہ چھوڑ کر دوسرے زینہ پر قدم رکھنے سے ہوا کرتا ہے - جو شخص
ایسی گرم روی کرے گا وہ ضرور چار دن شانہ چت گرے گا -
منکران عدل ذرا سوچ سمجھکر ارشاد فرمائین - کہ انبیاء کا کافۃً الناس پر
مسلّط فرمانا عدل ہے یا ظلم اگر عدل ہے تو خدا کو عادل مانکر نبوت پر عدل کو
کیون نہ مقدم کیا جاوے - اسکے قباحت بیان فرمائے جاوے -

امامت

امام نائب رسول کو کہتے ہین - امامت نبوت کی ایسی ہی شاخ
ہے کہ جیسے نبوت عدالت کی - اگر شاخین کسی درخت مین نہون گی تو بہ
حیثیت ظاہری اوسکو درخت نہ کہا جائے گا - بلکہ حسب اصطلاحات مسلک
اوسکو کسی ایسے لفظ سے بولا جائے گا جسپر درخت ہونے کی صفت نہ آسکتی ہو
سوا اوسکے یہہ حالت ہے کہ منکر خلیفہ و امام بحکم قرآن کا فر قرار دیا گیا ہے -

دیکھو شیطان نے آدم علیہ السّلام کی اوس عظمت و جلالت سے جو کہ
اونکو خلیفہ فی الارض ہونے سے ہوئی تہی باعتبار اپنے قیاس ناقص کے
انکار کیا۔ جس سے زمرہ ہالکین وضالین مین داخل ہوا اور نہو تو آئیہ
قرآن دیکھہ لو ابیٰ واستکبر وکان من الکفرین تعجب نہین
کہ بعض حضرات فرمادیوین کہ شیطان انکار سجدہ سے کافر ہوا ہے نہ کہ خلافت
سے اون کو خیال فرمانا چاہئے کہ وہ سجدہ ربوبیت نہ تھا جو کہ عبد معبود کو کرتا
ہے۔ بلکہ وہ سر جہکانا اوسی تعظیم کے لئے تھا جو کہ حضرت ابو البشر کے خلیفہ
فی الارض ہونے کی جہت سے تھا۔ شیطان نے اون سے حسد کی
اور اپنے ناری ہونے سے اون کی جلالت و خلافت سے انکار کیا۔ لہذا کافر کہا گیا۔
(۲) خدائے پاک فرماتا ہے (وکتب علیٰ نفسہ الرحمۃ) یعنے
خدا نے رحمت کو اپنی ذاتِ پاک پر لازم کر لیا ہے اور کوئی شک نہین ہوسکتا
کہ نبی صلعم مخلوق خدا پر اوس کی رحمت مجسم ہین آیہ رحمۃ للعالمین شاہد عادل
موجود ہے۔ ہرگاہ نبوت و امامت مین اصل و فرع کا علاقہ ہے تو لامحالہ امام
رحمت خدا ہو۔ اوس کے انکار سے انکار عدل لازم آتا ہے۔ جسکو رحمت سے
نہایت چسپیدگی و وابستگی ہے۔ مجرد اقرار نبوت بلا اعتقاد و تسلیم امامت
محض ناکافی بلکہ بے سود سمجہا جائے گا۔ بعد نبی اگر امام کی ضرورت لغو و عبث
سمجہی جائے تو انتظام عباد مین بڑا مفسدہ پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اعتقاد
اصول متعلق بقلب ہے اور اظہار فروع یعنے نماز و روزہ و حج و زکوۃ وغیرہ
سماعاً و جوارح و اعضاء اسی قوت مجموعی یعنے تصدیق بالجنان و عمل بالارکان کا نام

اصطلاحِ شرع مین ایمان ہے امام چونکہ ان سب باتون کا بتلانے والا ہے۔ لہذا اوسکا اقرار وانکی اصولِ دین کرنا ازبس ضروری سمجھا گیا۔

رسالتماب نے جبکہ حضرت امیر کو خلعتِ نیابت سے سرفراز فرمایا۔ اوسی روز بہ اتفاق جمیع مفسرین اسلام تکمیل دین کی آیت نے شرفِ نزول فرمایا۔ نبی صلعم کا مولائیت حضرت امیر کو مشتہر کرکے زیر ممبر آنا اور اوسیوقت جبرئیل علیہ السلام کا آیۂ اکمالِ دین سنانا ہم کو یقین دلا رہا ہے کہ علی کا مولائے مومنین ہونا ہی۔ مبشر بہ اکمالِ دین تھا۔ لفظ مولیٰ کے بوجہہ مشترک المعنی ہونے کے گوکہ کچھہ ہی معنی کیون نہون مگر اسموقع پر وہ ہی ربط پذیر ہونگے جو نبی وامّت کے باہم ارتباط پائے ہوئے ہین۔ جیسے کہ آنحضرت مسلمانون کے مولا ہین ایسے ہی ہر اوس شخص کے جو کہ لا اِلٰہ الّا اللہ کہکر اسلامی احاطہ مین داخل ہوا جناب امیر مثل بشیر و نذیر مولا ہین۔ وَمَنْ کَانَ خَلْفَ النَّبِیِّ فَھُوَ اَشْبَہُ النَّبِیِّ) مشہور عالم ہے یعنے خلیفہ مثل ومشابہ نبی ہوتا ہے۔

پس تعجب ہے کہ ایسے سرگروہ اسلام کی امامت کو جو کہ تکمیل دین نبوی کا سبب ہو کر باعث استحکام منشا بعثتِ آنحضرت ہوا۔ خارج از اصول دین کیا جاوے۔

اگر منکران عدل وامامت فرمادیوین کہ بعد نبی امامت کی کوئی ضرورت نہین رہی تو رسول صلعم نے ایسی غیر ضروری چیز کے لئے مواطن متعددہ مثل عرفات و غدیر وغیرھا مین یہہ کیون ارشاد فرمایا کہ مین عنقریب تمسے

رخصت ہوکر جوارِ رحمت پروردگار مین جانے والا ہون - تمہاری ہدایت کے
لئے دو چیزین قرآن و اہلبیت چھوڑتا ہون - اگر ان سے تمسک
کروگے جادۂ ضلالت وغوایت سے بچکر سیدہے بہشتی پہاٹک پر پہونچ
جاؤگے - بصورت ترک و اختلاف اوندہے منہہ جہنم کے تاریک گڈھے
مین ہمارہو گے -

حضرات اہلِ سنت کے ایک بڑے مسلم الثبوت و فاضلِ کامل نے
جنکا نام نامی شاہ عبد العزیز صاحب ہی تحفہ کے باب چہارم مین حدیث
ثقلین کو اوسی معنی پر تعبیر فرمایا ہے جس منشاء سے رسالت مآب
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اوسکو ارشاد فرمایا تھا - عالم موصوف تحفہ
کے باب چہارم مین لکھتے ہین (کہ باتفاق سنی و شیعہ ثابت است
کہ پیغمبر فرمود انی تارک فیکم الثقلین) یعنے من درمیانِ شما
دو چیز بزرگ میگزارم قرآن و اہلبیت - ازین معلوم شد کہ پیغمبر مارا
حوالہ باین دو چیز عظیم القدر فرمودہ - پس مذہب کہ مخالفِ این
ہر دو باشد عقلاً و شرعاً باطل است)

تعجب ہے کہ ایسی چیز کو جسکے متمسک ہونے سے ضلالت رفع ہو
اور ہدایت کی سیدہی اور صاف سڑک ملی اور جس کی مخالفت کو عزیز دہلوی
شرعاً و عقلاً باطل سمجہین -- اوسکو داخل اصول نہ سمجہا جاوے اقرار نبوت
سے بھی تو یہہ ہی نتیجہ ہے کہ بہشت کے کسی گوشہ مین ایک چارپائی کی
جگہہ مِل جاوے سو وہ بعد رسالت مآب موقوف ہے معرفتِ امام پر

چنانچہ سنی و شیعہ نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ جسنے امام زمانہ کو نجانا وہ کافر ہو کر مرا۔ پس جبکہ ایسی ضروری اور اہم چیز کو جسپر فیصلۂ آخرت موقوف ہے غیر ضروری سمجھکر فرد اصول سے خارج کیا تو اقرار نبوت و دیگر اصول نے کیا فائدہ دیا۔ اسجگھہ شاید بعض حضرات یہہ فرمائین کہ آنحضرت نے دو چیزین چہوڑی تہین قرآن و اہلبیت پس قرآن کو کیون الگ کیا گیا اوسکو بہی اصول کا ایک نمبر دینا چاہئے۔ سواوسکی صورت یہہ ہے کہ قرآن ناطق نہین بلکہ صامت ہے وہ محتاج ہے اوسی دوسرے ثقل کا جسکے ساتہہ نبی نے اوسکو شیرازہ بند کیا ہے۔ اگر وہ تنہا کفایت کرتا۔ تو عترت کو اوسکے ساتھہ پیوستہ نہ کیا جاتا۔ قرآن سے بحکم یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا حسب اقتضائے فہم ہدایت و ضلالت دونون مستنبط ہو سکتے ہین۔ مگر امام معصوم و مفترض الطاعت سوائے مسلکِ صحیح دوسرا نہین تبلا سکتا۔ کیونکہ وہ اوس خاموش و بیزبان کتاب کے رموز و غوامض کو صاف کر کے اوسیطرح خلایق کو سکہا سکتا ہے جیسے کہ نبی اپنی زبان سے تعلیم فرماتے تہے۔ قرآن و امام مین باہمدگر ایسی ہی ملازمت ہے۔ کہ جیسے ریسمان مین موتی ہے۔ اسی جہت سے آپنے دونون کو حبل المتین فرمایا ہے۔ رسی مین مضبوطی و متانت اسوجہہ سے ہوتی ہے کہ اوسکے جمیع اجزا ایک دوسرے سے پیچیدہ و وابستہ ہوتے ہین اگر دونون جدا ہوتے تو شاید اصول کا کوئی نمبر بڑہایا جاتا۔ اندرین حالت مقر امام مقر قرآن ہے۔ اور منکر امام منکر قرآن۔

ہر چند کہ امامت کا اصول دین مین داخل ہونا ایسے دلائل واضح و حجج باہرہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ جس کے سامنے سوائے سر تسلیم خم کر لینے کے دوسرا چارہ نہ ہوگا۔ مگر دل چاہتا ہے کہ علمائے اہلسنت کے کچھہ اور اقوال ایسے پیش کردون جس سے حضرات اہلسنت کو پورا وثوق ہوجائے اور وہ بھی بشرط انصاف امامت کو اصول مین داخل سمجھنے کے لئے آمادہ ہوجاوین قاضی بیضاجن کی تفسیر تمام تفاسیر مین عند السنیہ گل سرسبد سمجھی گئی ہے۔

کتاب منہاج مین بہ مقام بحث الاخبار رقمطراز ہین (ان المسئلۃ الامامۃ من اعظم المسائل اصول دین ویدل علیہ ایضا ما قالہ استروشی من الحنفیۃ فی الکتاب المشہور بینھم بالفصول من تکفیر من لا یقول بامامۃ ابی بکر) خلاصہ کلام یہہ ہے کہ مسئلہ امامت اعظم اصول دین سے ہے اور اسپر دلالت کرتا ہے قول استروشی کا جو کہ علماء حنفیہ سے ہین وہ قول یہہ ہے کہ جو ابو بکر کو امام نہ مانے وہ کافر ہے۔

جلال الدین سیوطی نے رسالہ صدر آنافہ مین فرمایا ہے (الخلافۃ رکن عظیم من ارکان الاسلام اخبر بہا الشرع وردت بہا الاحادیث والاخبار) یعنے خلافت رکن عظیم ارکان اسلام سے ہے جس کی خبر شرع نے دی ہے اور احادیث واخبار بھی اوس کی رکنیت اسلام ہونے پر وارد ہوئے۔

شاہ ولی اللہ شروع ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں (لاجرم نور توفیق الہی در دل این بندۂ ضعیف علمی را مشروح و مبسوط گردانید - تا آنکہ بعلم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت این بزرگواران اصلی است از اصول دین تا وقتیکہ این اصل را محکم نہ گیرند ہیچ مسئلہ از مسایل شریعت محکم نہ شود ہر کہ در شکستن این اصل سعی می کند بحقیقت ہدم جمیع فنون مذہب می خواہد -

شہرستانی ملل و نحل میں فرماتے ہیں (وبالجملۃ کل مسئلۃ تبتغین الحق فیہا بین المتخاصمین فہی من الاصول ومن المعلوم ان الدین اذا کان منقسم الی معرفۃ وطاعۃ والمعرفۃ اصل والطاعۃ فرع فمن تکلم فی المعرفۃ والتوحید کان اصولیا ومن تکلم فی الطاعۃ والشریعۃ کان فروعیا والاصول ہلا معضوع علم الکلام الی آخرہ)

نتیجۂ کلام شہرستانی یہہ ہوا کہ دین دو قسم پر تقسیم ہے اول معرفت دوم طاعت - از انجملہ معرفت اصول ہے اور طاعت فرع جو شخص کہ توحید خدا میں گفتگو کرے وہ اصول سمجھے جاینگے اور طاعت و شریعت کو فروعی تصور کیا جائے گا -

شیعہ جو امامت کو مثل توحید و عدل و نبوت و قیامت داخلِ اصول کرتے ہیں طاعت سمجھکر نہیں کرتے بلکہ معرفت - چنانچہ

حدیث نبوی اسپر شاہد ہے (من لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ) یعنی جسنے امامِ زمانہ کا انکار نہ کیا وہ کافر ہوکر مرا۔ پس امامت بذیل معرفت معدود ہونے سے مسئلہ اصولی قرار پائے۔

علاوہ برین فخر الدین رازی تفسیر کبیر مین تحت آیۂ استخلاف یہہ فرماتے ہین کہ یہہ آیہ اکثر مسائل اصولِ دینیہ پر مشتمل ہے اونجملہ اون کے مسئلہ امامت ہے بعد ازین امامت خلفاء اربعہ کو شمار کر کے فروا صول کو مرتب کیا ہے۔

تمام عبارات مندرجہ صدر کا مفاد یہہ ہوا کہ بلا اقرار امامت کوئی اصول صحیح نہین ہو سکتا جو شخص کہ امامت کو خارج از اصول سمجھکر درپئے تکذیب ہو وہ جمیع فنون شریعت کی بنیاد کا منہدم کرنے والا ہے۔ مجکو اس جگہہ یہہ بحث کرنی ضروری معلوم نہین ہوتی کہ حضرتِ صدیق وفاروق رضی اللہ عنہ کی امامت صحیح ہے یا جناب امیر علیہ السلام کی اس باب مین صدہا کتابین فریقین کی موجود ہین جنکے ملاحظہ سے نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ اسموقع پر میرا فرض تھا کہ امامت کا داخلِ اصول دین ہونا بقولِ اکابر اہلسنت ثابت کردون بحمد اللہ اوسکو عقلی و نقلی ہر دو طریقہ سے باین دلائل واضحہ ثابت کیا گیا ہے کہ جسکا جواب سوائے سکوت محال بل ناممکن ہے جو لوگ کہ امامت کو ازجملہ اصول دین جانتے ہین (شیعہ) وہ بنیاد اسلام کی مضبوط کرنیوالی ہین

اور جنہون نے امامت کو غیر ضروری سمجھکر فروِ اصول مین کوئی نمبر نہین دیا۔ (سُنّی) وہ بقول ولی اللہ صاحب ارکان اسلام کے ہلانے والے ہین قصہ کوتاہ یہہ امر بوجوہ کامل طے ہوگیا کہ خلافت اصول دین کا رکن اعظم ہے۔

اب بحث صرف یہہ رہی کہ کسکی امامت یہہ اقتدار رکھتی ہے جسکو اصول مین شامل کیا جائے اوس کے لیئے ایسا شخص ہونا چاہئے جس کو خدا نے نفس نبیؑ قرآن مین فرمایا ہو۔ جس نے بروز دعوتِ قریش سب سے اول بحالتِ صغر سنی اسلام کے مدد کرنے کا وعدہ کیا ہو۔ جس نے نبی کے شریک حال ہوکر بیت اللہ کو بتون سے پاک کیا ہو۔ جسکے لئے نبی نے خدا سے شرکت امر نبوّت کے لئے اون لفظون مین دعا کی ہو جنمین موسے علیہ السّلام نے جناب ہارون کے لئے کی تہی۔ جسکو نبی نے انت اخی فے الدنیا والآخرہ کہا ہو۔ جس سے نبی نے صیغہ اخوت پڑہکر اپنا بھائی قرار دیا ہو۔ جسکو قتل کفار کے لیئے قدرتی حربہ ملا ہو جسنے پہلوانان عرب کا سر نیچا کرکے اِسلام کا نام بلند اور دین کو مضبوط کیا ہو جسنے محض راہ خدا مین اپنا نفس بیچکر (ومن النّاس من یشری نفسہ الابتغاء مرضات اللہ کا زیبا و خوش قطع خلعت زیب بدن فرمایا ہو جس کی ایک ضرب روز خندق نے تمام عابدون کی عبادت پر فوق پایا ہو۔ جس کی اولاد نے آنحضرت کو شرف شہادت وطول حیات سے ممتاز کیا ہو جسکے باب مین آنحضرت نے اَنْتَ مِنّی بِمَنْزِلَۃِ ھَارُونَ

ہین موسے اِلَّا اِنَّہٗ لا نبی بعدی فرمایا ہو وغیرہ وغیرہ۔
محمد اسمعیل شہید کتاب درجاتِ امامت کی فصل اوّل مین لکھتے ہین۔
(کہ امامت در ہر کمال عبارت است از حصول مشابہت تامہ با نبیاء اللہ
دران کمال پس مشابہہ با نبیاء در علم احکام ہمین ملہمین محفوظین باشند پس کسیکہ
در ہمان کمالات مذکورہ با نبیاء اللہ مشابہت داشتہ باشد امامت او اکمل
باشد از امامت سایر کاملین پس لابد درمیان این امام اکمل و در میان
انبیاء اللہ امتیازے ظاہر نخواہد شد اِلا بہ مرتبہ نبوت پس در حق مثل
این شخص توان گفت کہ اگر بعد خاتم الانبیاء کسے بمرتبۂ نبوت فائز میشد
ہر آئینہ ہمین اکمل الکاملین فائز میگردید چنانچہ در روایت لوکان
بعدی نبیًا لکان عمر و در حق علی انت منی بمنزلۃ ہارون
من موسے اِلَّا انہ لا نبی بعدی وارد است انتہی کلامہ ایک شیعی
شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ **بیت**

اگر جہان مین نبی بعد مصطفٰے ہوتے ۔۔۔ قسم خدا کی پیمبر مرتضٰے ہوتے

بالجملہ نتیجہ کلام بالا یہ ہوا کہ امام سوائے مرتبۂ نبوت اور جمیع باتون مین
مثل نبی ہوتا ہے بعد نبی اکمل افراد سوائے امام کے کوئی دوسرا
نہین ہوسکتا۔ دیکھو حسب خبر معتبر محررہ بالا ثابت ہوا کہ علی بعد نبی قابلیت
نبوت رکھتے تھے۔ تعجب ہے کہ امامت کو جو کہ نبوت سے مشابہت تام
رکھتی ہے حضرات اہلسنت خارج از اصول جانتے ہین۔ گو کہ حضرات اہلسنت
شیعہ کا جواب نہ دینا سنت موکدہ جانتے ہین۔ مگر مجکو بڑی خواہش ہے

کہ اسکے جواب مین ضرور توجہ فرما ہون گے +

قیامت

بظاہر قیامت سے یہہ مصلحت قائم کیگئی ہے۔ کہ خلائق کو اونکے اعمال حسنہ و قبیحہ کی سزا و جزا دیکر اس قصہ کو پاک کردیا جائے۔ چنانچہ سورہ حمد مین ہمکو تعلیم دیگئی ہے کہ ہم اُسکو مالک یوم الدین یعنے انصاف والے دن کا مالک و مختار کہہ کر پکارین۔

سوچنا چاہئے جبکہ تمام کائنات۔ خداوندی کا اظہار ایسے دن پر ہوا جسکو اوسنے بغرض اعلان شان عدالت مخصوص کیا ہے۔ تو انکار عدل سے انکار قیامت لازم آجائے گا۔ عدل ہے تو قیامت بھی ہے والا فلا۔

حضرات اہلسنت پر لازم ہے کہ تقریر حقیر کو بنظر غائر ملاحظہ فرما کر عطائے جواب سے معزز فرمائین۔ یہہ وہم بہی نکرین کہ اونکے اصول موجودہ مین کوئی فرق پڑجائیگا۔ غور فرمائین کہ اگر خدا کو عادل مانکر فرد اصول کو بڑھا دیا تو کیا ہرج ہوگا۔ بہرحال اپنا ہی تو خدا ہے اگر اوسکا ایک نمبر کی ترقی دیدیگئی تو کیا نقصان ہوا۔ امامت سے بہی نہ گبہرائین کیونکہ سرخیل سنیہ جناب شاہ صاحب تحریر فرماچکے ہین کہ مذہبی کہ متناقض این ہر دو باشد عقلاً و شرعاً باطل است۔ مگر وہ یہہ فرماتے ہین کہ مسلک اہل بیت پر ہم چل رہے ہین نہ کہ شیعہ خیر ایسے ہی ہو مگر آپ امامت کو داخل اصول تو کرلین۔ اگر حسب تقریر بالا ہماری اصول صحیح ہین

تو حضرات اہلسنت کو بیدار ہونا چاہئے کہ بپاداش نقص اصول قیامت مین اونٹ
کس کروٹ بیٹھے گا - ہم گروہ شیعہ بعنایت الٰہی کسیطرح معرض عتاب مین نہین
آسکتے - کیونکہ اہلسنت سے اصول مین کم درجہ نہین رکھتے - کمی بہرحال قابل
مواخذہ ہی - اور زیادتی کسیطرح لائق محاسبہ نہین ہوسکتی - کیا خدا ہمسے یہہ کہہ سکتا ہی
کہ تمنے مجکو چونکہ عادل سمجھا تھا لہذا فی النار کئے دیتا ہون - نہین ہرگز نہین - یہ
بات اعتراضاً اوسی گروہ سے کہی جاسکتی ہے جو کہ اوسکے عدل کے انکار کو باعث
تقویت ایمان اعتقاد کرے - پس حسب تنقیح بالا عدل و امامت کا اقرار لغو و عبث
نہین بلکہ ضروری طور پر سراسر حق و بجا ہے انکار عدل و امامت سے نبوت و قیامت
ہی نگئی بلکہ شان وحدانیت پر بہی اثر پڑ گیا مین عقلاء اہلسنت سے قوی امید کرتا
ہون کہ بنگاہ سرسری ملاحظہ نفرمائین گے یاد رکہنا چاہئے کہ جس مذہب کے
اصول صحیح ہین وہ تمامتر صحیح ہے ورنہ نہین +

المشتہر

سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم متوطن بہڑہ سادات

واقعہ سادات بارہہ ضلع مظفر نگر مولف رسالہ سجادیہ

وغیرہا

مقبول عام کتاب ہی - قیمت ۔۴ ر

بنیاد اعتقاد - شیعہ بچونکی ابتدائی تعلیم کیلئے نایاب کتاب ہی قیمت ۲ ر

ناول شعلہ پنہان - مکالمہ دو ہمشیرگان مین مردون کے عیوب بڑی خوبی سے دکھائے ہین - قیمت - ۴ ر

مثنوی کاشانہ عروس - مصنفہ حقیر - یہہ کتاب تعلیم نسوان کے لئے بیحد و غایت مفید اور کار آمد ہے ضرور منگا کر اپنے اپنے گھرون مین متبوع ا کے مطالعہ مین اور غیر خواندہ عورتون کے درس مین رکھین غالبًا سال آیندہ مشن اسکولون مین درس کیلئے داخل کیجائے - قیمت ۔ ۳ ۔

قصیدہ نوروز عالم افروز مصنفہ حقیر واقعات نوروز اور مدح جناب امیر خیبر گیر مین قلم فرسائی کی ہے - قیمت - ۱ ر

علاوہ کتب مذکورہ کے درسی کتابین مطبوعہ مطبع ہذا مثل -

آمد نامہ - قادر نامہ - حکایات لطیف - لڑکون کا کھیل - قاعدہ بغدادی - تشریح الحروف شکایت نامہ - بشارت نامہ - پہاڑہ اردو - پہاڑہ ناگری - اچھر دیپ ناگری - بال اوپدیش ناگری - قصہ شاہ روم - میزان فارسی - انشائے گلدستہ رقعات - ہفت بند کاشی - پارہ عم - پارہ الم - کریما - خالق باری - انشاء دلکشا - عہد نامہ دعاء طاعون کلان - دعاء طاعون خورد - کنواری نامہ - کنوارے نامہ - فارم عدالتی ہر قسم موجود ہین -

المشتہر
خواجہ بشیر حسین مالک مطبع ریاض فیض نگینہ

اطلاع

بہر خاص و عام کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اس رسالہ
بحث اصول دین کا حق تصنیف بنام مطبع
ہبہ کردیا ہے - رسالہ ہذا داخل رجسٹری گورمنٹ
بموجب قانون ایکٹ ۲۵ - سنہ ۱۸۶۷ء کردیا گیا ہے
لہذا کوئی صاحب بغیر اجازت مالک مطبع قصد طبع
نفرمائین - ہان جسقدر جلدین مطلوب ہون مطبع
ریاض فیض نگینہ ضلع بجنور سے طلب فرمائین - فوراً
تعمیل ارشاد کیجاوے گی -

علاوہ اسکے ہمارے مطبع مین کام ہر قسم کا مثل ناگری - انگریزی - اردو
عربی - نقشہ - تصویرات ہر قسم رنگدار وغیرہ - بیل بوٹے -
اردو ٹائپ - و سائین بورڈ - سنگ تراشی و کندہ گی مہر و سنگ
و کام کامدانی و سر یہ جات ہر قسم کا موجود ہے اور ہوتا ہے جس صاحب کو
جس قسم کا کام لکھوانا یا چھپوانا یا کہدوانا منظور ہو تشریف لاکر یا بذریعہ خط و کتابت
معاملہ کو طے فرمائین +

فہرست وقف منشیہ میرٹھ

إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان

رسالہ

دافع وہم

من تصنیفات

منشی سید عالی فاضل جلیل السید سجاد حسین صاحب مصنف رسالہ سجادیہ وغیرہ

حسب فرمائش

سید مہدی حسین نجفی مالک و مہتمم امامیہ کتب خانہ لاہور

آثار حیدری

یہ بے بہا قابل قدر تفسیر کتاب اللہ جو امامیہ سلسلہ کے گیارہویں امام حجت اللہ راسخ العلم
حضرت امام حسن العسکری علیہ السلام کی عربی تفسیر کلام اللہ کا اردو ترجمہ ہے جس
کو جناب مولوی سید شریف حسین صاحب نے کمال محنت و جانفشانی سے فیض
عام کے لئے سلیس اردو میں مرتب فرمایا ہے۔ تاکہ احقاق حق کے سوائے کافہ
انام کو علم قرآن حاصل ہو کر درجہ استکمال دین مل سکے اس ترجمہ کی تقریظیں
ہندوستان کے بعض دوسرے مشہور علماء اور عالیجناب مجتہد العصر حضرت سید
نجم الحسن صاحب قبلہ و کعبہ سلمہ اللہ تعالےٰ لکھنوی نے تحریر فرمائی ہیں۔ الحمد للہ
کہ یہ پر تنویر تفسیر صرف کثیر سے چھپ کر تیار ہو گئی ہے امید کہ مومنین اس
گنجینہ حقائق و معارف کی خریداری کو ذخیرہ سعادت ابدی تصور کر کے جلد خریداری
فرمائیں تاکہ طبع ثانی کے انتظار کی زحمت نہ اٹھانی پڑے +

حجم ساڑھے چھ سو صفحہ چھپائی اور لکھائی عربی نستعلیق نہایت عمدہ قیمت
عام فائدہ اور تشویق دین کے لحاظ سے بہت ہی کم علاوہ محصول ڈاک صرف تین
روپے (عہ) اور رعایتی قیمت بلا محصول ڈاک (عہ) دو روپے

تمام درخواستیں

بنام سید مہدی حسین اثنا عشری مالک و مہتمم امامیہ کتب خانہ لاہور آنی

چاہئیں +

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان

[illegible]

رسالہ

دافع وہم

من تصنیفات

منشی بے بدیل و فاضل جلیل السید سجاد حسین صاحب مصنف رسالہ سجادیہ وغیرہ

حسب فرمائش

سید مہدی حسین رضوی مالک و مہتمم امامیہ کتب خانہ لاہور

ہندوستان سٹیم پریس لاہور میں باہتمام [illegible] کے چھپا

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدًا و مصلیًا

امابعد حقیر پُرتقصیر سجاد حسین ابن سید محمد حسین مرحوم و مغفور متوطن بٹہرہ سادات واقعہ سادات باہرہ ضلع مظفر نگر عرض کرتا ہے۔ کہ مولوی عبد الحکیم صاحب بنگالی مقیم لکھنؤ نے ایک رسالہ بہ تسمیہ (تقیہ کی کرامات) تحریر فرماکر مطبع فخر المطالع وکٹوریا گنج لکھنؤ میں چھپوا کر شایع کیا۔ تمام رسالہ کے ۱۶ صفحہ ہیں۔ معائنہ کرنے سے واضح ہوا۔ کہ مصنف ممدوح نے بحثِ تقیہ کو صرف بہانہ قرار دیا ہے۔ ورنہ دراصل اُنکا مطلب یہ ہے کہ شیعہ محض تحریری مناظرہ کرنا جانتے ہیں۔ زبانی مباحثہ سے اُنکو گریز ہے۔ علمائے شیعہ لکھنؤ میں تشریف لائیں۔ ہم سے مناظرہ کریں۔ چونکہ ذیعلم مخاطب نے اپنا تمام تر زور زبانی گفتگو کرنے پر ختم فرما دیا تھا۔ لہٰذا حقیر نے اُنکی دعوتِ بحث منظور کرکے موصوف الصدر کی خدمت میں ایک عریضہ بذریعہ اخبار اثنی عشری دہلی ۲۳ فروری ۱۹۰۷ء کو پیش کیا جس کا نام حسب اصطلاح حال کُھلی چِٹھی رکھا گیا تھا۔ افسوس ہے کہ مخاطب ذی فہم نے اوس کا کوئی جواب حقیر کو عنایت نفرمایا۔ معلوم ہوا کہ زبانی بحث کرنے کے لئے اُن کا طمطراق فقط ظاہری تھا در واقع کوئی اصلیت نہ تھی۔ اگر وہ اپنے مذہب کی سچائی پر کچھ وثوق رکھتے اور کُھلی چِٹھی مشتہرہ نحیف کو غلط جانتے تو حسب شرائط مندرجہ چِٹھی مذکور زبانی مناظرہ کی ضرور بنا ڈالتے۔ مخاطبِ صحیح المزاج حسب عاداتِ جُہلاء کلماتِ خلافِ تہذیب لکھنے میں ازبس مشتاق ہیں۔ شیعوں کو رُوسیاہ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کو اکثر جگہ تقیہ باز تحریر فرمایا ہے۔

کھلی چٹھی میں حقیر نے وعدہ کیا تھا کہ بالفعل مناظرۂ زبانی کی نسبت عرض کیا جاتا ہے۔ زاں بعد اصل رسالہ کا جواب پیش کیا جائیگا۔ چونکہ کھلی چٹھی کی اشاعت کو اب بماہ ستمبر ۱۹۰۷ء چھ سات مہینے کا عرصہ گذر گیا اور ہنوز کوئی جواب نہیں ملا۔ لہٰذا اصل رسالہ کے جواب کی طرف متوجہ ہوکر خدا سے مستدعی ہوں کہ گم گشتگانِ راہِ صواب اِس کے معائنہ سے ہدایت پائیں۔ اور یہ حقیر و ذلیل و سیہ کار و گنہگار معاملات صحیح لکھنے سے ماجور و مثاب ہو۔ نام اِن چند اوراق کا "دافع وہم" رکھا گیا وما توفیقی اِلّا باللہ حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولےٰ ونعم النّصیر ؛

شروع رسالۂ ہذا

فریقدر مصنف نے تقیہ کو جائز و صحیح تسلیم فرماکر اُس کے چار حصے کئے ہیں اور ہر حصہ میں دو صورتیں قایم فرمائیں۔ ایک صورتِ تقیہ پر شیعہ کا عمل بتلایا ہے اور دوسری پر سُنیوں کا بنظر توضیح حال صفحہ ۲ سطر ۶ سے اُن صور گوناں گونکو نقل کیا جاتا ہے۔

تحریر مخاطب جس میں تقیہ کو چار حصہ پر تقسیم کیا ہے

(مسئلۂ تقیہ میں مابین اہلِ اسلام و اہلِ تشیع کیا خلاف ہے)

(۱) ایک خلاف یہ ہے کہ موافق مذہب مسلمانوں کے مقامِ خوفِ شدید میں اپنے بچاؤ کے واسطے تقیہ کرنا جائز ہے لیکن موجب ثواب نہیں ہے۔ اور مذہب شیعہ میں ذرّہ بھر خوف یا ذرّہ بھر طمع سے تقیہ کرنا موجبِ ثواب ہے۔

مؤلف۔ مخاطب نے تقیہ کو خوفِ شدید میں جائز تسلیم فرمالیا۔ اور شیعہ کو ادنےٰ خوف اور طمع سے عامل بہ تقیہ ہونا بیان کیا ہے۔ اُن پر لازم ہے کہ کسی کتاب شیعہ سے اپنے مدعا کو ثابت کریں ورنہ غلط نویس کا خطاب اُنکو دیا جائیگا ممکن نہیں کہ وہ کتب شیعہ سے اپنے دعوے کو ثابت کرسکیں۔ کھُلی چٹھی میں اُن سے دریافت کیا

گیا تھا کہ جس کتاب میں بروئے طمع تقیہ کرنا درج ہو اُس کا نام و عبارت تحریر فرمائیے۔ چونکہ جواب چٹھی سے وہ عاجز رہے اور رہیں گے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ سُنّی و شیعہ جواز تقیہ میں متحد العقیدہ ہیں۔ بایں وجہ یہ نمبر فرد اعتراض سے خارج کیا گیا۔

(۲) دوسرا اخلاف یہ کہ موافق مذہب مسلمانوں کے مقامِ خوفِ شدید میں جو تقیہ نہ کریگا اظہارِ حق کے واسطے نقصانِ جان گوارا کریگا وہ ثواب عظیم اور مرتبۂ شہادت پائیگا۔ اور موافقِ مذہب شیعوں کے ذرّہ بھر خوف یا طمع سے جو تقیہ نہ کریگا وہ بھی گنہگار اور تارکِ واجب ہوگا۔

مؤلف۔ بسم اللہ دکھلائیے کس کتابِ شیعہ میں لکھا ہے کہ جو طمع سے تقیہ نہ کریگا وہ تارکِ واجب اور گنہگار ہوگا۔ یہ نمبر بھی مثلِ نمبر سابق غلط تجویز کیا گیا۔

(۳) تیسرا اخلاف یہ کہ موافق مذہب مسلمانوں کے باوجود امکانِ ہجرت مقامِ شدید میں جو تقیہ کریگا وہ مرتد ہو جائیگا۔ اور موافقِ مذہب شیعوں کے باوجود امکانِ ہجرت مقامِ شدید میں جو تقیہ کر کے رہیگا وہ ثوابِ عظیم بلکہ مرتبۂ شہادت پائیگا۔

مؤلف۔ تا وقتیکہ آپ بحوالۂ کتاب نہ دکھلائیں کہ باوجود امکانِ ہجرت مذہبِ شیعہ میں تقیہ کر کے رہنا موجب ثواب و شہادت ہے اِس نمبر کو بھی خارج تصوّر فرمائیں ہم نے تینوں کو بایں خوبی خارج کیا ہے جن کا افسوس ہی نہیں بلکہ تاحیات رنجِ شدید رہیگا۔

(۴) چوتھا اخلاف یہ ہے کہ موافق مذہب مسلمانوں کے بشرطِ عدم امکانِ ہجرت مقامِ خوفِ شدید میں غیر اخص الخواص کے لئے تقیہ جائز ہے جس کو رخصت کہتے ہیں۔ لیکن ایسی حالت میں بھی تقیہ نہ کرنا اولےٰ ہے جس کو عزیمت کہتے ہیں۔ اور اخص الخواص کو ہمیشہ عزیمت پر عمل کرنا چاہئے۔ اسی سے اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ کسی نبی یا امام نے جو کہ اخص الخواص ہیں کبھی تقیہ نہیں کیا۔ اور شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ہر نبی و ہر امام کے قول و فعل کے دس حصّوں میں پُورے نو حصّے تقیہ ہے۔

مؤلف ۔ حضرت ذرا ہوش کیجئے سنبھل کر ارشاد فرمائیے۔ نمبر ۳ میں تحریر کیا ہے (کہ باوجود امکان ہجرت مقام خوف شدید میں جو تقیہ کریگا وہ مرتد ہو جائیگا) اس جگہ یہ فتوے دیا جاتا ہے کہ غیر اخص الخواص یعنی عوام الناس کو باوصف امکان ہجرت تقیہ جائز ہے۔ نہ معلوم آپ کس عالم بیخودی میں کلماتِ متناقص زبانِ قلم سے نکال رہے ہیں۔ کچھ اختلال حواس تو نہیں ہو گیا۔ جو چیز باعثِ ارتداد ہے وہی جائز ہے آپکو شیعہ سے زبانی مناظرہ کرنے کا شوق ہے پہلے طبیعت پر قابو حاصل کیجئے پھر مناظرہ کا نام لیجئے۔ یہ نمبر بھی بجرم خلاف نویسی خارج کیا گیا اور آپ پر الزام حلف دروغی زیر حوالاتِ رسالۂ ہذا کئے گئے۔ جب تک کہ آپ یہ بات ثابت نہ کر دینگے کہ جو فعل مرتد بناتا ہے وہی جائز بھی ہو جاتا ہے اوس وقت تک ہمارا ہر فقرۂ کلام طوقِ گردن و زنجیر پا رہیگا۔ ہمارا یہ عین مذہب ہے کہ انبیاؑ و ائمہؑ نے عند الضرورت تقیہ کیا ہے۔ اِس کو انشاء اللہ عنقریب کتبِ معتبرۂ سنیہ سے پایۂ ثبوت کو پہونچایا جائیگا۔ مخاطب نے جو چار تصویریں پیش کی تھیں اُن سب میں ہم نے عیوب پیدا کر دئے۔ ممکن نہیں کہ کوئی ذی لیاقت اِن تصاویر معیوب سے ہم آغوش ہو۔ بعد ازیں توضیحاً بیان کیا جاتا ہے کہ ذی علم مخاطب نے چار حصوں بالا پر تقیہ کو تقسیم کر کے فضول طوالت کی۔ ہر شخص بلا غور و خوض بادی النظر میں کہہ سکتا ہے کہ توجیہاتِ اربعہ صرف دو وجہ اول و دوم تک محدود ہیں۔ جو مطلب کہ نمبر اول و دوم میں ہے وہی سوم و چہارم میں نظر آتا ہے۔ نمبر ہائے آخر الذکر میں کوئی جدا بات نہیں البتہ جہلا ایسی طول تقریر کی داد دے سکتے ہیں اور عقلا بمد حشو و زاید سمجھ کر کاتب کی خفتِ عقل پر محمول فرماتے ہیں۔ با توقیر مخاطب نے جوش علم سے مابین سُنّی و شیعہ تفریقِ لفظی کر کے ہر جگہ اپنے فرقہ کو مسلمان اور ہمارے گروہ کو شیعہ لکھا ہے۔ جس کے معائنہ سے بلا تکلف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نہ مسلمان صاحب شیعہ ہیں اور نہ شیعہ مسلمان ہیں۔ گویا بدالنسبتِ خود ہم کو خارج از اسلام تجویز کیا ہے۔ میں انشاء اللہ مخاطب کی مسلمانی کو کاوِ قلم سے اِس طرح کاٹ کر پھینک دونگا

جیسے کہ باغبان خس وخاشاک ناپاک باغ سے نکال کر دور کر دیتا ہے۔ قبل از جواب
امورات بحث طلب مندرجہ صدر ناظرین کو دکھلایا جاتا ہے کہ مخاطب جلیل الشان
اور اون کے ہم مذہب کس درجہ کے مسلمان ہیں۔ اور شیعہ سے اون کو کوئی
تعلق ہے یا نہیں۔ اور مسلمان صاحب ایمان ہوتے ہیں یا شیعہ۔ اِس امر
کے فیصلہ کے لیئے شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کے تحفہ کو فال نکالنے کیلئے
مخاطب کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔ کیونکہ عالم موصوف مسلمانوں میں ایسے صاحب
رتبہ وثقہ وعادل مانے گئے ہیں جن کی جلالتِ شان سے غالباً کسی شخص اور
بالخصوص ذی لیاقت مصنف کو انکار نہ ہو گا۔ صاحبِ تحفہ فرماتے ہیں۔ کہ
{ باید دانست کہ شیعہ اولے فرقہ سنیہ وتفضیلیہ آند ور زمانِ سابق بشیعہ ملقب
بودند۔ چوں غلاۃ وروافض وزیدیہ واسماعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند۔
(خوفاً عن التباس الحق بالباطل) فرقہ سنیہ وتفضیلیہ ایں لقب را بر خود نہ پسندیدند
وخود را بہ اہل سُنّت وجماعت ملقب کردند} مولوی رشید الدین شاگرد شاہ صاحب
بجواب سیفِ ناصری مصنفہ جناب علامہ مفتی محمد قلی صاحب اعلی اللہ مقامہ لکھتے
ہیں (ما ئیم شیعہ اولے واحادیث کہ در فضلِ شیعہ وارد آند مورد آں ما ستیم نہ شیعہ
وہر گاہ کہ روافض ایں نام را بہ کذب وروز بر خود بر بستند ودر ایشاں مشہور شد۔
ما اطلاق آنرا بر خود مکروہ داشتیم)۔ یہی مضمون ابنِ حجر مکّی نے صواعق محرقہ میں آیۂ
مبارکہ ارض اللہ واسعۃ کی بحث میں لکھا ہے۔ شاہ صاحب ورشید الدین ابن
حجر مکّی علمائے معتمدین کی تحریر سے ثابت ہوا کہ زمانہ سابق میں مسلمان صاحبوں
کے آباؤ اجداد تمامتر شیعہ تھے نیز فضائل شیعہ میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔
بحمد اللہ بہ اقرار معتبرین اہل اسلام ثابت ہو گیا کہ مذہب شیعہ ایسا مقدس و
طاہر ہے کہ احادیث نبوی اوس کی مدحت میں وارد ہوئی ہیں۔ اور سُنّی
صاحبان جو کہ اب مسلمانی کو فخر اور تشیع کو ننگ وعار جانتے ہیں سب شیعہ
تھے۔ یہ گروہ مذہب شیعہ چھوڑ کر سُنّی ہوا ہے۔ ہم بریں بنا کہہ سکتے ہیں کہ سُنّی

صاحبان نومسلم ہیں۔ بقولِ علمائے ثلاثہ متذکرہ بالا مسلمانوں کے آباؤ اجداد زمانہ سابق میں شیعہ تھے۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ حضرات شیعہ خلفاء کی خدمت میں کچھ مخصوص جملہ ہر زمانہ کے بعد بطور ہدیہ پیش کیا کرتے ہیں۔ پس ضرور ہے کہ مخاطب کے اجداد گرامی و آبائے نامی بھی اُن خاص لفظوں کی حلاوت سے ذائقہ بخش زبان ہوتے ہونگے جو کہ کتب شیعہ میں ثلاثہ کے لئے تجویز کئے گئے ہیں۔ شیعہ سے جدا ہو کر سنیوں کو اِس سے زیادہ کوئی ثمرہ نہ ملا کہ نومسلم کہلائے۔ آئندہ حقیر بھی ذی رتبہ مخاطب کو ہر جگہ لفظ نومسلم سے جو کہ اُن کے شایانِ شان ہے یاد کریگا۔ تنہا دعوئے اسلام بھی نومسلم صاحب کو چنداں مفید معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ قرآنِ پاک میں آیہ ذیل سے خبر دیگئی ہے کہ صرف دعوی اسلام صحتِ ایمان کے لئے کافی نہیں سمجھا گیا۔ وہ آیہ یہ ہے (قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم) یعنی عربوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اے محمدؐ کہدو کہ تم مومن نہیں ہو بلکہ مسلم ہو۔ اور ایمان تمہارے قلوب میں داخل نہیں ہوا۔ اِس آیت سے واضح ہوا کہ اِسلام کے لئے اور چند امور کی ضرورت ہے۔ تاوقتیکہ اُن کا حامل نہ ہو۔ ایماندار نہیں کہلا سکتا۔ از انجملہ ایک آنحضرتؐ کی رسالت میں شک نہ کرنا اور جان و مال سے جہاد کرنا ہے۔ چنانچہ سورۂ حجرات میں بعد آیۂ بالا اس کو تصریح بیان کیا گیا ہے نومسلم بجائے خود رہے آئندہ انشاء اللہ ثابت کیا جائیگا کہ اُنکے ذی عزت پیشوا بھی حسب مفاد آیۂ بالا صفتِ ایمان سے موصوف نہ تھے۔ کیونکہ نہ اونہوں نے جہاد بالنفس کیا اور نہ آنحضرتؐ کی نبوت پر یقین رکھتے تھے۔ چونکہ مذہب شیعہ کی تعریف میں احادیث وارد ہوئی ہیں اور اسلام کا قدیم مذہب ہے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ بلا ایمان آنحضرت اُس کو خلعتِ احادیث سے افتخار بخشیں۔ اندریں صورت اِسلام و ایمان دونوں خانۂ شیعہ کی چوکھٹ سے لگے ہوئے ہیں۔ شیعہ میں دو صفات ہیں ایک اسلام اور پھر ایمان۔ مسلمان صاحبوں میں صرف ایک صفت اسلام ہے جس میں ایمان کا کوئی لگاؤ نہیں۔ اگر نومسلم اپنے اسلام

دائرۂ ایمان میں لانا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ بہ متابعت اجداد خود اپنے قدیم گھر میں
چلے آئیں۔ انشاء اللہ قبائے اسلام جسکو اب زیبِ بدن کئے ہوتے ہیں رنگِ
ایمان سے خوش منظر ہو جائیگی۔ اسلام بلا ایمان بالکل ایسا ہے کہ جیسا کور مادرزاد
کا جسم۔ تعجب ہے کہ نو مسلم لوگ ہمارے خانہ زاد ہو کر ہمیں سے دعویٰ ہمسری کرتے
ہیں۔ نو مسلم اگر ہزار سال سنگِ خارا پر سر مارینگے تو اپنے جسم کا زیور ایمان سے
آراستہ ہونا ثابت نہ کر سکینگے۔ ہاں اگر انکار آیۂ بالا کر کے پورے ایماندار ہو جائیں
تو سب کچھ کر سکتے ہیں۔ نو مسلم صاحب کو لازم ہے کہ جس گھر میں اُن کے بڑے
بوڑھے پیدا ہوئے رہے سہے۔ چلے پھرے۔ کھایا پیا۔ اُس مقدس مقام میں چلے
آئیں۔ اِدھر اُدھر مارے مارے نہ پھریں۔ ورنہ سوائے صدمۂ عقوقِ والدین اور کوئی
فائدہ نہ ہوگا۔ یاد رکھو۔ جو شخص بزرگوں کے نیک راستہ سے جدا ہو کر اور راہ اختیار
کرتا ہے وہ ہمیشہ مارا مارا پھرا کرتا ہے کہیں عزت نہیں پاتا۔ نو مسلم صاحب کی
عقل و دانش پر تعجب ہے کہ ایسے مذہب کو چھوڑ کر جس کی فضیلت میں احادیث
وارد ہوتی ہیں اور جس کے سایۂ عاطفت میں اُن کے بزرگوں نے نشو و نما
حاصل کر کے وہ سب کچھ کما ہو جس کو شیعہ کہا کرتے ہیں ایسے طریقے کے پابند
ہوئے جو کہ معاویہ کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ یہ ثبوت اِس کے کہ سُنّی اسلام کا قدیم
مذہب نہیں بلکہ معاویہ کا بنایا ہوا ہے۔ علمائے اہلسنت کے چند اقوال پیش
کرتا ہوں۔ علامہ یحییٰ بن الحسن قرشی کتاب منہاج التحقیق میں تحریر فرماتے ہیں۔
(ان معاویۃ حین من سب علیا سمی ذلک العام عام السنۃ وبہ سمیت اہل السنۃ)
اسی مضمون کو حسن ہیطل نے اوائل کتاب انوار البدریہ میں نقل کیا ہے۔ اور ابن بطہ
نے کتاب امانت میں لکھا ہے (سمی معاویۃ السنۃ التی اجتمع فیہا علیہ الناس
بعام السنۃ والجماعت وکانت تلک السنۃ اربعین) اور حسین کرابیسی نے یہ لکھا
ہے (انما سمی ہذا الاسم یزید بن معاویۃ) شیخ الحسن عسکری کتاب لزواجہ میں لکھتے ہیں
(ان معاویۃ سمی ذلک العام عام السنۃ) ابن عبد ربہ کتاب العقد میں افادہ فرماتے

ہیں (لما صلح الحسن معاویۃ سمی ذلک عام الجماعۃ) حافظ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں (فاستقر فیہا فی الخلافۃ من ربیع الآخر و جمادی اولی سنہ احدی و اربعین فسمی ہذا العام الجماعۃ لاجتماع الامۃ فیہ علی خلیفۃ واحد) تمام مرویات متذکرہ بالا کا ماحصل یہ ہے کہ معاویہ نے جس سال میں امیر المومنین ع کو ناسزا کہا اُس سال کا نام سنت رکھا گیا اور اوسی سال نام رکھے گئے۔ اہل سنت اور معاویہ نے اُس سال کا نام جس میں لوگوں نے اون کی خلافت پر اجتماع کیا سنت و جماعت رکھا۔ اور کرمینی نے کہا ہے کہ یہ نام یزید بن معاویہ کا مقرر کردہ ہے شیخ عبد القادر صاحب جیلانی بھی غنیۃ الطالبین میں مضامین بالا کی تائید فرماتے ہیں۔ بہرحال یہ نام عطیۂ امیر معاویہ یا اُن کے صاحبزادہ بلند اقبال یزید مستحق ہاویہ کا ہے۔ نومسلم اور اُن کے اہل ملت کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ اُن کے مذہب کے موجد معاویہ یا یزید ہیں۔ مذہب شیعہ ترک کرنیکا یہ ثمرہ ملا کہ مسلمانوں کے مذہب کا موجد معاویہ قرار پایا۔ معاویہ کے معنی کچھ ایسی وحشت انگیز ہیں کہ میں بمقتضائے تہذیب زبان قلم پر لانا پسند نہیں کرتا۔ نومسلم صاحب کو بتلاتا ہوں کہ مطبع صدیقی لاہور سے تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی کے ترجمہ کو منگائیں اُس میں انشاء اللہ یہ عبارت نظر آئیگی (جاریہ بن قدامہ سعدی نے کہا معاویہ واللہ تو کتا ہے اور کتوں کی طرح بھونکتا ہے۔ صفحہ ۱۰۸) جو مذہب کہ ایک کتے کے مُنہ سے نکلے وہ یہی قابلیت رکھتا ہے کہ ایمان سے بفراسخ دُور اور شیعہ سے مہجور رہو۔ یہ ہی وجہ ہے کہ نومسلم لوگ سنی معاویہ شاہی کہلاتے ہیں۔ مولوی وجیہ الدین صاحب حنفی المذہب نے بھی اپنی کتاب حد تحقیق فی مشرب سُنّی میں نومسلموں کو معاویہ شاہی سُنی لکھا ہے۔ حاصل کلام ہرگاہ نومسلم صاحب خود اقرار کرچکے ہیں کہ تقیہ ہمارے مذہب میں جائز ہے۔ تو امر جائز و مباح پر یہ شد و مد اور رسالہ بازی کیا معنی۔ صفحہ ۴ سطر ۵ امر نومسلم صاحب رقمزن ہیں (باطن میں مخالفت رکھنا ظاہر میں موافقت رکھنا تقیہ بھی ہے نفاق بھی) سبحان اللہ جس امر کو خود بالفاظ صاف و صریح جائز بتلاتے ہیں اُسیکو

نفاق بھی کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضراتِ نومسلم کے یہاں نفاق بھی جائز و ممدوح ہے۔ نومسلم اور اون کے گرد قدم پر تیمم کرنے والوں کو مژدہ ہو کہ وہ نفاق کو بُرا نہیں جانتے بلکہ برعکس جائز سمجھتے ہیں۔ مقلدین و منافقین کے نزدیک نفاق کا صحیح ہونا مستبعد نہیں۔ خلفاء ثلاثہ منافقین اسلام کے اُستاد تھے۔ چنانچہ ہمارے مذہب کے فاضل کامل نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام نفاق الشیخین بحکم صحیحین ہے۔ ہر دو شیخ صاحبان کا منافق ہونا بخاری و مسلم سے ثابت کیا گیا ہے۔ علےٰ ہذا حقیر نے بھی ایک مبسوط رسالہ رکھا ہے جسکو رسالہ سجادیہ کہتے ہیں۔ ہر دو رسائل کا جواب آج تک نومسلموں سے نہیں دیا گیا اور نہ انشاء اللہ تا قیامت دے سکیں گے۔ ہنگامۂ محشر میں بڑے منافقوں کا دامن نفاق سنبھالے ہوئے بزمرۂ منافقین اوّلین محشور کئے جائینگے۔ چونکہ بقولِ نومسلم تقیہ و نفاق ایک چیز ہے اور شیخین کے نفاق کا ثبوت ہم صحاح سے دے چکے ہیں لہذا وہ دونوں بزرگوار تقیہ و نفاق ہر دو صفات سے موصوف تھے۔ نومسلم صاحب نے جو تعریفِ تقیہ کو نفاق و تقیہ سے وابستہ کیا ہے یہ اُنکی غلط خیالی ہے۔ حقیر بحثِ تقیہ میں انشاء اللہ اقوالِ علمائے اہلسنت سے ثابت کر دیگا کہ نفاق کو تقیہ سے کوئی نسبت نہیں۔ دونوں باعتبارِ اثر فاصلۂ بعد المشرقین رکھتے ہیں۔ نومسلم صاحب کو حقیر سمجھائے دیتا ہے کہ تقیہ و نفاق باخود ہا کس وجہ مغایر ہیں۔

تعریف تقیہ۔ اصطلاح اہل اسلام میں تقیہ اُس کو کہتے ہیں کہ مقامِ خوف و ہلاکت میں دشمنِ جان و مال و ایمان کے ساتھ ایسا متحدانہ برتاؤ کرے جس سے اُس کو ضرر رسانی کا موقعہ نہ ملے۔

تعریف نفاق۔ نفاق یہ ہے کہ زید بلا اندیشہ تضیع آبرو و خوف جان بکر کو یہ باور کرا دے کہ وہ اُس کا دوست ہو غائبانہ ایسی تدابیر کرے کہ جس سے بکر کو ضرر جانی و مالی پہونچ جائے۔

نومسلم چشمِ انصاف سے دیکھیں کہ تقیہ ونفاق میں کتنا تباین و تخالف ہے۔ بلاسوچے سمجھے قلم سے لکھدینا خواہ مخواہ طوقِ نادانی زیبِ گلو کرنا ہے براہِ عنایت معاملاتِ دینی کا فیصلہ کچھ سمجھ کر کیا کیجئے۔

بحثِ تقیہ۔ ناظرین باتمکین اوراقِ بالامیں درباب تقیہ مضامینِ مختصرہ ملاحظہ فرماکر حقیقتِ معاملہ سے مطلع ہو چکے ہیں کہ گروہ نومسلم بھی بمثل عقاید شیعہ مقام ضرورت میں تقیہ کو جائز جانتا ہے۔ اندریں صورت کوئی ضرورت نہ تھی کہ اِس باب خاص میں زیادہ قلم فرسائی کی جاتی۔ مگر بہ نظر ندامت وہی نومسلم ونشاط خاطرِ مومنین اِس بحث کو ایسے واضح طریقہ سے حوالۂ قلم کیا جاتا ہے کہ مومنین درجۂ یقین حاصل کریں۔ اور نومسلم مع تابعین شدتِ حیا سے پردۂ حجاب میں رُوکش ہو کر آئندہ کبھی فرقۂ ناجیہ امامیہ سے بہ بحر مباحثہ نہ ہوں۔

واضح رائے اربابِ خرد ہو کہ تقیہ پر معترض ہونا مخاطب کا دماغی مضمون نہیں بلکہ یہ ایسا پامال مسئلہ ہے جس پر صدہا مرتبہ گفتگو ہو چکی ہے متعہ و تقیہ ایسے گھٹے ہوئے مضمون ہیں کہ جیسا حمیرہ کا سُرمہ۔ مندرجۂ اشتہارات واخبارات تقیہ کی بحث میں متعدد رسائل لکھے گئے ہیں۔ ہر سُنی اِس کے نام سے گھبراتا ہے۔ تعجب ہو کہ مخاطب ایسے طے شدہ مضمون کو معرض بحث میں لاتے ہیں۔ ہاں اگر کچھ لکھنے کا شوق تھا تو اُن رسائل کا جواب لکھتے جو کہ بہ ثبوتِ تقیہ منجانب شیعہ چھپ کر ندامت افزائے اہل سنت ہو رہے ہیں۔ نومسلم قسم کھا کر بتلائیں کہ کیا یہ ایسا اچھوتا قضیہ ہے کہ جیسا کنواری لڑکی کا بدن جس کو کبھی کسی نے نہ چھوا ہو۔ چونکہ نومسلم صاحب نے بصد ناز تقیہ پر حملہ کیا ہے۔ لہٰذا بنظر تصفیہ اس معاملہ میں چند امور تنقیح طلب قایم کئے جاتے ہیں۔

فردِ تنقیحات متعلق بمقدمۂ تقیہ

(۱) تقیہ کوئی امرِ مشروع ہے یا کہ بدطریقہ۔ اور سنت آلہی امت ہائے سابق کیلئے

درباب تقیہ کیا تھی۔ اور سُنی وشیعہ تقیہ میں متحد العقیدہ ہیں یا ایک دوسرے کے مخالف۔ اور کسی نبی یا امام نے بھی کبھی تقیہ کیا یا کہ عوام الناس سے اوس کا تعلق رہا؟

(۲) ائمۂ اہلبیتؑ کو کیا ضرورت لاحق ہوئی تھی جو تقیہ کیا؟

(۳) سُنی بھی تقیہ کرتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اہلسنت کو درباب تقیہ یہ کیوں کدوکاوش ہے؟

(۵) اگر موقعہ ضرورت پر تقیہ نہ کیا جائے۔ تو اوس کے ترک سے کوئی نقصان پہونچ سکتا ہے؟

تنقیح اوّل

تقیہ کوئی امر مشروع ہے یا کہ بد طریقہ؟ اور سنتِ الٰہی امت ہائے سابق کے لئے درباب تقیہ کیا تھی؟ اور سنی وشیعہ تقیہ میں متحد العقیدہ ہیں یا کہ ایک دوسرے کے مخالف؟ اور نبی و امام بھی تقیہ کر سکتے ہیں یا کہ اوس کا تعلق عوام الناس سے ہے؟

خدائے کریم اپنے فضلِ عمیم سے کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے (لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً) خلاصہ آیت یہ ہو کہ مومنین سوائے مومنین کفار سے محبت نہ کریں۔ جو شخص کہ ایسا کرے وہ مطیع خدا نہیں"۔ اِس سے آگے تتمۂ آیت میں بطور مستثنیات ارشاد فرماتا ہے "مگر یہ کہ خوف کرو تم اون سے بطور تقیہ کے" امام فخر الدین رازی اور قاضی بیضا صاحب تفسیر بیضاوی اور اکثر مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یعقوب نے جو کہ از جملہ قرا سبعہ ہو (تقاۃ) مندرجہ آیت کو (تقیہ) پڑھا ہے۔ بیضاوی شریف میں درباب تقیہ یہ عبارت لکھی ہے (منع عن موالاتہم اے موالاتِ کفار ظاہراً و باطناً فی الاوقات کلہا

الاوقت المخافتہ فان اظہار الموالاۃ جائز) یعنی کفار سے دوستی کرنا ممنوع ہے۔ مگر بوقتِ خوف اظہار موالات جائز ہے۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں (واعلم ان نظیر ہٰذہ الایہ قولہ تعالےٰ۔ اِلّامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان) یعنی آیہ تقیہ کی نظیر قرآن میں یہ آیت ہے الامن اکرہ۔ بعد پیش کرنے نظیر کے مفسر موصوف فرماتے ہیں (التقیۃ جائزۃ لصون النفس وہل یجوز لصون المال یحتمل ان یکون الحکم فیہا بالجواز الی آخرہ) خلاصہ کلام رازی یہ ہے کہ تقیہ حفاظت وصیانت نفس کے لئے جائز ہے۔ اور محتمل ہے کہ مال کے واسطے بھی اوس کا جواز ہو۔ کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ مسلمان کے مال کا تحفظ مثل اوس کی جان کے ہے۔ خبر معتبر سے معلوم ہوا ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہو۔ اوس کو درجہ شہادت ملتا ہے۔ اس لئے کہ مال کی احتیاج انسان کو زیادہ ہے۔ اسی واسطے حکم ہے کہ اگر پانی بقیمت ملے تو تیمم کرے۔ امام فخر الدین رازی کے قول کی آیہ کریمہ سے (ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکہ) یعنی اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو پوری تائید ہوتی ہے۔ دوسری جگہ خدا فرماتا ہے (انما یفتری الکذب الذین لایومنون بآیات اللہ واولئک ہم الکاذبون من کفر بعد ایمانہ الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان) مطلب یہ کہ جو لوگ افتراء وبہتان کرتے ہیں وہ آیات خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ جو ایسا کریں وہ بعد اسلام حدود کفر میں قدم رکھنے والے ہیں۔ البتہ جس پر اکراہ واجبار کیا گیا ہو۔ اور وہ بحالت مجبوری ودرماندگی راہ پیمائے صحرائے کفر ہو مگر حقیت ایمان کا پورا یقین رکھتا ہو وہ معذور ہے۔ اکثر مفسرین اہلسنت وبالخصوص صاحب تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے (روی قریشا اکرہو عمارا وابوہ یاسر وسمیہ علی الارتداد الی آخرہ) یعنی کفار قریش نے عمار اور اون کے باپ یاسر اور سمیہ مادر کو مجبور کیا کہ اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائیں۔ مگر اونہوں نے ترکِ ملت نہ کیا۔ قریش نے سمیہ کو ایسے عذاب شدید میں مبتلا کیا کہ وہ مر گئی۔ اور یاسر کو قتل کر ڈالا۔ اسلام کے قتیل اول یہی دو شخص ہیں اوس وقت عمار نے

خوف زدہ ہوکر کلمۂ کفر حسب منشاء کفار زبان پر جاری کیا جس سے وہ محفوظ عن القتل رہے۔ لوگوں نے مذاق اڑایا۔ کہ عمارؓ کافر ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ قلب عمارؓ مملو از ایمان ہے۔ ایمان صحیح و عرفان الٰہی اوس کے گوشت اور خون میں ملا ہوا ہے۔ عمارؓ اشک ندامت بہاکر عذر خواہ ہوتے تھے۔ اور حضور انورؐ آنسو پوچھ کر دلاسا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے عمارؓ تیرا ایمان ایسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ اگر کفار پھر مجبور کریں تو وہی کہہ جو کہہ چکا ہے۔ کراہت سے جو کلمۂ کفر بلا ارادۂ دلی کہا جائے وہ مزیل ایمان نہیں ہوسکتا۔ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں مضمون بالا کو بڑی طوالت سے لکھا ہے۔ نومسلم صاحب نے بھی اپنے رسالہ کے صفحہ ۵ و ۶ پر اس واقعہ کو باختصار تحریر فرمایا ہے۔ مگر صاحب ممدوح اعتراض بہ تقیہ کر کے لکھتے ہیں۔ کہ گو عمارؓ نے بطور جائز اپنی جان کو بچایا۔ لیکن اگر مثل یاسرؓ پدر خود قتل ہوجاتے تو مدارج رفیع پاتے۔ تقیہ کرنے سے اون کا مرتبہ گھٹا ہوا رہا۔ کیا خوب خدا وقت خوف تقیہ کا منجا ہوا ہتیار سلحہ خانۂ قدرت سے مومنوں کو عطا فرمائے۔ اور نومسلم صاحب کہیں کہ اوس کو میان میں رہنے دو ہوا نہ لگاؤ۔ رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ اے عمارؓ اگر کفار تمکو مجبور کریں تو پھر کلمۂ کفر کہدو۔ اگر اولویت مرجانے میں تھی تو حضرتؐ فرماتے کہ اے عمارؓ گو کہ تم نے ارتکاب امر جائز سے اپنی جان کو بچالیا۔ مگر ترک اولےٰ کیا۔ بہتر تھا کہ مرجاتے اور کلمۂ کفر نہ کہتے۔ دیکھو ہم بتلائے دیتے ہیں کہ اگر کبھی پھر ایسا موقعہ پیش آئے تو جان پر کھیل جانا اور کلمۂ ناجائز زبان سے نہ نکالنا۔ اگر نومسلم اوس جگہ موجود ہوتے تو ضرور رائے دیتے کہ حضرتؐ عمارؓ کو یہ نہ سمجھائیے کہ اگر کفار مجبور کریں تو پھر کلمۂ کفر کہدینا بلکہ ان کو یہ ہدایت فرمائیے کہ وہیں مرجاتے زندہ واپس نہ آتے۔ نومسلم لکھتے ہیں کہ سوائے اخص الخواص کے دیگر اشخاص کے لئے تقیہ جائز ہے۔ نہ معلوم عمار یاسرؓ جیسے جلیل القدر صحابی جنکو نومسلم بھی اصحاب مقبول الطرفین صفحہ ۵ پر تسلیم فرماتے ہیں اخص الخواص تھے یا کہ

عوام الناس میں اُن کا شمار تھا۔ تومسلم صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ نبی و امام کیلئے تقیہ ممنوع ہے۔ لہٰذا چند انبیاء کا تقیہ کرنا دکھلایا جاتا ہے۔ تفسیر بیضاوی شریف میں ہے (فَاِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَام یُعَاشِہُم بالتقیۃ) یعنی موسےٰ علیہ السلام فرعون کے ساتھ بہ تقیہ بسر کرتے تھے۔ ذہی فہم تومسلم نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۸ پر اس واقعہ کو حسب صراحت بالا لکھا ہے۔ مگر زور طبیعت سے فرماتے ہیں کہ "قاضی بیضاوی نے اس کی کوئی سند نہیں دی"۔ ناظرین آپ نے دیکھا کہ تومسلم صاحب بعد تسلیم روایت کس خوبی سے اپنی تفسیر کی بیوقاری دکھلائے ہیں۔ چشم ما روشن و دل ماشاد۔ تمام بیضاوی کو از شروع تا آخر بے سند بتلایئے ہمارا اس میں کیا ہرج لازم ہے کہ اشتہار شایع کردیجئے کہ بیضاوی کی روایات بلا سند ہیں۔ آئندہ اوس کو کوئی شریف نہ کہے۔ بلکہ الفاظ مخالف کا استعمال کیا جائے۔ ہمارا کام یہی تھا کہ مخالف کی کتاب سے انبیاء کا تقیہ ثابت کردیویں۔ شکر خدا کہ اوس کو پایۂ ثبوت پر پہونچادیا۔ میں مفسر موصوف کی روح پر احسان کرکے قرآن پاک سے اس کا ثبوت دیتا ہوں کہ موسےٰ علیہ السلام فرعون کے سامنے بہ تقیہ رہتے تھے ثبوت پیش کردہ حقیر سے بیضاوی کی صحت اور نبی کا تقیہ ثابت ہوکر تومسلم کو انشاء اللہ باعث حجاب ہوگا۔ جناب عِزّ اسمہ نے حضرت موسےٰ اور ہارون علیہم السلام سے فرمایا کہ آپ فرعون کے ساتھ کلماتِ نرم کریں خشونت سے پیش نہ آئیں۔ ایسا ذی شان نبی جس کی ہیبت و جلالت محتاج بیان نہیں۔ جبکہ ملیں گفتگو پر مامور کیا گیا تو وہ ہی تقیہ ہوگیا۔ سوائے ازیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے حال پر نظر کیجئے صحیح مسلم میں ایک طولانی حدیث لکھی ہے عربی عبارت چھوڑ کر اوس کا ماحصل اردو میں بیان کرتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے سوائے تین مرتبہ کے جھوٹ نہیں بولا۔ از انجملہ دو دفعہ کا جھوٹ ذاتِ خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تیسرا اون کی زوجہ سارہؑ سے۔ دو جھوٹ اوّل الذکر

یہ ہیں۔ آپنے فرمایا (انی سقیم) یعنی میں بیمار ہوں۔ دوسرے یہ ارشاد کیا (بل فعلہ کبیرہم فاسئلوا ہم ان کان ینطقون) یعنی یہ کام بڑے بُت نے کیا ہے پوچھو اوس سے اگر وہ جواب دے۔ وہ کام یہ تھا کہ آپنے بتوں کے ناک کاٹ ڈالے تھے۔ تیسرا جو سارہ سے علاقہ رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ جناب سارہ حسن وجمال میں یکتائے زمانہ تھیں اون کا گذر مع اپنے شوہر ابراہیم علیہ السلام کے ایک بادشاہ جابر کے ملک میں ہوا خلیل اللہ نے اپنی اہلیہ مقدسہ سے فرمایا کہ اگر اس ظالم کو معلوم ہوا کہ تم میری زوجہ ہو۔ غالباً تمکو مجھ سے چھین لیوے۔ پس تم یہ کہنا کہ میں اس کی بہن ہوں۔ اور تمہارا ایسا بیان نفس الامر میں غلط نہ ہوگا۔ کیونکہ روئے زمین پر میں بجز اپنے اور تمہارے کسی کو خدا پرست نہیں دیکھتا۔ پس اُخوتِ ایمانی فیما بین اس رشتہ کی صداقت پر شاہد ہے۔ نومسلم صاحب نے صفحہ ۶ و ۷ پر واقعہ جناب ابراہیمؑ کو اسی طرح بیان کیا ہے جیسا کہ حقیر لکھ چکا ہے۔ صرف اتنا لکھتے ہیں (کہ حضرت ابراہیمؑ کا فرمانا توریہ تھا جس میں جھوٹ کا شائبہ نہیں ہوتا۔ نہ کہ تقیہ جو کہ صریحی جھوٹ ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ کسی راوی نے سماعت یا سمجھ کی غلطی سے توریہ کو کذب سے تعبیر کیا ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی راوی نے اس وجہ سے توریہ کو کذب سے تعبیر کیا ہو کہ توریہ جس کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ بالآخر توریہ کو بھی جھوٹ یا فریب ہی سمجھنے لگتا ہے) الحمد للہ نومسلم حدیث مسلم مصرحہ بالا کی نسبت کچھ چون وچرا نہ کرسکے۔ بلکہ اپنے مذہبی راویوں کی سماعت وفہم کی غلطی بیان کرنے پر آمادہ ہوگئے کہ اونہوں نے توریہ کو تقیہ سمجھ کر جھوٹ سے تعبیر کیا۔ اور پھر یہ بھی لکھ دیا کہ نتیجہ میں وہ شخص جس کے مقابلہ میں توریہ کیا جائے جھوٹ سمجھنے لگتا ہے۔ یہ تقریر بزبان حال گویا ہے کہ نہ توریہ جھوٹ ہے اور نہ تقیہ۔ بلکہ دونوں ہم معنی ہیں۔ ہردو میں کچھ بھی فرق نہیں صرف لفظی بدل ہے۔ اکثر علمائے اہلسنت نے کلام ابراہیمؑ کو محمول بہ تقیہ فرماکر مورد اعتراض سے خارج کیا ہے چنانچہ قاضی عیاض شارح شفا نے لکھا ہے (قال تقیۃ خشیۃ ان یقتلہ زوجنی) یعنی حضرت ابراہیمؑ نے بخوف جان تقیہ سے اپنی زوجہ نہ بتلایا۔ چونکہ دین محمدی ملت ابراہیم

ہے لہذا بحکم آیہ (وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَه) اوس کا اتباع لازم ہوا ورنہ منکر سفیہ النفس کہا جائیگا۔ تو مسلم کو خبر نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے تقیہ کو کس درجہ تک پہونچایا۔ اونہوں نے ایسا تقیہ کیا جس کا وقوع سوائے اونکی ذات کے دوسرے سے ممکن نہیں۔ شاہ صاحب تحفہ میں لکھتے ہیں (حضرت سارہؑ زوجۂ ابراہیمؑ کہ جبارے اورا غصب کردہ بود و حضرت ابراہیم بمناجات الٰہی مشغول شدو آں جبار ہرگاہ ارادۂ فاسد نسبت باں مطہرہ مے نمود مصروع میشد) بعد ازیں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اگر ابراہیمؑ چاہتے تو وہ ملعون ہلاک ہو جاتا۔ صاحبانِ انصاف نظر فرمائیں کہ خاصانِ خدا کیسے عذابِ شدید میں مبتلا ہوئے۔ اور خدا نے کیونکر اون کی نگہبانی فرمائی۔

افسوس ہے مخاطب نے اپنے کتب خانہ کی سیر نہیں کی۔ ورنہ اون کو معلوم ہو جاتا کہ بعض موقعہ پر جھوٹ بولنا بھی ثواب رکھتا ہے۔ قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں (فالکذب فی بعض المقامات جائز بل واجب و قد اکتفی الفقہاء فیما لو طلب ظالم ودیعتہ لیاخذہ غصبا وجب علی المودع ان یکذب بمثل انہ یعلم انہ لا یعلم لو صفہا بل یحلف علے ذلک) حاصل کلام بعض مقامات میں جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب ہے اور علماء نے اسی قدر پر اکتفا کیا ہے کہ اگر کوئی ظالم بغرض غصب کرنے کے کسی امانت کو مانگے تو امانت دار کو چاہئے کہ اس طرح جھوٹ بولے جس سے ظالم کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اوس امانت کو نہیں جانتا کہ کہاں ہے بلکہ اِس پر قسم بھی کھالے۔

تو مسلم خیال کریں کہ حفظ امانت کے لئے آپکے مذہب میں جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب ہے۔ اور شیعہ بنظر حفظ جان جب تقیہ سے کام لیں تو نفاق اور بے ایمانی ہو جائے۔ شاید تو مسلم نے گلستان بھی نہیں پڑھی ورنہ دیکھ لیتے کہ سعدی صاحب نے بھی دروغ مصلحت آمیز کو بہ از راستیٔ فتنہ انگیز تجویز فرمایا ہے۔ حیرت ہے کہ باوصف اِن تمام معاملات کے جُہلا کو قلم اُٹھاتے ہوئے

شرم نہیں آتی - لازم ہے کہ شرح بخاری کو مرتبہ اعتبار سے گرا دیویں - سوائے ازیں امام بخاری نے باب المدارات میں ابو دردا سے نقل کیا ہے (انا لنکشر فی وجوہ اقوام و ان قلوبنا لتلعنہم) ہم لوگ بعض گروہ کے سامنے تملق و خوشامد باتیں کرتے ہیں - حالانکہ ہمارے دل اون کو لعنت بھیج رہے ہیں - عجب نہیں کہ نومسلم اصحاب رسول کو بجرم اختلاف ظاہر و باطن منافق کہدیویں - مَیں حیران ہوں - جناب نومسلم اپنی کس کس کتاب کو بے اعتبار بتلائیں گے - میں انشاء اللہ حوالہ ہائے کتب سے اون کو عاجز کرکے - اِس طرح تھکاؤنگا کہ جیسے تھکا ہوا شکار در ماندہ ہو کر شکاری کے سامنے چاروں شانہ چت ہو کر گر جاتا ہے - جن لوگوں نے خوفِ شیاطین سے اپنے دلی راز کو پوشیدہ رکھا اور ایمان کو تقیتہً چھپایا اون کی خدا ان لفظوں میں تعریف فرماتا ہے (و قال رجل مومن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ) یعنی ایک مومن آل فرعون سے اپنے ایمان کو اس لئے پوشیدہ رکھتا تھا کہ جو شخص خدا کو واحد جانتا تھا اوس کو فرعون قتل کر ڈالتا تھا - حسب مذاقِ نومسلم لازم تھا کہ آل فرعون کا مومن قتل ہو جاتا اور ایمان کو نہ چھپاتا - خدا ایسے شخص کو مومن فرمائے اور نومسلم اوس کو فرد اخص الخواص سے خارج کرکے عوام الناس میں شمار کریں - بنظر اطمینان نومسلم یہ بھی دکھلانا مناسب سمجھا جاتا ہے کہ مومن آل فرعون کوئی معمولی شخص تھا یا کہ منتخب روزگار - اِس امر کی جانچ کے لئے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر سے مدد لی جاتی ہے - امام موصوف فرماتے ہیں (الصدیقون ثلاثۃ حبیب نجار و مومن آل فرعون حیث قال اتقتلون رجلاً یقول ربی اللہ والثالث علیؑ ابن ابیطالبؑ و ہو افضلہم) یعنی صدیق تین ہیں - ایک حبیب نجار - اور دوسرے مومن آل فرعون جو کہ اظہار وحدانیت سے خائف رہتے تھے - اور تیسرے حضرت امیرؑ لیکن یہ اُن دونوں سے افضل ہیں - تحریر بالا سے واضح ہوگیا کہ تحفظ نفس بسلامتی ایمان ایسا ممدوح ہوتا ہے کہ جس سے مومن آل فرعون درجہ رفیعہ صدیقیت پر پہونچے جو کہ ہمتائے انبیاء متصور ہوتا ہے - اگر بقول نومسلم مندرجہ صفحہ ۵ جان بچانا کوئی

طبیعت کرکے تقیتہً کلمۂ کفر کہنا اونچے درجہ پر معدود ہوا ہے تو مومن آل فرعون کو یہ
مرتبہ بلند جو کہ انبیاء کو عطا ہوا ہے کیوں ملا۔ پس تو مسلم نے اپنی ذاتی رائے سے
جو تقیہ میں خاص و عام کی شرط قایم کی تھی یکسر باطل ہو گئی۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا
کہ صدیق ماورائے انبیاء جن کا ذکر قرآن میں بلفظ صدیق ہے تین بزرگ ہیں۔
دو امت ہائے سابقہ سے اور ایک حضرت امیرؑ اس امتِ مرحومہ میں۔ حضرات
اہل سنت نے جو جناب ابوبکر کو صدیق کا خطاب دیا ہے یہ فرد حساب سے
خارج ہے۔ رسالہ سجادیہ میں حقیر نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت ابوبکر اوس
درجہ کے صدیق نہیں تھے جن کی مدح قرآن میں ہے بلکہ حضرت ممدوح نے
شعر گوئی میں صدیق اپنا تخلص تجویز کیا تھا۔ چنانچہ صد تحقیق فی مشرب سنی میں
مولوی وجیہ الدین سنی المذہب نے چند اشعار نقل کئے ہیں جن میں صدیق تخلص ہے۔
جملہ معاملات سے قطع نظر کرکے اہل اسلام اپنے نبیؐ کی سوانح عمری دیکھیں کہ
آنحضرتؐ بوجہ عدم موجودگیٔ انصار و فقدانِ اعوان مخفی دعوت فرمایا کرتے تھے
علانیہ اعلانِ اسلام کرنے سے ساکت تھے۔ فاضل ابن روزبہان کتاب
ابطال الباطل میں لکھتے ہیں کہ ابتدائے بعثت میں کفار اسلام پر غالب آئے
اور امر اسلام ضعیف ہوا۔ حضرتؐ بخوفِ سطوتِ کفار بیت ارقم میں مخفی ہوئے
علیٰ ہذا صاحب مواہب لدنیہ لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ ابتدا میں بخوفِ کفار مخفی
دعوت کرتے تھے تا آنکہ آیہ (فاصدع بما تومر و اعرض عن المشرکین) نازل
ہوئی۔ اوس وقت مراسم اسلامی علی الاعلان عمل میں لائے۔ اس کے متعلق
عبارت مواہب لدنیہ یہ ہے (قال ابوعبیدہ ابن عبداللہ بن مسعود ما زال
النبی مستخفیاً حتی نزلت فاصدع بما تومر فجہر ہو و اصحابہ) امام فخر الدین رازی
نے بھی تفسیر کبیر میں اسی طرح لکھا ہے۔ تاریخ خمیس میں تحریر ہے کہ زینب
اور ابی العاص کے باہم اسلام نے جدائی ڈالدی تھی۔ مگر چونکہ آنحضرتؐ
مغلوب کفار تھے لہذا اپنی بیٹی کو ایک کافر کے پنجہ سے نہ نکال سکے۔ عبارت

یہ ہے۔ (عن عائشہ قالت کان الاسلام فرق بین زینب وابی العاص الاان رسول اللہ لایقدران یفرق بینہما وکان مغلوبا بمکتہ) یہ وہی زینب ہیں جو کہ بعد وفات ابی العاص کافر حضرت عثمان کے عقد میں آئیں جس پر اہل سنت کو بڑا ناز ہے۔ یہ جگہ قابل تامل ہے کہ ایک اکفر کو جبکہ زینب کے شوہر ہونے سے کوئی فخر نہ ہوا۔ تو حضرت عثمان کو نمبر دوم پر کیا اعزاز مل سکتا ہے۔ نومسلم کو صلح حدیبیہ کے اطراف وجوانب پر نظر ڈالنے کیلئے توجہ دلائی جاتی ہے۔ منصفانہ فیصلہ صادر فرمائیں۔ بر وقت معاملہ حدیبیہ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوری شرکت حاصل تھی۔ ہر وقت لشکر جرار زیر حکم تھا۔ فتح اسلام وحصول غنایم کی آپ پہلے خبر دے چکے تھے۔ مگر بایں ہمہ ایسی دب کر صلح ہوئی۔ کہ اوس وقت کے بعض معزز نومسلموں نے غایت حیا سے اسلام وبانیٔ اسلام کے صادق ہونے میں صرف تامل ہی نہیں بلکہ راہ تشکیک کو اختیار فرمایا۔ جس کا مفصل ذکر آئندہ کیا جائیگا۔ حدیبیہ میں جو صورتیں پیش آئیں وہ کتب سیر مثل روضتہ الاحباب وحبیب السیر وروضتہ الصفا وغیرہ میں مفصل درج ہیں۔ اس جگہ حسب ضرورتِ مقام نہایت مختصر عرض کرتا ہوں۔ کفار قریش کے مقابلہ میں جو عہد نامہ مرتب ہوا تھا اوس میں چند شرائط تھیں۔ ازانجملہ ایک یہ کہ جو کافر مسلمانوں کے قابو میں آجائے اوس کو فرمان آزادی دیکر سپرد کفار کر دیا جائے۔ اور اگر کوئی شامت زدہ مسلمان کفار کے پنجہ میں پھنس جاوے وہ اون کے زیر تصرف رہے۔ چنانچہ بخاری کی کتاب الشروط والجہاد میں لکھا ہے (فرد رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اباجندل بن سہیل یومئذ الی ابیہ ولم یات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد من الرجال الا ردہ فی تلک المدۃ وان کان مسلماً) یعنی آنحضرت نے اباجندل مرد مسلمان کو اوس کے باپ کے پاس واپس کر دیا۔ اور اوس مدت میں آپ حسب معاہدہ کفار کو واپس کرتے رہے۔ مواہب لدنیہ مولفہ ابن حجر عسقلانی میں بحوالہ بخاری نقل ہوا ہے کہ بوقت ترتیب صلحنامہ ابوجندل بن سہیل صحابی مقید بہ غل وزنجیر پیش ہو کر مستغیث ہوا۔ کہ اے مسلمانوں مجھ کو قید کفار سے

چھڑاو - اوس وقت سہیل بن عمرو کیل قریش نے کہا کہ اے محمدؐ جس بات پر آپ
ہم سے صلح کرتے ہیں یہ اوس کے متعلق پہلا واقعہ ہے اس کو آپ ہماری سپردگی
میں رہنے دیجئے - حضرتؐ نے فرمایا کہ ہنوز صلحنامہ تمام نہیں ہوا سکر سہیل اپنی
بات پر اڑا رہا - رسول پاک نے فرمایا - کہ میری خاطر سے اس کو چھوڑ دو سا اوس نے
انکار کیا حضرتؐ کے مکرر اصرار پر بھی نہ مانا - بالآخر سپرد کفار ہو کر روتا ہوا چلا گیا -
بصد تحسر و کرب و بیچینی کہتا تھا کہ تم دیکھ رہے ہو - اور میں مجرمانہ حیثیت سے پا بدستے
دگرے دست بدست دگرے جیلخانہ کفار کی طرف جا رہا ہوں - یہ حالت دیکھ کر
سرور کونینؐ نے فرمایا (اصبر و احتسب فانا لا نقدر من اللہ جاعلٌ فرجًا و مخرجًا -
یعنی اے ابو جندل صبر کر اور خاموش رہ - ہم قدرت نہیں رکھتے کہ تجھکو اس بلا سے
نجات دلا سکیں - خدا تعالےٰ جلد فرحت و سرور عطا فرمائیگا) بعد ازیں ابن حجر
رقمطراز ہیں (قال الخطابی تاول العلماء ما وقع فی قصۃ ابی جندل علی وجہین احدہما
ان اللہ قد اباح التقیۃ للمسلم اذا خاف الہلاک الی آخرہ) یعنی خطابی کہتے ہیں کہ
علمائے اس واقعہ ابو جندل کی تاویل میں دو وجہ ذکر کی ہیں - ایک یہ کہ خدا نے مباح
کیا ہے تقیہ کو اوس مسلمان کے واسطے جس کو خوف ہلاکت ہو - اور اجازت دی
ہے کہ کلمہ کفر کہدیوے مگر طبیعت ایمان سے مملو ہو - لیکن یہ اجازت بصورت
عدم امکان توریہ ہے - پس ابو جندل کا واپس دیدینا اوس کی ہلاکت کا سبب
نہ تھا - کیونکہ بحیلہ تقیہ وہ اپنی جان کو بچا سکتا تھا - دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرتؐ نے
ابو جندل کو اوس کے باپ کے حوالہ کیا تھا - اور ممکن نہیں کہ باپ بیٹے کو قتل کر سکے
اور عذاب و قید کا دفعیہ تقیہ سے ممکن تھا - صاحب مواہب کی اس تقریر سے واضح
ہو گیا کہ علماء قدیم اہل سنت حالت خوف و اضطرار میں مجوز تقیہ ہوتے ہیں - بلکہ
حفاظت جان کے لئے اوسکو ایک مضبوط سپر قرار دیا ہے - معاملہ ابو جندل پر غور
نظر کرنے سے واضح ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ اور جمیع صحابہ موجودہ رکاب سعادت
انتساب نے اوس وقت تقیہ سے کام لیا - واقعہ حدیبیہ میں سوائے قصہ ابو جندل

سے عجب نہیں کہ نومسلم یہ پہلو نکالیں کہ اوس وقت عنوان صلح نامہ سے بمقتضائے
جوشِ نومسلمی حضرت عمر کی طبیعت ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ اسی واسطے بحکم اینکہ
نازبرآں کن کہ خریدار تست آنحضرت صلعم سے یہ اکھڑی اکھڑی باتیں کرتے تھے۔ اگر
حضرت عمر صرف یہیں تک رہتے اور جوشِ طبیعت سے آگے نہ بڑھتے۔ تو ہم بھی
اس توجیہ کو مان لیتے۔ مگر غضب تو یہ ہے کہ اوس روز اونہوں نے توسن خیال کا
لگام اُتار کر ایسا بگٹٹ کیا کہ حدود اسلام و ایمان سے بفراسخ دور رہ کر رہ نوردِ
وادیئے شکوک ہوگئے۔ اوس روز اسلام و بانیٔ اسلام سے ایسے بدظن ہوئے
کہ نفس نبوت میں شک کر بیٹھے۔ بڑی خیر گذری کہ حضرت ابوبکر نے ڈانٹ ڈپٹ
بتا کر کچھ روک تھام کرلی۔ ورنہ اوسی وقت اسلامِ ظاہری کو سلام کر کے جدّ فاسد کے
دلیس میں جا بستے۔ حسب روایات اہل سنت جس وقت کہ حضرت عمر نے مشکوک
نبوت ہو کر اپنے پرائے گھر جانیکا ارادہ کیا تو بروایاتِ اہلسنت حضرت ابوبکر نے
سمجھایا کہ تیز مزاجی کو ترک کرو۔ یہ موقعہ لڑنے جھگڑنے کا نہیں۔ محمدؐ نبی برحق ہیں۔
اونہوں نے جو کام کیا ہے وہ خالی از مصلحت نہیں۔ حضرت عمر نے جناب
ابوبکر کو اپنا رازدار و دلی دوست سمجھ کر ان لفظوں میں ادائے مطلب کیا (ما شککت
منذ اسلمت الا یومئذ) یعنی اے بھائی ابوبکر جب سے میں اسلام لایا ہوں ایسا شک
کبھی اون کی نبوت میں نہ ہوا تھا جیسا کہ آج ہوا۔ اس فقرہ سے ہویدا ہے کہ ابوبکر
ان کے شکوک و فساد طبیعت سے آگاہ تھے گو کہ مدام حالتِ شک میں رہتے تھے۔
مگر آج اوس دبی ہوئی آگ کو صلح کے مٹھی بھر پھونس نے اور مشتعل کردیا۔ بعض مجاہیل
بیخبر حضرت عمر کی صولت پر نظر کر کے کہدیتے ہیں کہ یہ صرف رافضیوں کا ڈھکوسلا ہے
ورنہ عمر اور شک نبوت۔ لہذا اون کے اطمینان خاطر کے لئے کہتا ہوں کہ روافض
ہی اس اعتراض میں منفرد نہیں بلکہ سنی بھی اون کے شکوک کی تصدیق کرتے
ہیں۔ صرف تصدیق نہیں بلکہ عمر صاحب کو نامسلمان بتلاتے ہیں۔ چنانچہ امام
عینی شارح بخاری ایک طولانی مضمون درباب صلح حدیبیہ لکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ

(یحتمل کان مولفتہ القلوب الی الان) یعنی اگر کوئی معترض ہو کہ یہ کلمہ عمر کے عدم ایمان
پر دلالت کرتا ہے۔ اوس کا جواب ہم یہ دے سکتے ہیں کہ بروز حدیبیہ آنحضرتؐ کی
نبوت میں شک کرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ اوس وقت تک کامل الایمانؓ تھے۔
بلکہ بذیل مولفتہ القلوب معدود تھے"۔ واضح ہو کہ اہل تالیف وہ کہے جاتے ہیں جنکو
آنحضرتؐ مالِ غنیمت سے یہ سمجھ کر کہ دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ یا یہ کہ مرا بجز تو امید نیست
شرمسار۔ کچھ خیراتِ لشکر دیا کرتے تھے۔ یہ لوگ بحکم آنکہ منہ کھائے آنکھ لیجائے
ظاہر لبظاہر حمایتِ کفار و شوخ چشمی سے باز رہتے تھے۔ واقعہ حدیبیہ آخر ذیقعدہ ٦ھ کا
ہے۔ اور وصالِ آنحضرتؐ سنہ ١١ھ میں ہوا۔ اِس حساب سے چار سال قبل از وفات
آنحضرتؐ جناب عمر باوصف ہجرت و شرکت معرکۂ قتال ادھ کچرے مسلمان تھے
نہ معلوم یہ کچا گولا کس سمت میں پختہ ہو کر ذایقہ دار بنا تھا۔ اون کے پکے مسلمان
ہونے کی تاریخ سے معہ وجوہ تو مسلم ضرور اطلاع دینگے۔ اگر ممکن ہو تو خلیفہ صاحب
کی پیشانی سے یہ داغ خامکاری مٹا دیویں۔ مولوی رافت علی صاحب اجرہری
اعلیٰ درجہ کے متعصب سنی گنے ہیں۔ مگر اس جگہ اون کے قلم نے بھی لغزش کھائی
صاحب ممدوح سے در بابِ ایمانِ خلیفہ کوئی بات نہ بن آئی اپنی مولفہ کتاب
کلمتہ التقوی کے صفحہ ۷۰ سطر ۶ پر لکھتے ہیں (ہماری کتب میں جو وارد ہوا ہے ما
شککت منذ اسلمت الا یومئذ" اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اون کا نفس مضطر
ہو گیا تھا) مولوی صاحب نے دبے ہوئے لفظ سے حضرت عمر کے مشکوک ہونیکو
ظاہر کیا ہے مگر اہل دانش کیلئے اتنی تسلیم بھی کافی ہے۔ زمانۂ حال کے محقق
کامل مولوی شبلی نعمانی الفاروق میں لکھتے ہیں (کہ حدیبیہ کی بے ادبانہ گفتگو سے
حضرت عمر کو بجدے ندامت ہوئی کہ اوس کے کفارہ میں روزے رکھے نوافل
پڑھے۔ محتاج لوگوں کو خیرات دی۔ غلام آزاد کئے) ہر گناہ کی حالت گنہگار بشرط
انصاف خوب جانچ سکتا ہے۔ حضرت دوم کی نظر میں اوس روز کا اضطراب ایسا
عظیم ثابت ہوا کہ جس کے کفارہ میں بقول شبلی صاحب اسقدر زحمت اٹھائی

خدا غفور الرحیم ہے عجب نہیں کہ فرار اُحد کی خطا کے ساتھ یہ جرم بھی معاف ہوگیا ہو حضرت عمر نے بوقتِ ارتیاب یعنی شک بہ نبوت اپنی ذات سے ایمان کو بہ منازل دور پاکر ازتکاب یہ خیرات مبرات کیا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جس کسی کو خدا کی وحدانیت اور نبی کی نبوت میں خدشہ ہوجائے وہ کبھی مومن نہیں رہ سکتا۔ خدا نے قرآن میں صاف فرمادیا ہے (ان المومنون الذین آمنو باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا) یعنی جو لوگ کہ ایمان بخدا و رسول لائے ہیں وہ کبھی مشکوک نہیں ہو سکتے۔ حضرت دوم کے شک نے بالکل اطمینان دلادیا کہ وہ کبھی نہ دل سے خدا و رسول کے معتقد نہ ہوئے تھے۔ الحاصل حضرت عمر جو کہ نومسلم کے نزدیک اخص الخواص ہیں ابوجندل کے مقدمہ میں کفار سے تقیۃً نہ بولے مگر نبی پر غرانے لگے۔ چونکہ ثبوت تقیہ آنحضرت و دیگر صحابہ حقیر نے یہ مضمون حوالہ قلم کیا ہے۔ لہٰذا امید ہے کہ نومسلم صاحب اتعاتِ صدر پر نظر کرکے تقیہ کو عوام الناس وضعفا کی ذات سے متعلق نہ بتائیں گے۔ بلکہ اپنے نبی کو بھی عند الضرورت اوس کا عامل دیکھینگے نومسلم کو چونکہ قلعی بند کرنا منظور ہے لہٰذا وہ ایک مقام اور دکھلاتا ہوں جس سے آنحضرت کے تقیہ کرنے کا پتہ چل جائیگا۔

جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانئے مدرسہ دیوبند جو کہ اہل سنت میں بڑے مناظر گذرے ہیں رسالہ تصفیۃ العقاید مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کے صفحہ ۸ سطر ۱۰ پر بایں خلاصہ لکھتے ہیں (جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلان امت سے جو اخیر میں بکثرت مسلمان ہوگئے تھے یقین ارتداد و مخالفت کرکے کعبہ کو منہدم نہ کیا۔ ورنہ بنیاد ابراہیمی پر بناتے اور دہلیز کو زمین سے ملگاتے اور شرقی و غربی دو دروازہ بناتے) نومسلم صاحب فرمائیں کہ آنحضرت کی یہ فروگذاشت تقیۃً تھی یا کس طرح۔ گو کہ مولوی صاحب نے جہلا کے گلے اس کو مڑھا ہے۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ آنحضرت کو اون قدیمی مسلمانوں سے خوفِ ارتداد تھا جو کہ قوم قریش سے اور آپکے کمر بندی رشتہ دار تھے۔ چنانچہ صحاح میں وارد

ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے جناب عایشہ سے فرمایا کہ "اے حمیرا اگر مجھ کو تیرے قدم سے خوف نہ ہوتا تو کعبہ کو بنیاد ابراہیمؑ پر قایم کرتا" تو مسلم عذر کریں کہ کیا قوم عایشہ سے وہ جاہلا مراد ہو سکتے ہیں جو کہ آخر میں بکثرت مسلمان ہو گئے تھے۔ نہیں یہ وہ ہی نامسلمان تھے جو کہ مدام مشکوک بہ نبوت رہے۔ مرتے مر گئے مگر پختہ کار نہ ہوئے۔ ان لوگوں کی شرارت و خبث طینت سے چند موقعہ پر حضرتؐ کو احتیاط کرنی پڑی ہے۔ علامہ سیوطی نے درمنثور و ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے اعلان خلافت مرتضوی پر عذر کیا کہ میری قوم یعنی احباب ظاہری کے دلوں میں جوش جہالت موجزن ہیں۔ عجب نہیں کہ اس بات کے اظہار میں میری تکذیب کریں۔ اوس پر خدا نے آیہ یاایہا الرسول بلغ نازل فرما کر حضرتؐ کو شر شیاطین سے اطمینان دلایا۔ اوس وقت آپ نے غدیر میں اشتہار ولایت کا اعلان فرمایا۔ رسالہ آفتاب خلافت میں تمام عبارتیں متعلق بہ مضمون بالا نقل کر دی گئی ہیں علاوہ انیں شب عقبہ میں جن لوگوں نے آنحضرتؐ کی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا وہ سب بحکم قرآن منافق تھے۔ لازم تھا کہ آنحضرتؐ عام جلسہ میں فرما دیتے کہ سنو میرے صحابہ رات فلاں فلاں لوگوں نے پہاڑ کی گھاٹی میں میرے اونٹ کو بھڑکایا تھا۔ اگر فضل خدا شامل حال نہ ہوتا تو وہ لوگ اپنے فاسد ارادہ میں کامیاب ہوتے اور میں ہلاک ہوتا یا اونٹ سے گر کر چوٹ کھاتا۔ آپ صاحب مطلع رہیں کبھی اون کا اعتبار نہ کریں نتیجہ یہ ہوتا کہ عام طور پر منافقوں کے نام ظاہر ہو جاتے۔ مگر آپ نے بخوف فتنہ و فساد اون کے نام ظاہر نہ کئے۔ صرف ایک شخص حذیفہ سے کہدیا کہ فلاں فلاں منافق ہیں۔ چنانچہ صاحب تحفہ نے تسلیم کیا ہے کہ حذیفہ علم المنافقین رکھتے تھے۔ جناب عمر اکثر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ لیلۃ العقبہ میں جو آپ نے رجسٹر بد معاشاں مرتب کیا تھا اوس میں میرا نام تو نہیں۔ تو مسلم فرمائیں کہ اخفائے اسمائے منافقین بوجہ مظنہ فتنہ و فساد تقیہ کیا گیا تھا یا کیا۔ تو مسلم صاحب انبیا و اولیا کے لیے تجویز تقیہ میں سخت منکر تھے۔ یقین ہے کہ آنحضرتؐ کے حالات دیکھ کر کسیقدر ندامت کش

ہونگے۔ مَیں انشاءاللہ نومسلم کا پیچھا نہ چھوڑونگا۔ بڑے مذہب سُنیہ تو وہ تو وہ ثبوت تقیہ دونگا۔ بخاری نے عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے (ان عائشہ اخبرتہ۔ استاذن علے النبی رجل فقال ائیذنوا لہ فبئس ابن العشیر فلما دخل لان لہ فی الکلام فقلت یارسول اللہ قلت ماقلت ثم الَنتَ لہ فی القول قال اے عایشہ اِنّ شر الناس من ترکہ او ودعہ الناس الفاظ فحشہ۔ عایشہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ کسی شخص نے آنحضرتؐ کی خدمت میں اجازتِ حضوری طلب کی۔ آپنے کہا آنے دو مگر وہ بہت ہی بُرا آدمی ہے۔ جب وہ حاضر ہوکر آپسے ہمکلام ہوا توحضرتؐ نے بہ نرمی اوس سے باتیں کیں جس وقت کہ وہ اُٹھ گیا تب میں نے پوچھا۔ آپکا تو اوس کی نسبت ایسا ایسا خیال تھا مگر کلام میں نرمی کو از بس دخل دیا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا وہ آدمی بہت ہی بُرا ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اُسے چھوڑے ہوئے ہوں) دیدہ باید نومسلم صاحب اِس فعلِ نبیؐ کی نسبت کیا ارشاد فرمائیں گے۔ تقیہ تو نہ کہینگے شاید نفاق بتلائیں۔ بعد نبیؐ وشیخین دیگر طبقاتِ صحابہ کو دیکھئے۔ وہاں بھی انشاءاللہ یہی نظر آئیگا کہ بعض صحابہ اپنے اوقات کے حکام سے خوف کر کے اظہار امر حق میں تامل کرتے تھے۔ صاحب فرایضِ شریفی نے لکھا ہے (اول من حکم بالعول عمر فانہ وقع فی عہدہ صورت ضاق مخرجہا عن فروضہا فشاور الصحابہ فیہا فاشار العباس الے العول فقال اعیلوا الفرایض فتابعوہ علے ذلک ولم ینکر احد الا ابنہ بعد موتہ فقیل لہ انکرتہ فی زمن عمر فقال ہبیتہ وکان مہیبا) خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ عول میں (یہ مسئلہ متعلق بہ ترکہ میت ہے) ابن عمر اپنے باپ کے مخالف تھے۔ اور اس اختلاف کو بعد وفاتِ پدر ظاہر کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اوسکے وقت میں آپ کیوں نہ لب کشا ہوتے۔ جواب دیا کہ اون کی ہیبت وصولت مانع تھی۔ کتاب مذکور میں حضرت ابن عباس کی نسبت بھی یہی لکھا ہے کہ وہ بھی مسئلہ مذکور میں حضرت عمر سے مخالفت رکھتے تھے۔ نومسلم دیکھیں کہ ابن عمر و ابن عباس کا یہ عمل تقیہ تھا یا کہ اور۔ خلیفۂ ثانی کا تقیہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ سقیفہ

بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر کو صدیق و افضل الصحابہ و یار غار و مصاحب خاص
کہکر بیعت کی۔ تا حیات تصویب خلافت کرتے رہے۔ مگر جب وہ مر گئے ممبر پر چڑھکر
کہہ دیا کہ ایہا الناس ابوبکر کی خلافت بے سمجھے جلدی میں واقع ہو گئی تھی۔ خدا نے
اوس کے شرارہائے ایمان سوز سے خلایق کو بچایا۔ آیندہ اگر کسی نے مثل ابوبکر
ارادہ حصول خلافت کیا تو اوس کا مارے جوتوں کے سر گنجا کر دونگا۔ شاہ صاحب نے
بھی تحفہ میں قول عمر کی تصدیق کی ہے۔ آنحضرت صلعم کے سامنے میدان غدیر میں حضرت
امیرؑ کو تہنیت خلافت دی۔ اور پھر حسب تسلیم امام غزالی مندرجہ سر العالمین اوس
عہد کو پس پشت ڈالکر خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ گئے۔ نو مسلم تجویز فرمائیں
کہ یہ معاملات خلیفہ صاحب سے بروئے تقیہ وقوع پذیر ہوئے تھے یا کہ نفاق سے حضرت
عثمان نے اہل مصر کی شورش دفع کرنے کی غرض سے کان دبا کر محمد ابوبکر کے نام
فرمان امارت لکھدیا۔ جب مجمع فرو ہو گیا اور آتش فساد ٹھنڈی ہوئی۔ متعاقب
عامل سابق کو لکھدیا کہ میں نے دفع الوقتی سے آپکو معزول کیا تھا۔ حامل تحریر کو مع
رفقا قتل کر ڈالنا نو مسلم صاحب اسکو تقیہ کہیگا یا دغا و فریب کی دفعہ قایم کی جائیگی
نو مسلم نے لکھا ہے کہ شیعہ ذرہ بھر خوف یا ادنے طمع سے تقیہ کو موجب ثواب
جانتے ہیں۔ استغفر اللہ جو شیعہ ایسا عقیدہ رکھتے ہوں۔ مگر صحابۂ رسول اللہ کا جنکا
عادل جاننا نو مسلم کا ایمان ہے ذرہ بھر خوف اور ادنے طمع سے تقیہ کرنا حقیر
ثابت کئے دیتا ہے۔ تمام اہل سنت کو اتفاق ہے کہ معاویہ نے معاملہ خلافت
میں حضرت امیرؑ سے بغاوت کی اور آپکو ناسزا کہا۔ مگر ہزارہا صحابہ اوس کے طرفدار
ہو کر حاضر دربار ہونے لگے۔ روپیہ سے جیب اور چرب لقمون سے پیٹ بھر لئے۔
نو مسلم روح انصاف کی قسم کھا کر کہیں کہ جو اصحاب معاویہ کے نقش قدم پر جان
دیتے تھے وہ حق پر ایسا کرتے تھے یا طمع سے دام تقیہ میں پھنسے ہوئے تھے۔
مرزا حیرت دہلوی اپنے اخبار مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۳ء میں صفحہ ۴ کالم ۲ پر لکھتے ہیں کہ جو
لوگ یزید پر لعنت بھیجتے ہیں وہ درپردہ ہزارہا اصحاب رسول کو گالیاں دیتے ہیں جنہوں

نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور آخر تک اوسی پر قایم رہے ہائے افسوس معاویہ
حضرت امیرؑ کو علانیہ گالیاں دے۔ یزید خاندانِ نبوت کا قلع قمع کرے۔ بچوں کو پانی
سے ترسائے۔ جوان و پیر کو شہید کرائے۔ عورتوں کو قید کر کے دربار میں بولائے۔
امام حسین علیہ السلام کے لب و دندان پر چھڑی لگائے۔ اور صحابۂ رسول کرسیوں پر
بیٹھے ہوئے مثل تھیٹر تماشا دیکھیں۔ کیوں تو مسلم صاحب اِس کو طمع کہینگے
یا کوئی اور صفت قایم کی جائیگی۔ آپ شیعوں کو بڑے طمع تقیہ کرنے سے ملزم قرار
دیتے تھے ان طماع صحابہ کو بھی کوئی فردِ جرم سنائیگا۔ یا الصحابۃ کلھم عدول کے
معزز خطاب سے عزت دیجئیگا۔ تو مسلم صاحب آپ لکھتے ہیں کہ ہجرت کر جائے
مگر کلمات ناجائز نہ کہے۔ بُری بات کا سننا اور کہنا برابر درجہ رکھتا ہے جبکہ صحابہ
دربارِ معاویہ میں قتل علیؑ کا مشورہ سنتے تھے اور الفاظِ ناسزا ان کے کان میں
پڑتے تھے لازم تھا کہ وہاں سے ہجرت کر کے حضرت امیرؑ کے لشکر میں داخل ہوجاتے
عہد یزید میں جو ناگفتنی و ناشنیدنی کو دیکھا اور سُنا اوسی وقت بستر باندھ کر دمشق
سے چل دیتے۔ تو مسلم صاحب نے لکھا ہے کہ باوصفِ امکان جو ہجرت نہ کریگا
وہ مرتد ہو جائیگا۔ پس تمام تر وہ صحابہ جو کہ معاویہ و یزید کے دستر خوان پر مرغ پُلاؤ
چکھتے تھے حسب قواعد مقرر کردہ تو مسلم مرتد و خارج از اِسلام تھے۔ تو مسلم
نے فضول طور پر جو الزام شیعہ پر لگایا تھا وہ ان صحابہ کے ذمہ عاید ہو گیا جنکی
روایات سے صحاح اہل سنت مالامال ہیں۔ (انس و زید ابن ارقم وغیرہ وغیرہ)
پیشوایانِ اہلسنت ایسے طامع اور زرکش تھے کہ باامید حصول دولت امراء و
سلاطین کی خوشامد سے احادیث بنا بنا کر خلایق سے روپیہ وصول کرتے تھے۔
عوام میں مشہور ہے کہ مکہ میں عکہ نامی کنجڑے کی پیاز گل سڑ کر خراب ہوئی جاتی تھی
اوس نے ابوہریرہ کے پیر پکڑ لئے کہ حضرت کسی طرح ان کو بکوا دیجئے ورنہ بندہ کا
دیوالہ نکل جائیگا۔ آپنے فرمایا کہ اگر نصف روپیہ یاروں کو دو تو شام تک چھلکہ
نہ رہیگا۔ اوس نے منظور کر لیا۔ یہاں کیا دیر تھی احادیث ڈھالنے والی مشین

میں دو چار کو ملا ڈال کر گرا دیا کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اکل الجبل بمکۃ فی مکۃ وجبت لہ الجنتہ (یعنی رسول پاک نے فرمایا ہے کہ جس نے عکہ کی پہاڑ مکہ میں کھائی اوس پر جنت واجب ہوگئی۔ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ مہدی خلیفہ عباسیہ کے پاس دس محدث آئے۔ از انجملہ غیاث بن ابراہیم بھی تھے اون کو معلوم تھا کہ خلیفہ کبوتروں سے زیادہ شوق رکھتا ہے۔ مہدی نے محدث موصوف سے کہا کہ کوئی حدیث بیان فرمایئے۔ اونہوں نے بحوالہ ابوہریرہ ایسا مضمون بیان کیا کہ جس میں کبوتر بازی کی تعریف تھی۔ خلیفہ نے دس ہزار درہم دیکر بالآخر یہ بھی کہدیا کہ تم سخت جھوٹے ہو۔ پھر حکم دیا کہ تمام کبوتر ذبح کر دیئے جائیں۔ دیکھو کتاب مذکور کے اردو ترجمہ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کا صفحہ ۱۰۵ تا سطر۱۔

علاوہ بریں ابن مبارک کہتے ہیں کہ جب ہارون رشید مسند خلافت پر بیٹھے تو باپ کی مدخولہ کنیز پر طبیعت آگئی۔ اوس کو پیام وصال دیا۔ کنیز نے عرض کیا یا امیر المومنین میں آپ پر حرام ہوں کیونکہ آپکے والد خلیفہ مہدی کی ہمخوابہ ہو چکی ہوں۔ خلیفہ اوس پر فریفتہ و دلدادہ ہو چکا تھا فوراً قاضی ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کو بلا کر چارہ کار دریافت کیا۔ اونہوں نے فرمایا کہ امیر المومنین یہ فرض کر لینا کہ تمام کنیزیں سچ بولا کرتی ہیں صحیح نہیں ہے ممکن ہے کہ وہ جھوٹ بولتی ہو۔ آپ اوس کو سچا نہ مانیے اور کام دل حاصل کیجیئے۔ اِس فعل سے جو گناہ ہو وہ میرے سر پر رکھیئے" مبارک کہتے ہیں "میری سمجھ میں نہیں آتا اِس معاملہ میں کس کس بات پر تعجب کروں۔ آیا اوس بادشاہ پر جو کہ امیر المومنین کہا جاتا تھا اور بایں ہمہ باپ کی حرمت کا تباہ کن تھا۔ یا اوس کنیز پر جس نے رفاقت سلطان سے کنارہ کیا۔ یا اِس فقیہ زمانہ و قاضی ممالک اسلام پر جس نے بادشاہ کو باپ کی توہین کا مشورہ دیا" دیکھو تاریخ مذکور کا صفحہ ۱۵۷ و ۱۵۸۔

عبد اللہ ابن یوسف کہتے ہیں کہ ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف سے کہا۔ کہ میں نے ایک کنیز خریدی ہے۔ مگر چاہتا ہوں کہ اوس سے قبل از استبراء صحبت

کرلوں۔ اگر کوئی حیلہ ہو تو بتلائیے۔ قاضی ابو یوسف نے کہا کہ اس کو اپنے کسی بیٹے کو ہبہ کر دیجئے۔ اور پھر اوس سے نکاح کر لیجئے۔ اسحاق بن راہویہ کا بیان ہو کہ ہارون رشید نے رات کو قاضی ابو یوسف سے بلا کر کوئی مسئلہ پوچھا۔ اور پھر اون کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔

مؤلف۔ رات کے مسئلہ اور پھر ایک لاکھ درہم انعام پر نظر کرنی چاہئے۔ شہوت پرست امیر المومنین نے کوئی مسئلہ متعلق بہ شب پوچھا ہوگا جس سے خوشدل ہو کر ایک لاکھ روپیہ دیا گیا۔

بقیہ تحریر بالا۔ قاضی ابو یوسف نے کہا کہ یہ درہم مجھ کو صبح سے پہلے ملنے چاہئیں امیر المومنین نے حکم دیا کہ فوراً ادا کر دئے جائیں۔ ایک شخص نے کہا کہ خزانچی اپنے گھر ہے اور خزانہ کا دروازہ بند ہے۔ قاضی ابو یوسف نے فرمایا کہ دروازہ تو اوس وقت بھی بند تھا کہ جب میں بلایا گیا تھا۔

دیکھو تاریخ مذکور اصفحہ ۱۵۸ سطر ۶ تا ۱۲۔

جناب تو مسلم۔ یہ قاضی ابو یوسف صاحب امام اعظم کے شاگرد رشید تھے۔ انہیں کے مسائل پر بناء مذہب حنفیہ ہے۔ یہ ہی بزرگ لوگوں سے روپیہ لیکر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیتے تھے۔ آپ طمع سے شیعہ کا عامل بہ تقیہ ہونا بتلاتے تھے۔ ابو ہریرہ کو (جس نے عکہ کی پیاز رعپیہ لیکر بکوائی۔ محدث صاحب کو جنہوں نے کبوتر بازی کی تعریف کرکے دس ہزار لئے۔ قاضی ابو یوسف صاحب نے والدہ کو بیٹے پر حلال کیا) کس قسم کا تقیہ باز تجویز فرمائیگا۔ اگر کچھ غیرت ہو تو چلو بھر پانی میں لنگی باندھ کر کود پڑو۔ اور کبھی شیعہ کے مقابلہ میں قلم اُٹھانے یا زبان کھولنے کا نام نہ لو۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ علمائے اہلسنت نے بہ طمع زر وہ وہ کام کئے ہیں کہ جن کے دیکھنے سے اہل ایمان کا دل کانپ جاتا ہے۔ علامہ عبد الکریم سمعانی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں کہ میں نے کوہ حلوان پر ایک جماعت کثیر کو دیکھا کہ نہایت عابد و زاہد تھے۔ سوائے مال حلال کے کھانا پسند نہ کرتے تھے۔ مگر اپنے

فرقہ کا نام یزیدی رکھ چھوڑا تھا۔ اون کے اعتقاد میں ہر امام جائز الاطاعت تھا۔
مَیں نے ایک مسجد میں جس کا نام جامع مرج تھا اونکو مجتمع دیکھا حسن بن بندار البراجردی
جو کہ ایک فاضل کامل تھے اون سے فرقہ یزیدی نے دریافت کیا کہ جناب مولنٰا
درباب امامتِ یزید آپ کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اونہوں نے جواب دیا کہ میں
اوس شخص کی کیا تعریف کرسکتا ہوں جس کا چند جگہ قرآن میں ذکر ہے (قال اللہ
تعالےٰ یزید اللہ فے الخلق مایشاء) بمقام دیگر ارشاد ہوتا ہے (ویزید اللہ الذین
ہتدوا ہدے) فاضلِ موصوف سے یہ دل لگتی تقریر سُن کر یزیدیوں نے دعوت کی
اور چلتے وقت زرنقد نذر کیا۔ عبارت عربی ۱۳ رجب ۱۳۰۲ھ ہجری کے پرچہ اصلاح
میں دیکھ لو۔ تو مسلم صاحب طامع ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کہ ایک وقت کی روٹی
کھانے کی غرض سے منشاء قرآن بدل کر لوگوں کو بدراہ کرتے تھے۔ شیش محل کے
رہنے والے کو لازم ہے کہ کسی کے گھر پر کچّا ڈھیلہ نہ پھینکے۔ آپکا گھر تارِ عنکبوت سے
ضعیف تر ہے۔ ایسے مضبوط گھر والوں کو لازم نہیں کہ کسی کی طرف تنکا اوٹھائیں
ورنہ دوسرا پتھروں سے سارا گھر مسمار کر دیگا۔ تو مسلم و جمیع اہل سنت شاہ عبد العزیز
صاحب کے بیان کا زیادہ اعتبار فرماتے ہیں۔ لہذا دکھلایا جاتا ہے کہ درباب تقیہ
وہ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ عالم موصوف کا قول تحفہ کے باب یازدہم میں صفحہ ۴۵۸
پر اس طرح درج ہے (بایدہ دانست کہ تقیہ در اصل مشروع است بدلیل آیاتِ قرآن۔
لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین الے آیہ) بعد ازیں شاہ صاحب
تعریف تقیہ میں بایں عنوان گہر ریز ہوئے ہیں۔ (کہ محافظت نفس یا مال از شرِ اعدا نماید
وعدو بر دو قسم است۔ اول آنکہ عداوتِ او مبنی بر اختلافِ دین وملت باشد۔ دوم
عداوتِ او مبنی بر اغراض دنیوی باشد مانند ملک و مال و متاع۔ پس تقیہ نیز بر دو
قسم باشد) تو مسلم انصاف فرمائیں کہ حضور شاہ صاحب نے بہر دو صورت یعنی حفظ
دین و ایمان و مال و متاع تقیہ مشروع اور ماخوذ عن القرآن فرمایا ہے۔ افسوس
ہے کہ جس چیز کا حکم خدا دے اور مسلمانوں کے واسطے جائز و مباح فرمائے۔ اوس میں

نومسلم یہ شقوق نکالیں کہ اوس کا کرنا موجب ثواب نہیں۔ بلکہ باعث ارتداد ہے
اوس پر ترقی یہ کہ نفاق بتلایا جاتا ہے۔ کہیں انبیا و اولیا کو اوس میں مستثنے کرتے
ہیں یہ سب جانتے ہیں کہ احکام قرآن عام ہوتے ہیں۔ نبی وغیر نبی اوس میں سب
شریک ہیں۔ جو ضرورت حفاظت عوام الناس کو ہیں وہ ہی انبیا سے علاقہ رکھتی
ہیں بلکہ مصرع جن کے رتبہ ہیں سوا اونکو سوا مشکل ہے۔ ذیعزت و اہل رتبہ زیادہ
استحقاق تحفظ رکھتے ہیں۔ دیلمی فردوس الاخبار میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام
کا یہ قول تھا (لادین لمن تقیۃ لہ) یعنی وہ بیدین ہے کہ جس کو تقیہ سے انکار ہے۔
مولوی خلیل احمد صاحب متوطن انبٹہ ضلع سہارنپور جو کہ متکلمین اہل سنت میں
اعلیٰ پایہ کے شخص ہیں۔ ہدایات الرشید کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ "اہل سنت تقیہ کو
مطلقاً حرام اور منافقوں کا نشان نہیں بتلاتے۔ جو ایسا دعوی کرے وہ اہلسنت
پر افترا و بہتان کرتا ہے۔ چونکہ نومسلم تقیہ اور نفاق کو حسب صراحت اوراق صدر
اپنے رسالہ کے صفحہ ۴ پر ایک بتلاتے ہیں۔ لہذا وہ افترا پردازی میں اعلے دماغ رکھتے
ہیں۔ اگر نومسلم بہ ترک تعصب و اعتساف وجوہات مندرجہ صدر پر نگاہ ڈالیں گے
تو شیعہ کو نائل بامر شرع اور اپنی ذات کو مع ہم خیال لوگوں کے معترض بامر جائز
و مباح دیکھینگے۔ چونکہ نومسلم امام ابوحنیفہ کے زیادہ معتقد ہیں اون کا ایک عمل
دکھلاتا ہوں جو کہ تقیہ کا سبق دینے والا ہے۔ ملل و نحل و تفسیر کشاف میں بمقام
بحث (لاینال عہد الظالمین) لکھا ہے (کان ابوحنیفہ یفتی سراً بوجوب نصرۃ زید
بن علی وحمل المال الیہ والخروج معہ الی آخرہ) یعنی امام ابوحنیفہ پوشیدہ طور پر حضرت
زید الشہید کی نصرت پر لوگوں کو فتوے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ مال سے اون کی
مدد کرو اور اون کے ساتھ خروج کر کے بنی امیہ کا وجود معدوم کردو"۔ اس پوشیدہ
کارروائی سے ہویدا ہے کہ بظاہر مخالفت کرتے ہونگے اور بباطن تخلیہ میں لوگوں کو
نصرت پر برانگیختہ۔ یہ ہی معنی تقیہ کے ہیں۔ نومسلم چونکہ امام صاحب کے مقلد خاص
ہیں۔ لہذا ایسے امام کو چھوڑ کر جو کہ مثل برگ حنا ظاہری و باطنی دو رنگ رکھتا تھا

اہل حدیث میں مل جائیں۔ اور دیگر لوگوں کو بھی ترغیب دیں کہ اون کی تقلید سے بجرم تقیہ بازی دست بردار ہوں۔ سوائے ازیں سنیوں نے حضرت امیرؑ کے بعض اقوال ایسے لکھے ہیں جو کہ مثبت تقیہ ہیں۔ از انجملہ ایک واقعہ دکھلاتا ہوں حضرت علیؑ کی سوانح عمری معروف بہ المرتضےٰ حافظ عبدالرحمان متوطن ملک پنجاب نے لکھ کر ۱۸۹۷ء میں مطبع روز بازار امرت سر سے شایع کرائی ہے اوس کے صفحہ ۱۲۴ سطر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ پر لکھا ہے (قاضی شریح کو حضرت عمر نے کوفہ میں مقرر کیا تھا۔ جب حضرت امیرؑ وہاں گئے اور فیصلوں کی جانچ کی تو غلطی برآمد ہوئی آپ نے اوس کا معزول کرنا چاہا لیکن اہل کوفہ نے کہا کہ ہم عمر فاروق کے مقرر کردہ کی برطرفی پر رضامند نہیں۔ تب آپ نے بخوف فتنہ خاموشی اختیار کی) جناب نومسلم یہ فعل مرتضوی جس کو آپ کے ہم مذہب عالم نے تحریر فرمایا ہے تقیہ کہا جائیگا یا کہ اس کا کوئی اور نام تجویز فرمائیگا۔ پس نتیجہ تنقیح یہ نکلا کہ تقیہ امر مشروع ہے اور نبیؐ و امیرؑ نے حسب ضرورت اوس پر عمل فرمایا۔ اور منکر تقیہ کو بیدین قرار دیا اور سابقہ امت ہائے سابق و امت محمدیؐ کے لئے سنت الٰہی ہے جو کہ کبھی اور کسی وقت بحکم (لاتجد لسنۃ اللہ تبدیلا یعنی کبھی نہ دیکھوگے سنت خدا کو بدلتے ہوئے) تبدیل نہیں ہوسکتی۔ اور سنی و شیعہ درباب تقیہ ایک عقیدہ رکھتے ہیں۔ عوام الناس اخص الخواص کی شرط جو کہ نومسلم کی طبع زاد ہے سراسر بیجا و غلط و خلاف قرآن ہے۔ حقیر بمدد خدا بڑے بڑے علمائے اہلسنت کا تقیہ باز ہونا ثابت کرکے نومسلم کو ساکت و لاجواب بنا دیگا۔ ترجمہ اردو تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۲۶۶ و ۲۶۷ پر لکھا ہے (مامون رشید کا مذہب یہ تھا کہ قرآن خدا کا کلام ہے۔ اور علمائے اہل سنت کا یہ مذہب تھا کہ قرآن قدیم ہے مخلوق نہیں۔ معززین علمائے اہل سنت نے مامون رشید کے دباؤ سے اقرار کرلیا کہ جو بادشاہ کا مذہب ہے وہی ہمارا ہے۔ یہ اقرار علماء نے تقیہ سے کیا تھا دل سے نہ تھا۔ جن علماء نے تقیہ کیا تھا اون کے نام یہ ہیں

امام احمد بن حنبل۔ محمد بن سعد کاتب۔ یحییٰ بن معین۔ ابوخیثمہ۔ ابومسلم۔ یزید بن ہارون۔ اسمٰعیل بن داؤد۔ اسماعیل بن ابومسعود۔ احمد بن دورقی وغیرہ وغیرہ۔ تو مسلم صاحب ارشاد فرمائیں کہ ان علمائے اعلام نے جن میں ایک امام احمد بن حنبل بھی داخل ہیں دربار مامون رشید میں چھری سے اپنا کام نہ کیوں تمام کیا اور تقیہ سے کس لئے جان کو بچایا۔ معلوم ہوا کہ ان جملہ علما و ائمہ نے امر ناجائز کا ارتکاب کیا۔ افسوس ہے۔ جو خیال میں آتا ہے قلم سے نکال بیٹھتے ہیں۔ آگے پیچھے کا بالکل خیال نہیں ہوتا۔ اگر اہل سنت بہ نگاہ انصاف تحریر حقیر کو دیکھیں گے تو انشاء اللہ پسند فرمائنگے۔ بحمد اللہ کہ یہ تنقیح بھی بجمیع الوجوہ بحق شیعہ فیصلہ پذیر ہوئی۔

تنقیح دوم

ائمہ اہل بیت کو کیا ضرورت لاحق ہوئی تھی جو تقیہ کیا

واضح ہو کہ خدا نے اپنی حکمت بالغہ و رحمت واسعہ سے انسانوں پر دنیا میں دائرہ معاشرت تنگ نہیں کیا۔ بلکہ ایسے احکام جاری فرمائے ہیں کہ جس سے خلایق مصئون عن الصوادم ہو کر احاطہ اطاعت میں رہے اور کوئی جرم شرعی اوس پر عاید نہ ہو چونکہ بعلم الٰہی زمانہ سلاطین فساق و فجار و اشرار نابکار سے خالی نہیں رہتا۔ لہذا اوس نے اپنے بندگان صالح کے لئے یہ تدبیر کی۔ کہ ایسے اوقات میں اپنے دین و ایمان بہ ہاو صف مخالفت سلطنت قایم بھی رکھ سکیں نیز اونکی عزت و آبرو بھی ضایع نہ ہو۔ منجملہ ان تدابیر قدرت کے ایک تقیہ ہے جس کو سُنّی صاحب لفظ بدل کر توریہ کہتے ہیں۔ دونوں کے معنی قریب قریب ملتے جلتے ہوئے ہیں۔ تقیہ کا مادہ اتقا یعنی پرہیزگاری ہے اور توریہ کا مادہ تواری یعنی کسی بات کا پوشیدہ کر لینا ہے۔ ہم تقیہ اور توریہ دونوں کو بوجہ متحد المعنی ہونے کے جائز جانتے ہیں۔

اور عند الضرورت ہر دو پر عمل کرتے ہیں۔ اہل سنت توریہ کو عموماً و خصوصاً ممدوح
بتلاتے ہیں۔ اور حسب تصریح بالا تقیہ کے بھی قائل ہیں۔ مگر بعض مصالح مذہبی سے
بمقابلۂ شیعہ راہِ انکار اختیار فرماتے ہیں۔ ہر گاہ حسب توضیح بالا تقیہ امر مشروع ہے
تو ائمہؑ نے اگر اوس پر عمل کیا یا اپنے تابعین کو عمل کرنے کی اجازت دی تو کسی جرم کی
حد میں نہیں آسکتا۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ بعد نبیؐ زمانہ نے اہلبیتِ رسولؐ سے
بالکل کج رفتاری اختیار کر لی تھی۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ تمام قریش و اکثر
اہل مدینہ و دیگر عرب حضرت امیرؑ سے عداوت شدید رکھتے تھے۔ اوس عداوت
کے جو نتائج پیدا ہوئے کتب بین لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ حسنین علیہم السلام
کے ساتھ جو امتِ نبوی نے مہربانی فرمائی ظاہر ہے۔ ایک کو جناب معاویہ نے
زہر دیا۔ دوسرے کو فرات پر لشکر یزید نے جس بیدردی سے شہید کیا محتاج بیان
نہیں۔ سید الساجدینؑ دو مرتبہ قید ہوئے۔ امام موسیٰ کاظمؑ کی تمام عمر جیلخانہ میں کٹی۔
چنانچہ ایک بزرگ لکھتے ہیں۔ حضرتؑ پر انتہائے اسیری گذر گئی زندان میں جوانی
و پیری گذر گئی۔ غرضکہ اوس وقت کے مسلمان صاحبوں نے جو کہ نو مسلم کے ہم مذہب
اور خلفاء ثلاثہ کے تابع تھے اہلبیتِ نبوی پر کوئی دقیقہ ظلم اٹھانے سے باقی نہ تھا۔
اگر تمام واقعاتِ جور بیان کروں تو ایک دفتر بھی گنجایش نہیں رکھتا۔ بعد اختصار
ایک واقعہ کا لب لباب عرض کرتا ہوں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی لوگوں نے
منصور دوانیقی سے شکایت کی کہ حضرتؑ داعیۂ ملک گیری رکھتے ہیں منصور نے
عالم کبر سنی میں حضرتؑ کو تکلیفِ حاضری دی۔ اور حسب تحریر صاحب روضۃ الاحباب
جناب سے فرمایا۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ ارادۂ خلافت رکھتے ہیں۔ ربیع حاجب کو
حکم دیا کہ ان کو قتل کر دے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مومن کا نفس ضایع کرنے سے تجھکو
نہ مفاد دنیا پہونچیگا اور نہ فلاح دین۔ (والسلام من ہیچ ارادہ نہ کردہ ام و داعیۂ ملک
ندارم۔ اگر بتو چیزے رسیدہ باشد از زبان کذابی بودہ۔ و اگر عیاذاً باللہ آنچہ گفتی کردہ
باشم برادران یوسف ظلم کردند او عفو فرمود۔ و ایوب چوں بہ بلا مبتلا شد دست در دامن شکیبائی زد

وسلیماں را عطا رہ اوند زباں بہ اداشکر بر کشاد ایں جماعت پیغمبر انند و نسب تو بدیشاں مے پیوند و منصور گفت صدقت و انجناب را بر پہلوئے خود نشانند۔ پس گفت کہ فلاں ابن فلاں ایں سخناں از لذ بمار سانیدہ و آنگاہ فرمود تا آنشخص را بمجلس آوردید و از وے پرسید انچہ بمن گفتی تو خود از جعفر شنیدی جواب داد آرے گفت سوگند میتوانی خورد گفت بلے پس بایں الفاظ سوگند خورد "لا الہ الا ہو عالم الغیب والشہادہ" جعفر صادق ؑ گفت یا امیر المومنین من او را سوگند میدہم گفت بدہ۔ انگاہ امام بآں شخص گفت بگو بری ام من حول اللہ وقوتہ النجات الی حولی وقوتی لقد فعل کذا کذا جعفرؓ یعنی میں خدا کی قسم سے کہتا ہوں ایسا خدا جس کے سوا کوئی نجات دینے والا نہیں تحقیقکہ جعفر صادق ؓ نے ایسا ایسا کہا ہے" آں لعین امتناعی کرد بالاخر سوگند خورد وہم در مجلس افتاد و بمرد منصور گفت پائے او را کشیدہ بیروں افگنند افسوس کہ بایں معجزہ باہرہ امام موصوف کو زندہ نہ چھوڑا۔ خار سلطنت مٹا ہی دیا امام موسٰے علی رضا علیہ السلام کو ماموں نے داماد بنا کر انگور میں زہر کھلایا۔ غرض کہ منجملہ گیارہ اماموں کے دو امام اول وسوم تلوار سے شہید ہوئے۔ اور نو اماموں کو ان وقت کے مسلمان بادشاہوں نے زہر دغا کھلایا۔ کوئی امام معمولی طور پر اپنی قضا سے رحلت فرمائے ملک بقا نہیں ہوا۔ اہلبیتؑ پر جو ظلم وستم ہوئے ہیں انکو کوئی دبا اور چھپا نہیں سکتا۔

اہل بیتؑ نبوی پر جو ظلم وستم مسلمان صاحبوں کے ہاتھوں سے ہوئے اون کا ثبوت دینا ایسا ہے کہ جیسے روز روشن میں آفتاب کا۔ مگر بطور مختصر ملا سعد الدین تفتازانی کی ایک طولانی عبارت عربی مندرجہ شرح مقاصد کا اردو میں ترجمہ عرض کرتا ہوں جس سے اکابر مذہب سنیہ کی قلعی کھل جائیگی

ترجمہ عبارت مندرجہ شرح مقاصد

صحابہ میں از قسم محاربات ومشاجرات جو امور واقع ہوئے وہ کتب تواریخ میں

مسطور اور زبان خلایق پر مذکور ہیں۔ اون تنازعات کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ بعض صحابہ طریق حق سے تجاوز کر کے حد ظلم و فسق پر پہونچ گئے تھے۔ ان تنازعات کا سبب سوائے عداوت و عناد و بغض و حسد و طلب ملک و ریاست و میل بہ لذات و شہوات امرے دیگر نہ تھا۔ ایسی مکروہ باتوں کا صحابہ کی ذات سے واقع ہونا مستبعد نہ تھا۔ کیونکہ وہ معصوم نہ تھے اور نہ خیر کے ساتھ موسوم مگر علمانے بوجہ حسن ظن اون کے افعال میں محامل و تاویلات کو دخل دیا ہے بایں غرض کہ لوگوں کی طبایع اون سے متنفر نہ ہو جائیں۔ کیونکہ صحابہ کبار مبشر بصواب دار القرار ہیں۔ اون کی لغزش و اغلاط پر حرف گیری صحیح نہیں ہے۔ مگر اہلبیت نبوی پر جو ظلم و تشدد ہوا۔ وہ ایسا ہے کہ جس کو کوئی مخفی نہیں کر سکتا۔ قریب ہے کہ اُنکی گواہی دیں جمادات و حیوانات و نباتات۔ اور روئیں اون کے لئے زمین و آسمان اور پھٹ جائیں پہاڑ۔ اور شق ہو جائیں پتھروں کے جگر۔ باقی رہیگا اون کا سوء عمل ہمیشہ لعنت خدا اوس پر کہ جو اون ظلموں کا مباشر ہو۔

اِس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو اصحاب باہمدگر برسر منازعت ہوئے وہ نزاع کسی مسئلہ فقہی یا امر دین میں نہ تھا جیسیکہ مجتہدین و اہل ایمان میں بلا خود غرضی صرف تائید امر حق میں ہوا کرتا ہے۔ بلکہ طلب ملک و ریاست و لذات و شہوات و روپیہ پیسہ کی وجہ سے تھا۔ اور باہم ملک و دولت پر لڑنے والے اور حدود الٰہی سے گذر کر ظلم و فسق کرنے والے عوام الناس یا معمولی آدمی نہ تھے۔ بلکہ وہی تھے جو کہ صحابہ کبار کہے جاتے ہیں۔ اور جو کہ عند السنیہ مبشر بہ نعمات جنت تھے۔ مخبر صادق نے بھی انہیں لوگوں کی نسبت خبر دی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا (ستحرصون علے الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ) یعنی تم لوگ عنقریب حرص امارت و ریاست کروگے اور بروز قیامت وہ تمکو ندامت دینے والی ہوگی۔ یہ بھی صحیح موصوف میں مندرج ہے کہ رسول صلعم نے اصحاب موجود الوقت سے فرمایا (انی لست اخشٰے علیکم ان تشرکو ولکن اخشٰے علیکم

ان تنافسو) یعنی مجھ کو تم لوگوں سے یہ خوف نہیں ہے کہ بعد میرے مشرک ہو جاؤ گے
لیکن یہ ڈر ہے کہ راہ نفسانیت اختیار کرو گے"۔ بروایت صحیح مسلم و مشکوٰۃ شریف
حضور انور ص نے حذیفہ و ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "بعد ہمارے فوراً شیاطین
مسلط بملک دین ہو جائیں گے۔ اور راہ صحیح سے لوگوں کو ہٹا کر مسلک بے ایمانی
پر پہونچا دیں گے"۔ ہر دو صحابہ نے عرض کیا کہ "ہم ان شیطانوں کے وقت میں جنگ
کر کے ان کا خاتمہ کر دینگے یا خود مر جائینگے"۔ حضور ص نے فرمایا کہ "ایسا نہ کرنا بلکہ صبر
و سکوت سے کام لینا۔ گو کہ تم پر وہ لوگ کیسی ہی سختی کریں۔ مگر تم لوگ گردن اُٹھانا"
صحیح مسلم مطبوعہ دہلی مطبع انصاری کی جلد دوم کا صفحہ ۱۲۷) اور مشکوٰۃ شریف کی کتاب
الامارۃ کا صفحہ (۲۵۰) دیکھو۔ صحیح مسلم میں بحوالہ حذیفہ و مشکوٰۃ میں بحوالہ ابوذر ہر دو
احادیث انشاءاللہ وقفِ نظر ہونگی۔ جن لوگوں کو پاس اسلام ہے وہ بجائے خود
جانچ کریں۔ کہ جن صحابہ سے نبی نے (ستحرصون - وانی لست اخشے علیکم) فرمایا تھا
وہ کون لوگ تھے۔ آیا ثلاثہ بھی اوس میں داخل ہیں یا نہیں۔ نیز حذیفہ و ابوذر
رضوان اللہ تعالےٰ نے کب تک دنیا میں زندگی بسر کی اور بعد نبی کن لوگوں کو حکمراں
دیکھا۔ رسالہ دلیل المتحیرین میں حقیر نے کتب اہل سنت سے ثابت کر دیا ہے کہ
ہر دو صحابہ نے عہد ثلاثہ میں وفات پائی تھی۔ آنحضرت کا اپنے اصحاب کو عہد شیاطین
میں ہدایت بہ صبر فرمانا اور جنگ سے مانع ہونا تقیہ کی صاف اور سیدھی پختہ سڑک
کا بتلانے والا ہے۔ مخاطب سوچیں جبکہ قرن اولی کے آدمی شیطان سیرت و قاطع رحم
تھے اور لذات و شہوات میں گرفتار ہو کر ملک و دولت پر لڑے تو قرون مابعد کے
سلاطین جو کہ ملوکِ عضوض میں داخل تھے اور جن کے زمانہ میں اکثر ائمہ ع رونق دہِ
سطح عالم تھے کیا کچھ نیک بخت ہونگے۔ اگر ایسے کٹھکٹھنوں کے زمانہ میں جو کہ ہر وقت
قتل ائمہ ع پر تلوار بدست رہتے تھے اولاد رسول ص نے بخوفِ جان تقیہ کیا تو کیا بیجا کیا۔
مگر افسوس ہے کہ باوصف تقیہ بھی اہل شقاوت نے استراحت فرمائے قائلین عافیت
نہ ہونے دیا۔ تعجب ہے کہ حضرات اہل سنت کے کتب خانہ میں ہر ایک بات کا

جواب موجود ہے۔ مگر کبھی نہیں دیکھتے۔ آنکھ بند کر کے جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں
اور جہلا سے خوب روپیہ رو لیتے ہیں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ حضرت امیرؑ و ائمہ
علیہم السلام کا زمانہ ایسے حکام کا تھا کہ جن کی نسبت ہم کوئی کلمہ خلافِ ادب
نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کے سچے اور اصلی واقعات سننے سے سنیوں کا دل
دکھتا ہے۔ اور حکام سے مستغیث ہوتے ہیں کہ شیعہ نے ہمارے خلفا کے صحیح واقعات
لکھ کر ہمارے دل کو دکھا دیا۔ اس جرم میں ان کو سزا دے کر ہمارے زخم جگر پر مرہم
لگا دیا جائے۔ اگر اہل سنت ہمارے لکھنے سے ناراض ہوں تو مدینہ منورہ میں
جا کر بعد ادائے زیارت عرض کریں کہ حضورؐ حذیفہؓ و ابو ذرؓ سے آپ نے کیوں فرما
دیا تھا کہ بعد ہمارے شیطان مسلط ہو جائیں گے۔ چونکہ بعد وفات سرکار وہ لوگ
فرمانروائے ملک اسلام ہوئے جن کی خاکِ قدم کو ہم کحل الجواہر سمجھ کر توتیائے چشم
کرتے ہیں۔ لہذا روافض نے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ
شیطان وہی ہیں جو بعد رسولؐ حاکم ہوئے۔ یہ اس غضب کی حدیث ہے کہ ہم کوئی
جواب نہیں دے سکتے۔ جو تاویل کرتے ہیں الٹی پڑتی ہے۔ حضورؐ فرما دیویں
کہ وہ شیاطین کون ہیں۔ عجب نہیں کہ حضور انورؐ یہ درخواست سن کر فرما دیویں۔
چونکہ تم لوگوں کے دل بہت نرم ہیں۔ اپنے محبوب لوگوں کی برائی سننے کے متحمل
نہیں۔ لہذا ہم ایک معیار بتلائے دیتے ہیں اس سے تم خود جانچ کر لو ہم نے
بوقتِ رخصت کتابِ خدا اور اپنے اہلبیتؑ کو تم پر حاکم کیا تھا۔ پس بعد ہمارے
جنہوں نے اہل بیتؑ سے احکام قرآن سیکھے وہ امتِ مرحومہ میں داخل ہیں۔ اور
جنہوں نے اہلبیتؑ کو اپنا تابعدار بنانا چاہا اور ان پر ابوابِ ظلم کشادہ کئے وہ
مجسم شیطان تھے۔ وہاں سے رخصت ہو کر امام مسلم و صاحب مشکوٰۃ سے ملئے
اور دست بستہ عرض کیجئے۔ کہ جناب آپکو کیا ضرورت ہوئی تھی کہ اپنی صحیح میں
یہ حدیث ٹھونس دی جس نے ہمارے ارکان مذہب کو ہلا ڈالا۔ حدیث کو غلط
بتلاتے ہیں تو آپ پر الزام خلاف لونیسی عاید ہوتا ہے صحیح تسلیم کرتے ہیں

تو ثلاثہ کی آبرو ڈوبی جاتی ہے۔ لکھا آپنے اور مصیبت میں ہم پڑ گئے۔ بعد ازیں کسی
ولی اللہ سے کہئے کہ عند الملاقات خدا سے یہ عرض کرے کہ جناب اقدس نے (فہل
عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنہم اللہ الی
آخرہ یعنی اے اصحاب محمدؐ تم عنقریب متولی امر اسلام ہوکر زمین خدا میں فساد پھیلاؤ گے
اور قطع رحم کرکے رہگرائے عرصۂ بیرحمی ہو گے لعنت خدا اوس پر جو مباشر امور مفسدہ
ہو) یہ کیسی بے ڈھنگی آیت نازل کردی جس سے ہمارے پیشوا دو کوڑی کے ہو گئے۔
چونکہ بعد رسولؐ وہی متولی امر اسلام ہوئے۔ لہذا روافض نے بمفاد آیہ اونکو مفسد
وقاطع رحم قرار دیکر جو کچھ اون کے حق میں کہا حضور خوب جانتے ہیں۔ آپنے
یہ ایسی آیت نازل کی کہ جس سے ہماری جان جھگڑے میں پڑ گئی۔ زمانہ قریب
کی شرطیں جو کہ لفظ "عسیتم" سے اوس میں کی گئی ہے بالکل ثلاثہ کو رافضیوں نے
مادۂ شرارت سمجھ کر سب کچھ کہہ ڈالا۔ منصف غور کریں کہ جو لوگ بحکم قرآن مفسدہ و
قطع کنندۂ رحم تجویز ہو چکے تو اسے اوقات میں اگر تقیہ کیا گیا تو کیا بیجا ہوا۔ سوائے
وجوہات مصرحہ بالا میں دیگر وجوہ ایسی پیش کرتا ہوں کہ جن سے بالضرور سمجھ
لیا جائیگا کہ حدیث حذیفہ و ابوذرؓ و آیہ "فہل عسیتم" کا علاقہ ثلاثہ ہی کی ذات بابرکات
سے ہے۔ کنز العمال کی چھٹی جلد میں صفحہ ۷۹ پر ایک طولانی عبارت عربی ہے۔
اوس کا مفاد اردو میں بیان کیا جاتا ہے۔ (حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ مجھ سے
سرور عالمؐ نے ارشاد کیا۔ کہ یا علیؑ اوس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب کہ لوگ
آخرت سے نفرت اور دنیا سے رغبت کرینگے۔ اور مال میراث کو کھا جائینگے۔
اور اموال دنیا پر دم دے کر دین خدا کو مکر و فریب بنائینگے یعنی گندم نمائی و جوفروشی
اختیار کرینگے۔ بجواب حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ میں چھوڑ دونگا اون کو اور اوس
چیز کو جس سے وہ رغبت کرینگے۔ بلکہ میں اختیار کرونگا اللہ و رسولؐ و خانۂ آخرت
کو۔ اور صبر کرونگا مصائب دنیا اور حاسدکی بلاؤں پر یہاں تک کہ آپ سے ملحق ہوں
انشاء اللہ تعالےٰ۔ یہ جواب حسرت آمیز سماعت فرماکر آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ

اے علیؑ سچ کہا تم نے۔ خدایا توفیق دے علیؑ کو کہ وہ ایسا ہی کرے۔ مخاطب قیودِ مذہبی سے الگ ہو کر غور فرمائیں کہ وہ کون لوگ تھے جنکو آنحضرتؐ نے دین سے متنفر اور دنیا سے راغب و مکار و فریبی ظاہر کیا تھا۔ میراث کو کون ہضم کر گیا۔ حضرت علیؑ نے کن لوگوں کو بلا تعرض اون کے حال پر چھوڑ دیا۔ وہ کیا مصیبت حضرت امیرؑ سے لاحق ہوئی تھی جس پر آپنے صبر کرنیکا وعدہ کیا تھا اور رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے مصائب وبلیات کے برداشت کرنے پر موفق ہونیکی دعا دی تھی۔ حضرت امیرؑ کا رسول اکرمؐ سے یہ عرض کرنا کہ میں چھوڑ دونگا اون کو اور اوس چیز کو جس سے وہ رغبت کرینگے اِس کلام سے ظاہر ہوگیا کہ جس چیز کو آپنے چھوڑا وہ خلافت و میراث تھی اور جن آدمیوں کو چھوڑا وہ ثلاثہ وامثالہم تھے۔ حضرت امیرؑ کا نزول بلا کے وقت وعدۂ صبر کرنا اور رسول مقبولؐ کا دعا فرمانا بالکل مثبت تقیہ ہے۔ مضمون بالا کی تصدیق شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں بایں الفاظ کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بوقتِ وفات وصیتاً فرمایا (کہ یا علیؑ بعد از من بسے مکروہات زمانہ بتو خواہد رسید باید کہ دلتنگ نہ شوی و چوں بینی کہ مردم دنیا دنیا را اختیار کردند تو دین را اختیار کنی و راہ صبر پیش گیری) مخاطب بہ چشمِ بصیرت اپنے معتمد علماء کی تحریروں پر نظر کریں۔ اور سمجھ لیں کہ خلفاء جور کے زمانہ میں جو حضرت امیرؑ نے صبر کیا وہی عین تقیہ تھا۔ صحیح مسلم جلد دوم کے صفحہ ۲۴۹ پر ایک بڑا طویل مضمون ابی حازم صحابی کے حوالہ سے نقل ہوا ہے۔ اُردو میں اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولِ مقبولؐ نے فرمایا۔ کہ میرے اصحاب کو فرشتے جہنم میں لیجائینگے۔ میں کہونگا کہ اکثی یہ میرے صحابہ ہیں اِنکو دوزخ میں کیوں ڈالا جاتا ہے۔ پردۂ غیب سے آواز آئیگی کہ اے محمدؐ بعد تمہارے یہ لوگ اوس روش پہ چلے جس پہ چلنے کی تم نے ممانعت کی تھی۔ صحیح بخاری مطبوعہ مصر کی کتاب الفتن میں صفحہ ۳۶ پر بروایت ابی وایل باختلاف الفاظ واتحاد مطلب یہی مضمون درج ہے۔ ان احادیث صحاح نے اُن لوگوں کا پورا

پتہ دیا جن کا ذکر حضرت حذیفہؓ و ابو ذرؓ حضرت امیرؑ سے خفتی مرتبت نے کیا تھا۔
اہل بصیرت کو جانچنا چاہیئے کہ وہ کون صحابہ تھے جنہوں نے دین میں احداث کیا
تھا۔ کہیں یہ وہ تو نہیں جن کی سیرت پر عمل کرنے سے بعد قتل حضرت عثمان
جناب امیرؑ نے انکار کیا تھا۔ بنظر اطمینان مخاطب اون احداث کنندگان میں سے
جنکو دوزخ کی طرف فرشتے کھینچ کر لیجائیں گے ایک شخص کا میں نشان دیتا ہوں
موطا امام مالک کے ترجمہ میں جس کا نام کشف المغطا ہے اور جو کہ ۱۲۹۶ھ ہجری میں
بمطبع مرتضوی دہلی چھپا ہے صفحہ ۱۰۳ پر لکھا ہے ابو النضر سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے جنگ احد کے شہیدوں کے لئے فرمایا۔ یہ وہ
لوگ ہیں جن کا میں گواہ ہوں۔

عبارت بالا پر مترجم نے دو فائدے لکھے ہیں اون کو تحت میں لکھتا ہوں

فائدہ اوّل۔ یعنی ان کی سعی اور کوشش اور صبر اور صحت ایمان پر قیامت
کے دن میں گواہی دونگا۔

فائدہ دوم۔ حضرت ابو بکر صدیق نے کہا۔ یا رسول اللہ کیا ہم ان کے بھائی
نہیں ہیں۔ مسلمان ہوئے ہم جبکہ یہ مسلمان ہوئے۔ جہاد کیا ہم نے جیسا کہ
اونہوں نے جہاد کیا۔ آپنے فرمایا۔ ہاں۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ بعد میرے تم کیا
احداث کروگے۔ یہ سنکر ابو بکر روئے اور عرض کیا۔ کہ کیا بعد آپکے ہم زندہ رہینگے۔
الحمد للہ کہ جن لوگوں نے دین میں احداث کرکے رنگ اسلام کو بدل دیا تھا۔
اون کا اب ایسا پتہ لگ گیا کہ جیسا ملک امریکہ کا۔ واقعات صدر پر نگاہ کرکے
حضرات اہل سنت بجائے خود خیال فرمائیں۔ درحالیکہ طبقہ اول کے مسلمان
جن کو اصحاب کبار بولا جاتا ہے حسب الارشاد رسولؐ دین خدا میں احداث

کرنے والے تھے۔ اور بایں جرم اونکو نبی نے شیاطین سے نسبت دی اور حوض کوثر
پر روکے جانیکا بھی اظہار کر دیا۔ تو اون کے مابعد جو بادشاہ ہوئے وہ بحکم (کل یوم بدتر)
کس وجہ ظالم و ناخداترس ہوں گے۔ ایسے پرخطر اوقات میں اہل دین نے اگر
تقیہ سے اپنی جان و آبرو کو بچایا تو کیوں اعتراض کیا جاتا ہے۔ شیاطین اول نے
خاندانِ نبوت پر افتتاحِ باب ظلم کیا۔ از منہ آئندہ کے سلاطین نے اوس قانون
ظلم وجور کو ہمیشہ وسعت دی۔ خلفاء مروانیہ و بنی امیہ و عباسیہ مثل معاویہ
مروان و ولید و عبدالملک و ہشام و منصور دوانیقی و ہارون رشید و حجاج و
ماموں رشید و معتصم باللہ وغیرہ نے خاندان رسولؐ سے جوان و بچے ڈھونڈ کر
ذبح کر ڈالے۔ اون کے خون سے مٹی تر کر کے صرف عمارات کی۔ سادات تباہ و
پریشان وطن آوارہ ہو کر ہندوستان و پنجاب و دکن و بلوچستان میں آباد ہوئے۔
اگر جناب مخاطب یہ بتلادیویں کہ بعد رسول جملہ خلفاء ابرار و خوش کردار رونق افزائے
ملک اسلام ہوئے اور ائمہؑ کے یہ دل سے خیر طلب تھے اون کا افتخار اظہار و اعجاب
کرتے تھے۔ تو ہم یہ کہنے کو بہت خوشی سے تیار ہیں کہ ائمہؑ نے تقیہ نہیں کیا۔ نہ
اون کو کوئی ضرورت تھی۔ وہ ایسے پُرامن و امان اوقات میں تھے جیسے کہ ہم
لوگ مجارج پنجم کے زیر سایہ امن و راحت میں ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ ہرگز
اس کے ثابت کرنے پر قادر نہ ہونگے۔ زمانہ حال کے محقق کامل ڈپٹی مولوی
نذیر احمد صاحب دہلوی کتاب الحقوق والفرائض مصنفہ خود کے صفحہ ۱۹۰ سطر ۱۸
پر لکھتے ہیں کہ بنی امیہ کی سلطنت کا سارا زمانہ نسلِ پیغمبرؐ کی توہین و تحقیر و تذلیل
و بیخ کنی میں گذرا بنی عباس کی حکومت میں یہ لوگ کچھ پنپ چلے تھے سو وہ بھی آل
پیغمبر ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ خلفاء وقت کے ہم جدی ہونیکی وجہ سے۔
عباسیوں کی سلطنت کے زوال کے بعد پھر قدیمی کس مپرسی میں پڑ گئے۔ اہلسنت
کو خوب یقین کر لینا چاہئیے کہ اون کے خلفاء مقصود حدیث حذیفہؓ و ابوہریرہؓ و حوض
وغیرہ تھے۔ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا کے مقصد دوم میں لکھتے ہیں (عن حذیفہ

اخرجه ابو بکر ان النبی صلعم قال الشرک فیکم اخفیٰ من دبیب النمل قال قلت یا رسول اللہ الا ما عبد من دون اللہ قال ثکلتک امک یا صدیق الشرک فیکم اخفیٰ من دبیب النمل (یعنی "حضرت صلعم نے ابو بکر سے فرمایا کہ تم میں شرک مخفی ہے اور وہ غیر معلوم ہو کہ جیسے چیونٹی کی رفتار ہوتی ہے۔ ابو بکر نے کہا کہ یا حضرت مشرک تو سوائے خدا کے اور چیزوں کو شریک عبادت کرتے ہیں۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے شرک تم میں چیونٹی کی چال کی طرح مخفی ہے"۔ واضح ہو کہ اصطلاح شرع میں اوس شرک کو جو کہ بحیثیت اسلام کیا جائے شرک خفی کہتے ہیں اور بہ لباس کفر جو عمل کیا جاتا ہے وہ شرک جلی کہا جاتا ہے۔ آخر سے وہ اول بد تر ہے۔ ممکن ہے کہ چیونٹی کی رفتار سے بڑھ کر رفتہ رفتہ گھوڑے کی چال پر پہونچ گیا ہو گا پس ان مشرکوں اور باتباع اون کے دیگر مشرکین نے خاندان نبوت کو ایسا تنگ کیا۔ کہ جس سے اون کو تقیہ کی ضرورت ہوئی۔ ہندوستان میں چونکہ عرصۂ دراز تک اون چیونٹی والوں کے مقلدین فرمانروا رہے لہٰذا اوس وقت میں بھی لوگوں نے تقیہ کو سپر حفاظت بنایا۔ چنانچہ رقعات عالمگیری میں لکھا ہے کہ روافض کش خنجر سلح خانہ شاہی میں صیقل کئے ہوئے تیار رہتے تھے۔ اگر اون ملحدین کے وقت میں شیعہ تقیہ سے کام نہ لیتے تو وار کیا کرتے۔ مخاطب نے اچھا اعتراض تقیہ کیا تھا۔ جس سے اون کے اکابر مذہب کا کچا پکا حال کھل گیا تحریر حقیر کو دیکھ کر عجب نہیں کہ بعض اہل سنت دانت پیس کر بصد غصہ یہ کہہ اٹھیں کہ اس نو مسلم نے شیعہ کا مقابلہ کر کے خلفاء کے اقتدار ظاہری کو برباد کر دیا۔ اگر جناب مخاطب کچھ حیا و ایمان رکھتے ہیں تو رسالہ ہذا کو لیکر بعد نماز جمعہ سر منبر جائیں اور پکار کر کہدیں کہ سنو بھائی سنیوں تقیہ جائز اور امر مشروع ہے۔ شیعہ نے صرف اسی واسطے تقیہ کیا تھا کہ بعد رسول وہ لوگ اشقیاء امت کے ہاتھ میں پڑ گئے تھے۔ پس اگر تم کہیں رافضیوں کے مجمع میں آٹھویں محرم کو پھنس جاؤ تو بے تکلف وہ کہدو جس کو اوس دن کہا کرتے ہیں۔

اجزه ابو بکران النبی صلعم قال الشرک فیکم اخفے من دبیب النمل قال قلت یا رسول اللہ الا ما عبد من اللہ قال ثکلتک امک یا صدیق الشرک فیکم اخفے من دبیب النمل (یعنی حضرتؐ نے ابو بکر سے فرمایا کہ تم میں شرک مخفی ہے اور وہ غیر معلوم ہے کہ جیسے چیونٹی کی رفتار ہوتی ہے۔ ابو بکر نے کہا کہ یا حضرتؐ مشرک تو سوائے خدا کے اور چیزوں کو شریک عبادت کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے شرک تم میں چیونٹی کی چال کی طرح مخفی ہے"۔ واضح ہو کہ اصطلاح شرع میں اوس شرک کو جو کہ بحیثیت اسلام کیا جائے شرک خفی کہتے ہیں اور بہ لباس کفر جو عمل کیا جاتا ہے وہ شرک جلی کہا جاتا ہے۔ آخر سے وہ اول بدتر ہے۔ ممکن ہے کہ چیونٹی کی رفتار سے بڑھ کر رفتہ رفتہ گھوڑے کی چال پر پہونچ گیا ہوگا پس ان مشرکوں اور باتباع اون کے دیگر مشرکین نے خاندان نبوت کو ایسا تنگ کیا کہ جس سے اون کو تقیہ کی ضرورت ہوئی۔ ہندوستان میں چونکہ عرصۂ دراز تک اون چیونٹی والوں کے مقلدین فرمانروا رہے لہذا اوس وقت میں بھی لوگوں نے تقیہ کو سپر حفاظت بنایا۔ چنانچہ رقعات عالمگیری میں لکھا ہے کہ روافض کش خنجر سلح خانہ شاہی میں صیقل کئے ہوئے تیار رہتے تھے۔ اگر اون ملحدین کے وقت میں شیعہ تقیہ سے کام نہ لیتے تو وہ کیا کرتے۔ مخاطب نے اچھا اعتراض تقیہ کیا تھا۔ جس سے اون کے اکابر مذہب کا کچا پکا حال کھل گیا تحریر حقیر کو دیکھ کر عجب نہیں کہ بعض اہل سنت دانت پیس کر بعد غصہ یہ کہہ اٹھیں کہ اس نو مسلم نے شیعہ کا مقابلہ کر کے خلفاء کے اقتدار ظاہری کو برباد کرادیا۔ اگر جناب مخاطب کچھ حیا و ایمان رکھتے ہیں تو رسالہ ہذا کو لیکر بعد نماز جمعہ سر منبر جائیں اور پکار کر کہدیں کہ سنو بھائی سنیوں تقیہ جائز اور امر مشروع ہے۔ شیعہ نے صرف اسی واسطے تقیہ کیا تھا کہ بعد رسول وہ لوگ اشقیاء امت کے ہاتھ میں پڑ گئے تھے۔ پس اگر تم کہیں رافضیوں کے مجمع میں آٹھویں محرم کو پھنس جاؤ تو بے تکلف وہ کہدو جس کو اوس دن کہا کرتے ہیں۔

تنقیح سوم

سُنّی بھی تقیّہ کرتے ہیں

تقیہ ہر شخص کی فطرت میں داخل ہے۔ بلکہ حیوانات تک اوس پر عمل کرتے ہیں۔ دیکھو جس جنگل میں شیر وغیرہ کے شکار کو جاتے ہیں وہاں سے حیوانات کنارہ ہو جاتے ہیں۔ تقیہ کے اصلی معنی شر اعدا سے حسب صراحت بالا جان و مال بچانے کے ہیں۔ سو دنیا کا کوئی ایسا احمق نہیں جو عند الضرورت اوس پر عمل نہ کرتا ہو۔ جو حضرات اہل سنت شیعہ کے یہاں ملازم ہیں حالانکہ اون کو کوئی خوف جان و مال و آبرو نہیں ہوتا۔ مگر بطمع دنیا شریک مجالس ہو کر سب ناشنیدنی سنتے ہیں۔ شیرینی و حلوا پر جان دیتے ہیں۔ نیچی گردن کر کے لچیے وار تبرائے شنکر ہنستے رہتے ہیں۔ میاں مشبر مرحوم کی گلریزیاں دل لگا کر سماعت فرماتے ہیں۔ اسی واسطے جل بھُنکر مولوی جہانگیر خاں صاحب نے اظہار الہدائے میں لکھدیا کہ اے بھائیو برائے خدا مجلسوں میں نہ جاؤ حلوے پر تبرا پھونک کر سنیوں کو رافضی کھلاتے ہیں اور زیر فرش اصحاب کے نام رکھکر پائمال کراتے ہیں۔ حاصل کلام سنی جو تقیہ کرتے ہیں وہ بطمع ہوتا ہے اوسکو حرام کہتے ہیں۔ اور شیعہ بخوف جان و مال و آبرو متقی ہوتے ہیں۔ دونوں فعل میں برابر ہیں صرف حرام حلال کا فرق ہے۔

تنقیح چہارم۔ اہل سنت کو درباب تقیہ کیوں اصرار ہے جو اوس کو کذب و افترا سے تعبیر کر کے شیعہ سے جواب طلب ہیں

اس کی اصلیت یہ ہے کہ اگر اہل سنت ائمہ علیہم السلام کے لئے مثل شیعہ

مجوز تقیہ ہوں تو اون کا مذہب بالکل باطل ہو جاتے۔ اور خلفاء ثلاثہ ظالم و جابر قرار پا جائیں۔ حفاظت ثلاثہ کے لئے اونہوں نے یہ ایک آڑ پردہ تیار کیا ہے۔ اپنے مذہب کے لوگوں کا اطمینان کر دیتے ہیں۔ کہ اگر بقول شیعہ خلفاء بدراہ کنندہ خلائق ہوتے اور اہلبیت سے کچھ جبر و ظلم پیش آتے۔ تو حضرت امیرؓ شیر خدا غالب من کل غالب تھے وہ دین خدا میں ناپاک لوگوں کو باوصف قوت اسد اللہی کیوں متصرف ہونے دیتے حضرت سیدہؓ پر بچشم خود ظلم ہوتا دیکھتے۔ تو زمین و آسمان کو ایک کر دیتے سب کو مار کر ملک عرب سے نکال دیتے۔ اونہوں نے مرحب کو مارا۔ عنتر کا سر اوتارا۔ ابن عبد ود کو دو ٹکڑے کیا۔ در خیبر کو اوکھاڑ کر پھینک دیا۔ اون کے سامنے ایسے لوگوں کی کیا حقیقت تھی۔ چونکہ وہ اون سے کبھی لڑے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ شریک مشورہ رہے۔ لہذا بے تکلف سمجھا گیا کہ وہ اون کی خلافت سے خوش تھے۔ اور دین خدا کا اون کو مددگار جانتے تھے۔ اور بحدے باہمد گر اتحاد تھا۔ کہ اپنی بیٹی ام کلثوم کا خلیفہ عمر سے عقد کر دیا۔ جو کہ انتہا کی یکدلی و موافقت پر دلالت کرتا ہے۔ ان سب باتوں کا جواب حقیر نے شرح کنز مکتوم و رسالہ مشعل ہدایت میں بشرح عظیم دیدیا ہے۔ جاہل بیچارے علماء سے یہ پُر فریب تقریریں کر یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک روافض تجویز تقیہ میں برسر غلطی ہیں۔ ائمہؑ کے افعال ظاہری میں آمیزش تقیہ نہ تھی۔ اون کے حالات ظاہری و باطنی درباب اتحاد خلفاء ایک نوع کے تھے۔ اگر ثلاثہ بنظر عوام الزام سے بری نہ ہوتے تو مجاہب ہین باوصف ایسے ثبوت کے جس کو پیش کیا گیا کبھی بھی تقیہ سے انکار نہ کرتے۔ اون کی مدد سے قرآن غلط ہو جاتے احادیث کا نامعتبر ہونا لازم آجاتے۔ مذہب اسلام خلاف عقل ثابت ہو۔ مگر کسی طرح اون کے تین بزرگوار الزام ظلم و غصب سے بری ہو جائیں۔ سو یہ بجز اہل سنت کتنی ہی کوشش کریں اونکا بچنا محال۔ جتنا جتنا اون کی بریت میں کوشاں ہونگے ہم اور انبار اعتراضات سے اون کو بوجھل کر دیں گے۔

تنقیح پنجم

ضرورت کے وقت ترکِ تقیہ کیا ضرر پہونچاتا ہے

کتاب منتقی میں تحریر ہے کہ حضرت ابوبکر نے جناب سرور کائنات صلعم سے عرض کیا کہ حضورؐ علانیہ طور پر تعلیم و تلقین و وعظ فرمائیے۔ ظاہر ہو کر نماز پڑھئے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی موقع نہیں آیا۔ مگر جناب اول مصر ہوئے اور بمنت و خوشامد حضورؐ کو نواح مسجد میں لائے (مراد از کعبہ)۔ وہاں پہونچکر جو صورت پیش آئی۔ کتاب مذکور سے بلفظہ نقل کی جاتی ہے۔ (چوں بنا بر الحاح و اصرار جناب رسول خداؐ در نواحی مسجد ظاہر شد۔ ابوبکر ایستادہ خطبہ خواند۔ در حالیکہ آنحضرتؐ نشستہ بود مشرکین چوں مشاہدہ ایں حال نمودند برو حملہ کردند و او را بسیار زدند و پامال ساختند و عتبہ بن ربیعہ فاسق القدر با پوشہائے کہنہ خود کہ جابجا پیوند داشت بر روئے مبارک ابوبکر زد کہ بینی شریف و رخسار ہایش برابر شد از یکدیگر امتیاز نمیشد) ملا معین نے بھی حبیب السیر میں اس واقعہ کو حسب تصریح بالا لکھا ہے۔ اگر حضرت ابوبکر بہ ترک تقیہ بے محل جرأت نہ کرتے تو ہرگز ایسا دردناک صدمہ نہ اُٹھاتے۔ ہائے افسوس وہ بھینس کے چمڑے کی پرانی جوتی جابجا سے گٹھی ہوئی اوس صفا چٹ سر پر کس درجہ صدمہ رساں ہوئی ہوگی۔ اگر تقیہ سے جناب اول کام لیتے اور نبی کی مرضی پر چلتے تو فرقِ مبارک کی اگر دنہ جھڑواتے۔ تقیہ کے متعلق حقیر نے پانچ نمبر تنقیح بر آمد کر کے ایسا صاف کیا ہے کہ بشرط انصاف معاند عنید کو بھی سوائے تسلیم کر لینے کے کوئی چارہ نہ ہوگا۔ مگر اس بحث کے متعلق دو باتیں حضرات اہل سنت اور ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ چنانچہ صاحب تحفہ نے بھی ان ہر دو امور کو لکھا ہے۔ از انجملہ ایک یہ کہ ہرگاہ تقیہ رفع شر و فساد و حفاظتِ جان و مال و آبرو کے لئے منصوص من اللہ ہے تو امام عالی مقام نے اپنے بھتیجے ہوئے ہتھیار سے کام کیوں

نہ لیا۔ اِس تقریر سے وہ یہ نتیجہ نکالا کرتے ہیں۔ کہ اگر تقیہ کوئی امر جائز و مباح ہوتا تو امام ضرور اوس پر عمل کر کے یزید کی بیعت سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان بچا لیتے اور مخدرات عصمت و طہارت کو ہیوالی و وارث سپرد اشقیا نہ کرتے۔ یہ آراستہ تقریر سنکر خامکار جامہ سے باہر ہو کر کہنے لگتے ہیں کہ شیعہ تجویز تقیہ میں بالکل برسر غلطی ہیں۔ آئمہ کو کوئی خوف نہ تھا۔ اور اگر شیعہ اسی پر مصر رہیں گے کہ وہ بخوف حکام جور تقیہ سے اوقات بسر کرتے تھے اور اظہار امر حق میں لب نہ ہلاتے تھے۔ تو اُن پر سلاطین جابر کی سلطنت میں بحکم قرآن رہنا ناجائز تھا۔ لازم تھا کہ ملکِ عرب سے ہجرت کر کے کہیں اور ممالک میں چلے جاتے۔ چونکہ آئمہؑ نے اپنے دار سکونت کو نہیں چھوڑا۔ لہذا سمجھا گیا کہ وہ مجبور و مغلوب نہ تھے نہایت امن و آسایش سے بیخوف و خطر رہتے تھے۔ وہ آیت جس میں حکم ہجرت ہے ضرورت سمجھ کر نقل کرتا ہوں۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ملک کفار میں رہیگا اور اون کا مذہب و شعار اختیار کریگا اوسکو فرشتے کہینگے۔ کہ تو نے ہجرت کیوں نہ کی۔ پس وہ دوزخ میں ڈالدیا جائیگا۔

چونکہ ہر عنوان سے حضراتِ اہلسنت کا اطمینان خاطر کر دینا میرا فرض ہے لہٰذا دو تنقیح پر اس اعتراض کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔

(۱) امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید کر کے اپنی جان کیوں نہ بچائی اور بخلاف آیہ (ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکہ) اپنی ذات اور اہل و عیال کو ہلاکت میں کس واسطے ڈالا۔ اور ملکِ عرب سے ہجرت کر کے دیگر ممالک میں کیوں نہ چلے گئے۔

(۲) دیگر آئمہؑ کے زمانہ میں اگر خلفائے جور اون کو تکلیف دیتے تھے تو لازم تھا کہ تقیہ نہ کرتے۔ بلکہ بحکم آیہ گھر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جہاں امن دیکھتے چلے جاتے۔

امر اوّل متعلق بہ امام حسین علیہ السلام

حقیر نے رسالہ فلسفۂ شہادت میں ان وجوہات کو بشرح عظیم بیان کر دیا ہے۔ جو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے مانع تقیہ تھیں۔ اگر آپ تقیۃً بیعت یزید کر لیتے تو دین محمدی برباد ہو کر بدتر از ادیان زنادقہ و ملحدین ہو جاتا۔ حضرتؑ نے اسلام پر بڑا احسان کیا کہ صرف اپنی ذات پر ہر طرح کی بلیات کو گوارا کر لیا۔ مگر اپنے نانا کے دین پر ضرر نہ آنے دیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتب اہل سنت سے ان شرائط کو دکھلایا جائے جو کہ عہد یزید میں بیعت کرنے والوں سے بوقت بیعت کی جاتی تھیں۔ اور جو کہ امام حسینؑ کو کرنی پڑتیں۔

شرائط بیعت ترجمہ جذب القلوب شاہ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۶۳ سطر ۱۲ پر لکھا ہے۔ (یزید چاہے بیچے چاہے آزاد کرے اور چاہے خدا کی اطاعت کی طرف بلائے اور چاہے معصیت کی طرف) عبداللہ ابن زمعہ صحابی نے کہا کہ بیعت حکم قرآن اور سنت رسول اللہؐ پر لینی چاہئے۔ یزید نے اس کہنے پر اسکو قتل کر ڈالا۔ یزید نے مسجد رسولؐ میں گھوڑے بندھوائے۔ اور ہزار عورتوں نے زنا سے بچے جنے۔

معترضین غور فرمائیں کہ اگر جناب سید الشہداء علیہ السلام قیود بالا کو منظور کر کے تقیۃً بیعت کر لیتے تو دین محمدی کی کیا حالت ہوتی۔ کل مسلمانوں کے ہاتھ میں در باب زناکاری و شراب خواری و لواطت ایک اچھی سند آجاتی۔ ہر شخص کہہ سکتا تھا کہ ہر گاہ امام حسینؑ نے ان باتوں کو منظور کر لیا تو سمجھا گیا کہ وہ بحقیقت محض ہیں۔ یہ شرائط تو نہایت سخت تھیں۔ حضرتؑ کے والد ماجدؑ نے تو سیرت شیخین پر عمل کرنے کو بھی پسند نہ فرمایا اور مجلس شوریٰ میں صاف انکار کر دیا کہ میں ہرگز ان کی سیرت پر کاربند نہ ہونگا۔ علاوہ بریں اگر تقیہ سے بیعت کر بھی لیتے تب بھی ان کی جان نہ بچتی۔ معاملہ امام حسن علیہ السلام پر نظر کرنی چاہئے۔

شاہزادہ نے غدر و خیانت اہل لشکر معائنہ کر کے بناچاری امیر شام سے صلح کر لی اور ملک اون کے حوالہ کر کے خود گوشہ نشین ہو گئے۔ اس پر بھی سنیوں کے ذی عزت خلیفہ پنجم امیر معاویہ نے بلا جان لئے نہ چھوڑا۔ دیکھو رسالہ اصل الحقیقت بردالحقیقت مولفہ حقیر جس میں معاویہ کا امام حسن علیہ السلام کو زہر دلانا کتب اہل سنت سے ثابت کیا ہے۔ یزید کا اصلی مقصود خاندان نبوت کا مٹانا تھا نہ کہ بیعت لینا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اہل بیت رسول سوائے اپنے کسی کو حاکم امر دین نہیں جانتے۔ اس خاندان کی عادت بیعت کرنے کی نہیں۔ شامیوں کے دل میں کینہ دیرینہ جوش مار رہا تھا۔ وہ لوگ بمقتضائے امر تمدن سمجھے ہوئے تھے کہ جب تک خاندانِ نبوت دنیا میں ہے۔ ہماری حکومت کی عزت نہ ہوگی۔ حضرت بمشاہدہ عداوت دیرینہ و بغض و کینہ ظالمان کمینہ خوب جانتے تھے کہ بیعت مفید نہ ہوگی۔ اور صلح بنابر اصلاح فساد دشمنانِ بدنہاد کچھ کارآمد نہ ہوگی۔ چنانچہ آپکے برادر ارجمند حضرت محمد حنفیہ نے جب سفر عراق سے روکا تو بجواب ارشاد ہوا (واللہ یا اخی لو کنت فی حجر ہامنۃ من ہوام الارض لاستخرجونی منہ حتی یقتلونی) یعنی اے بھائی اگر میں وادئی تہامہ میں پتھروں کے نیچے بھی چھپ جاؤنگا تب بھی یہ لوگ مجھکو زندہ نہ چھوڑینگے۔ جبکہ امام معصوم اس درجہ متیقن بہ شہادت تھے تو تقیہ سے بیعت کیا فائدہ دے سکتی تھی۔ دیکھئے اِس کا شاہد موجود ہے۔ اگر صرف بیعت پر قصہ ہوتا تو امام علیہ السلام کی ذات تک محدود رہتا۔ اطفال و نسوان کا کیا قصور تھا جنکو قید کر کے شام میں لے گئے اور ایک عرصہ دراز تک رہا نہ کیا۔ صرف اون کی قید ہی پر اکتفا نہ کیا گیا سر برہنہ مثل اسیران کفار بازاروں میں پھرایا دربار میں جلسہ کر کے بحضور رؤسائے شام و کوفہ اون کا جائزہ لیا۔ اور بعد رہائی امام زین العابدینؑ کو دوبارہ قید کر کے بلوایا۔ دراصل یہ بہانہ بیعت حضرتؑ کا قتل کرنا منظور تھا۔ وہ لوگ بالیقین جانتے تھے کہ وہ ہرگز بیعت نہ کرینگے بالآخر اس حیلہ شرعی سے قتل کر دئیے جائیں گے۔ چنانچہ جس وقت حضرتؑ پر

پانی بند کیا گیا اور آپنے آواز استغاثہ بلند کی تو جواب میں اون نومسلموں نے کہا (لاتذوق قطرۃً من الماء حتے تموت عطشا کما مات عثمان) یعنی ہم آپکو ایک قطرہ نہ دینگے یہاں تک کہ تم بھی اسی طرح پیاسے مرجاؤ جیسے کہ عثمان دنیا سے ہونٹ چاٹتے گئے۔ اون لوگوں نے جناب عثمان کے خونبہا میں حضرتؑ کا شہید کرنا تجویز کیا تھا۔ عام طور پر مخالفانِ اہل بیتؑ نے تمام عرب میں یہ شہرت دیدی تھی کہ عثمان کو علیؑ نے قتل کرایا۔ تمام خلایق دشمن جان تھی۔ اگر حضرات اہلسنت توجہ فرماہونگے تو بالیقین سمجھ لینگے کہ امام حسین علیہ السلام کا تقیہ کسی طرح فائدہ بخش نہ ہوسکتا تھا۔ امام موصوف کے عامل بہ تقیہ نہ ہونے سے نفس تقیہ میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ کیونکہ بوجوہ بالا وہ جائز و مباح و مشروع ہے۔ رہا حضرات اہلسنت کا وہ اعتراض جو کہ متعلق بہ ہجرت ہے۔ اوس کی صورت یہ ہے کہ حسب روایات سنی و شیعہ جبکہ لشکر حر نے آپسے مزاحمت کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بقصد جنگ نہیں آیا تم مجھ سے تعرض نہ کرو بلکہ آزادانہ چھوڑ دو۔ تاکہ میں دیگر ممالک میں چلا جاؤں۔ مگر حر اور اوس کے لشکر نے نہ مانا۔ بالآخر گھیر کر حدودِ عراق میں پہونچا دیا۔ عمر سعد سے جبکہ گفتگوئے صلح شروع ہوئی تو آپنے تین باتیں پیش کیں۔ اوّل یہ کہ میں یہاں سے مدینہ لوٹ جاؤں۔ دوم یہ کہ شام میں یزید کے پاس چلوں۔ سوم یہ کہ ملک عرب چھوڑ کر ہند و فرنگ میں کفار کی رعایا بن کر اپنی اوقات بسر کروں۔ مگر پسر سعد نے ایک بات کو منظور نہ کیا۔ منصف غور فرمائیں کہ حضرتؑ نے اپنے نفس اقدس کی حفاظت میں کتنی کتنی باتیں پیش کیں۔ لیکن دشمنوں نے ایک پذیرا نہ کی۔ سنی صاحب اپنے بزرگوں کی زیادتی پر تو نظر نہیں کرتے۔ ائمہ علیہ السلام پر اعتراض کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ نومسلم اور اون کے جاں نثار تحریرات صدر کو ملاحظہ فرماکر یقین فرمالیونگے کہ تقیہ ایک رحمت خدا ہے۔ جس کے ذریعہ سے اہل اسلام ہر وقت اور ہر زمانہ میں سلاطین جور سے اپنی جان اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرکے

شہ ور معاندین سے مصئون رہ سکتے ہیں۔ ائمہؑ کی نسبت جو نافہمی سے اعتراض ہجرت
کیا گیا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ باتفاقِ اُمت خاندانِ نبوت سے زیادہ
تمام اسلام میں کوئی شخص قرآن کے معانی و مقاصد و مطالب کا جاننے والا نہیں
ہوسکتا۔ راسخون فی العلم و فاسئلوا اہل الذکر و انی تارک فیکم الثقلین و علیؑ مع القرآن
و قرآن مع علیؑ وغیرہ وغیرہ اس کی تائید میں موجود ہیں۔ اگر حضراتِ ائمہؑ جانتے کہ
یہ آیت ہمکو رہنمائی بہ ہجرت کرتی ہے تو چونکہ عامل باحکام قرآن ہونا اون کا خاص
حصہ تھا لہذا بالضرور ہجرت کر جاتے۔ واضح رہے ارباب خرد ہو کہ یہ آیہ جس کو سنی
وجوبِ ہجرت میں پیش کرتے ہیں اون لوگوں سے متعلق ہے جو کہ ملکِ کفار میں
ایسے مغلوب و مخذول و منکوب ہوں کہ شرائع اسلام سے کسی بات کو نہ بجالا سکتے
ہوں۔ نماز و روزہ وغیرہ جو کہ ارکان مسلمانی ہیں اون میں سے کسی ایک کو پورا
نہ کر سکتے ہوں۔ ایسے لوگوں پر واجب ہے کہ اوس جگہ چلے جائیں کہ جہاں بامن و
آسایش ارکانِ مذہب بلا روک ٹوک ادا کر سکیں۔ اگر طمع دنیا سے ایسا نہ کریں
اور بہ ترکِ امورات ملت کفار و دشمنانِ دین میں ملے جلے دنیا کے مزے اڑاتے
رہیں اون سے بوقتِ جانکنی فرشتے کہینگے کہ تم نے اِس مقام کو کیوں نہ چھوڑا۔
مذہبی باتوں سے کس لئے منہ موڑا۔ زمینِ خدا وسیع تھی جہاں سینگ سماتے
چلے جاتے۔ اب سوائے جہنم کے تمہارے واسطے جگہ نہیں۔ حضراتِ اہلسنت کی
ایمانداری و دریدہ دہنی قابل نظر کردنی ہے کہ ائمہ علیہم السلام کو ایک امر جائز و
مباح و واجب کے عامل ہونے سے ایسی شدید الحکم آیہ کے وعید میں داخل کرتے
ہیں اور کچھ خوفِ خدا و حیاء رسولؐ نہیں فرماتے۔ کیا فرشتگانِ بارگاہ ایزدی
معاذاللہ ایسے نادان ہیں کہ جائز امور کے ارتکاب پر لوگوں کو مژدہ جہنم دیتے
پھریں۔ رسولِ مقبولؐ جن پر قرآن نازل ہوا۔ وہ نہ سمجھے کہ آیہ کا مطلب کیا ہے
اور نو مسلم و اون کے اہل مذاہب سمجھ گئے۔ امورات ذیل اس بات کی تائید
کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے آیت کا وہ مطلب نہیں سمجھا جو کہ نو مسلم وغیرہ

سمجھ رہے ہیں۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ آنحضرتؐ نے حضرت حذیفہ و ابوذر
غفاری رضؓ سے فرمایا کہ بعد میرے شیاطین متولی امر اسلام ہونگے اور لوگوں کو راہِ
صواب سے بہکا دیں گے۔ تم اونکی اطاعت کرنا اگرچہ تمہارا مال لوٹ لیں اور پشت
زخمی کر دیں۔ اگر حسب خیال نومسلم ایسے لوگوں کے وقت میں رہنا بمفاد آیہ جرم
تھا تو اوس وقت فرما دیتے کہ جب وہ شیاطین بعد ہمارے فرمانروا ہو کر بد کیشی اختیار
کریں تم فوراً مدینہ سے کوچ کر جانا ورنہ فرشتے سخت مواخذہ کرینگے۔ بروایت کنز العمال
و مدارج النبوت مصرحہ صدر جبکہ حضرت امیرؑ کو حکام جور کے وقت میں حکم بصبر فرمایا
تھا صاف کہدیتے کہ اے علیؑ ملکِ عرب میں ایک دم نہ رہنا ممالکِ غیر میں
ہجرت کر کے چلے جانا تعجب ہے کہ نبیؐ نے اغراضِ خداوندی پر اپنے اخص الخواص
لوگوں کو مطلع نہ فرمایا۔ نومسلم ارشاد فرمائیں کہ ابوذر و حذیفہ رضی اللہ و حضرت امیر
علیہ السلام و دیگر صحابہ سلاطین شیاطین صفت کے زمانہ میں شرفِ ہجرت سے کیوں
محروم رہے۔ حضرتؐ نے بقول اہلسنت خبر دی تھی کہ خلافت راشدہ تیس سال تک
رہیگی ازاں بعد ملوک عضوض یعنی کاٹ کھانے والے بادشاہ ہو کر جسم اسلام کو فگار
کرینگے۔ لازم تھا کہ اوسی وقت یہ بھی حکم دے دیتے کہ اوس وقت فوراً ہجرت کر جانا۔
نومسلم اور اون کے ہم مذہب اگر یہ بات ثابت کر دیویں کہ ائمہ معصومینؑ کے
زمانہ میں جو لوگ حکمراں تھے وہ مع تمام رعایا کے خاندان نبوت کے قدم پر سر
نثار کرنا اپنا فخر جانتے تھے اور اون کے بزرگ داشت اسی طرح کرتے تھے جیسا
کہ غلاموں کو آقازادوں کی کرنی چاہئے تو انصافاً ائمہؑ احکامِ تقیہ کے تحت سے
باہر ہو جائیں گے۔ کیونکہ آزاد و بےخوف وخطر لوگوں سے تقیہ ساقط ہے۔ جو
شخص بلاضرورت تقیہ کرے وہ عامل بامر باطل سمجھا جائیگا۔ اور یہی حال اوسکا
ہوگا جو کہ ایسے لوگوں کو تقیہ کرنیوالا بتلائیگا۔ اس امر کا تصفیہ نومسلم نے صفحہ
سطر ۴ پر کر دیا ہے لکھتے ہیں کہ یہ محض خیال خام ہے۔ کہ اماموں کے زمانہ میں
مسلمانوں کی سلطنت تھی مسلمانوں کا غلبہ تھا اور شیعہ بالکل مغلوب و منکوب

تھے) اگر بقول نومسلم ائمہؑ اور اون کے شیعہ مغلوب نہ تھے اور اون کے اوقات میں مسلمانوں کا غلبہ نہ تھا تو بے شبہ شیعہ ائمہؑ کے لئے تجویز تقیہ میں بر سر غلطی ہیں اور نومسلم صاحب جو فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔ نظر بر آں بہ تعینِ امورات ذیل اِس کا تصفیہ مناسب سمجھا جاتا ہے۔

امرِ اوّل۔ بعد نبی کن لوگوں کی سلطنت تھی۔ اور اون سلاطین کے زمانہ میں ائمہؑ مغلوب و مضطر تھے یا کہ بیخوف وخطر۔ اور بصورتِ فکر و اضطرار اونکا تقیہ پر عامل ہونا ممدوح تھا یا مذموم۔

امرِ دوم۔ خاندانِ نبوت نے عرب میں رہ کر اجرائے احکام خدا کیا۔ یا کہ بالکل لب نہ ہلایا۔

امرِ سوم۔ روئے زمین پر کوئی ایسا موقع تھا۔ جہاں ائمہؑ ہجرت کر جاتے۔ اور اونکو وہاں عزت بھی ملتی۔ اور احکامِ خدا و رسولؐ بھی بطرز واجب رواج پاتے۔

بحث امرِ اوّل

"یہ محض خیال خام ہے کہ اماموں کے زمانہ میں مسلمانوں کی سلطنت تھی مسلمانوں کا غلبہ تھا اور شیعہ بالکل مغلوب و منکوب تھے"۔

ناظرین ذرا خدارا انصاف فرمائیے کہ نومسلم نے یہ کیسا جھوٹ بولا ہے کہ ائمہؑ کے زمانہ میں مسلمانوں کی سلطنت نہ تھی۔ تمام مخلوق جانتی ہے کہ عہد ائمہؑ میں حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم و معاویہ و یزید و مروان و عبدالملک و ہشام و منصور دوانیقی و ہارون رشید و مامون رشید وغیرہا کی سلطنت تھی اور ان کے زمانہ میں ائمہؑ اور اون کے شیعہ مغلوب تھے جس کا بیان گذر گیا اور کچھ کیا جائیگا۔ حسب خبر صحیح مسلم و مشکوٰۃ شیاطین بھی انہیں میں تھے۔ اور کاٹ کھانے والے بھی اسی جماعت میں معدود ہوئے ہیں۔ یہ جملہ بزرگوار عام طور پر مسلمان بلکہ سردار اہل اسلام بین العوام مشہور ہیں نومسلم کی

تحریر سے معلوم ہوا کہ اِن کا مسلمان جاننے والا خام خیال ہے۔ باعتبار شہرت آج تک ہم اِن لوگوں کو مسلمان جانتے تھے۔ براہ عنایت نومسلم اطلاع دیں کہ یہ کس مذہب کے آدمی تھے شاید اِس امت کے مجوسی ہوں۔ چونکہ ائمہ اہلبیتؑ انہیں کے اوقاتِ حکومت میں تھے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ یہ بات دکھلا دی جائے کہ ائمہؑ اور شیعہ اوس وقت کس عنوان سے بسر کرتے تھے۔ بطور نمونہ پہلے ایک نا مسلمان بادشاہ کے عہد کا ذکر کرتا ہوں جو کہ تمام مجوسیانِ امت میں اوّل نمبر کا فرمانروا تھا اور جسکو نومسلم اعلےٰ درجہ کا نرم طبیعت و نیک خصلت جانتے ہیں سخاۂ سیدہ پر اسی بادشاہ کے عہد و دولت میں آتش افروختہ ہوئی۔ فدک اوسی کے زمانہ میں قبضۂ ائمہؑ سے نکلا۔ فاطمہؑ نے اوسی سے ترکِ کلام کیا۔ نماز جنازہ و حضوریٔ میت سے وہ ہی روکا گیا۔ علیؑ سے اوسی کے زمانہ میں لوگوں نے روئے توجہ پھرائی۔ فاطمہؑ مرگ پدری پر رونے سے اوسی وقت میں روکی گئیں۔ خاندانِ نبوت سے ایک بچہ جبھی ہلاک ہوا وغیرہ وغیرہ۔ جملہ معاملات ہزارہا مرتبہ مباحثہ کی کتابوں میں درج ہو چکے ہیں ہرگاہ نرم مزاج بادشاہوں کے زمانہ میں اہلبیتِ رسولؐ کی یہ حالت تھی تو جو لوگ شدید و غلیظ الطبع تھے اون کے اوقاتِ حکومت میں بحکم (کل یوم بدتر) کیا صورت ہوگی۔ جو بادشاہ کہ فدائے شمرال تھے اور رہائے شہروں سے فرصت نہ انی تھی وہ وقت تو اور بھی ضعیف ہوگا۔ ملوکِ عضوض یعنی کٹکھنے کتوں کے زمانہ کا تو کوئی مذکور نہیں۔ چنانچہ حسب اندراج اوراق بالا علامہ تفتازانی تسلیم کر چکے ہیں کہ اہلبیتؑ پر جو ظلم ہوئے ہیں قریب ہے کہ گواہی دیں اون کی جمادات اور پہاڑ ٹکڑے ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے۔ بر سبیل تذکرہ ایک مجوسی کا ذکر کرتا ہوں کہ کس شایستہ قرینہ سے اہلبیتؑ کی تکریم کرتا تھا اور ائمہؑ کیونکر اوس کے وقت میں رہتے تھے۔ ترجمہ تاریخ الخلفا علامہ سیوطی کے صفحہ ۲۰۱ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ (عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ مروان ہر جمعہ میں بر سر منبر حضرت امیرؑ کو برا کہا کرتا تھا حضرت حسنؑ سنتے رہتے کبھی اُف نہ کرتے۔ مروان نے اسی

پر اکتفا نہ کیا۔ حضرت حسنؑ سے کہلا بھیجا کہ تیری مثل خچر کی سی ہے۔ کہ جب اُس سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون ہے تو وہ کہتا ہے کہ میری ماں گھوڑی ہے۔ آپؑ نے کہلا بھیجا کہ تو بیوجہ مجھ کو گالیاں دیتا ہے میرا تیرا معاملہ خدا پر موقوف ہے) پڑھو وہ عبارت جو کہ کتاب الحقوق والفرائض مؤلفہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب بہادر سے پہلے بایں الفاظ نقل ہوئی ہے (بنی امیہ کی سلطنت کا سارا زمانہ نسل پیغمبرؐ کی توہین و تذلیل و تحقیر و بیخ کنی میں گذرا۔ الیٰ آخرہ) پس نمبر بحث طلب کا نتیجہ یہ نکلا کہ زمانہ ائمہؑ میں مسلمانوں کی سلطنت تھی۔ تو مسلم نے جو اون کے اسلامِ ظاہری سے انکار کیا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اون کے زمانہ میں ائمہؑ ہر طرح سے مقہور و مغلوب تھے حتے کہ حکام وقت اُنکو گالیاں دیتے تھے۔ ان ذہبی صورت یہ حکم عقل ائمہؑ پر ضرور تھا۔ کہ جابر لوگوں کے سامنے تقیہ سے بسر کریں۔

امر دوم

"خاندانِ نبوت نے عرب میں رہکر اجرائے احکامِ خدا کیا یا کہ بالکل لب نہ ہلایا اور ہم پیالہ و ہم نوالۂ کفار رہے"۔

حقیر اوّل عرض کر چکا ہے کہ آیۂ ہجرت کا تعلق اون ضعفاء اُمت سے ہے جو کہ تا دمِ مرگ بخوفِ کفار اقامتِ دین نہ کر سکیں اور مخالفینِ اسلام میں شامل رہ کر بالکل اون کے ہمرنگ ہو جائیں۔ ائمہ علیہ السّلام کی یہ شکل نہ تھی۔ وہ ملکِ کفار میں نہ تھے۔ اون کے اوقات میں تمام لوگ اسلام کے ارکان ظاہری نماز و روزہ و حج وغیرہ کے پابند تھے۔ خدا کی وحدانیت و آنحضرتؐ کی نبوت کے اقراری تھے۔ صرف امامت سے جو کہ ایمان کا رکن اعلےٰ ہے اون کو انکار تھا۔ انہیں صورت کون عقل کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ ائمہؑ گرفتار پنجہ مشرکین و کفار ظاہری تھے اور اون کی متابعت سے وہی افعال کرتے تھے جو کہ کفار نا ہنجار کا شعار ہوا کرتا ہے۔ اگر وجود ائمہؑ نہ ہوتا تو اوس موجودہ اسلام کا بھی عدم لازم آجاتا۔

کیونکہ بعد نبی جو لوگ مسندِ حکومت پر بیٹھے وہ احکامِ شریعت سے کوسوں دور تھے اون کی جہالتوں کا مفصل لکھنا ایک دفتر کی ضرورت رکھتا ہے۔ تشئید المطاعن میں اون کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ رسالۂ دُر بے بہا میں حقیر نے بھی ایک فہرست ترتیب دی ہے۔ اس جگہ اون کی بعض حالتیں لکھتا ہوں۔ ایک شخص نے حضرتِ صدیق سے کہا کہ کیا زنا بھی خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اوس نے کہا باوجود اس کے وہ عذاب بھی کریگا۔ آپنے فرمایا کہ ہاں واللہ اگر کوئی آدمی اس وقت میرے پاس ہوتا تو میں حکم دیتا کہ تیری ناک کاٹ ڈالے۔ ترجمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹۔

حضرت ابو بکر گرمیوں میں روزے رکھا کرتے تھے اور جاڑوں میں نہ رکھتے تھے۔ ترجمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۶۔

حضرت ابو بکر قضائے حاجت کے وقت بایں خیال کہ خدا اونکو برہنہ دیکھتا ہوگا اپنا منہ چھپا لیتے تھے۔ ترجمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹۔

قرآن کی تفسیر بالرائے کرنی حرام ہے مگر حضرت ابو بکر نے قیاس سے کلالہ اور فاکہتہ و ابا کی تفسیر کی۔ ترجمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۸۔

حضرت عمر نے ایک روز سر منبر کہہ دیا۔ کہ مدینہ کی عورات مسائل فقہ مجھ سے بہتر جانتی ہیں۔

قرآن شریف میں جو روزے کے ابتدا کا امتیاز (خیط الابیض والاسود۔ سفید و سیاہ ڈورے) سے کیا گیا ہے اوس کی جانچ کے لئے بعض صحابہ ہاتھوں میں دو رنگ کے دھاگے باندھ لیتے تھے۔ جبتک کہ سیاہ و سفید کی تمیز نہ ہو جاتی برابر کھائے پئے جاتے۔

حضرت عمر کھڑے کھڑے موتا کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا حرکت ہے۔ آپنے فرمایا کہ بیٹھ کر موتنے سے فلاں جگہ کشادہ ہو جاتی ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے تنگ و منقبض رہتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو مسلم قیاس

فرمائیں کہ ایسے اوقاتِ جہالت میں اگر حضرت امیرؑ یا دیگر ائمہؑ ملک عرب چھوڑ دیتے تو نفسِ اسلام کی کیا صورت ہوتی۔ آنحضرتؐ نے اون کے سپرد امت کو اور امت کے سپرد اون کو کیا تھا وہ ہر حالت میں حافظِ اسلام تھے۔ وہ گلہ بان تھے۔ اپنی بھیڑ بکریوں کو درندوں میں چھوڑ کر کہاں چلے جاتے۔ کبھی سنا ہے کہ لٹیروں اور مرکھنے مویشیوں کو کسی چرواہے نے چھوڑ دیا ہو۔ آنحضرتؐ نے جو بوقت روانگی جنگِ تبوک حضرت امیرؑ کو مدینہ میں چھوڑا تھا تو بعض مخالفین نے یہ مشہور کیا کہ نبیؐ علیؑ سے مکدر ہیں اس واسطے ساتھ نہیں لیا۔ حضرت امیرؑ نے محض بایں خیال کہ یہ غلط فہمی قلوب منکرین سے دور ہو جائے حضور انورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے عورتوں اور بچوں میں مجھ کو چھوڑا۔ جناب نے فرمایا انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ اس حدیث کے متعلق فتح الباری شرح بخاری میں ابن حجر لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ مدینہ کا خالی چھوڑنا مناسب نہیں۔ آپ اس جگہ رہیں یا میں قیام کروں۔ افسوس ہے کہ نومسلم نے اپنی کتابیں نہیں دیکھیں ورنہ اون کو معلوم ہو جاتا کہ مدینہ میں رہکر تکالیف وشدائد کی برداشت کرنا کیا اجر و ثواب رکھتا ہے۔ ترجمہ صحیح مسلم جلد ۳ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۲۰۰ سطر اول پر ایک پورا باب ہے جس کی سُرخی یہ ہے (باب الترغیب فی سکنی المدینۃ وفضل الصبر لاوائہا وشدتہا۔ یعنی مدینہ کی سکونت کی فضیلت اور وہاں کی شدت و محنت پر صبر کرنے کا ثواب) صفحہ مذکور بالا پر چند حدیثیں نقل ہوئی ہیں۔ جن کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جو مدینہ میں رہکر تحمل بلیات کریگا اوس کو بڑا ثواب ملیگا۔ ائمہ علیہم السلام مدینہ طیبہ میں رہکر صرف مواعظ ہوں۔ خلفاء جور کی تکالیف کو برداشت فرمائیں اور اہل سنت معترض ہوں کہ اونہوں نے ترک وطن کیوں نہ کیا۔ اہل انصاف غور فرمائیں۔ اگر مدینہ کی ارضِ مقدس وجود ائمہؑ سے خالی ہو جاتی تو اون جہلا کی کیا حالت ہوتی جو کہ مسند رسولؐ پر بیٹھے ہوئے سیدھی طرح پیشاب کرنا بھی نہ جانتے تھے۔

حضرت عمر تو پہلے ہی چھیٹے میں کام آجاتے۔ مقاماتِ بیرونی کے علماء یہود و نصاریٰ
اسلام کی ہیوقاری مدنظر کرکے سوالات علمی پیش کرتے تھے۔ خلفاء کی جو حالت فہم و ذکا
تھی وہ اوپر عرض کی گئی۔ ایسے عالموں کا جواب دینا نبی یا نائب نبی کا کام تھا۔ خلفاءؓ
عاجز ہوکر حضرت امیرؑ سے امداد خواہ ہوتے تھے۔ آپ کفار کا منہ بند کردیتے تھے۔
خلیفہ غایتِ خوشدلی سے لولا علیؑ لہلک عمر فرماتے تھے۔ اس جملہ سے حضرت عمر کا
یہ مطلب ہوتا تھا کہ اگر علیؑ مخالفین اسلام کے دندان شکن جواب نہ دیتے۔ تو عمر کی
عزت برباد ہوجاتی۔ اور لوگ اسلام سے بدظن ہوکر ہر دعوتہ بدکیشی ہوجاتے۔
صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۳ صفحہ ۱۱۱ پر لکھا ہے (عن سعید بن المسیب قال کان
عمر بن الخطاب یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابوالحسنؑ۔ یعنی سعید بن المسیب کہتے
ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں اوس روز زندہ نہ رہوں جبکہ انحلال مشکلات و
تصفیہ معضلات کے لئے ابوالحسنؑ موجود نہ ہوں) حضرت عمر نے عام حکم دے دیا
تھا کہ حضرت امیرؑ کی موجودگی میں کوئی شخص فتویٰ دینے میں سبقت نہ کرے۔ گو کہ
ان لوگوں نے حکومت اسلام اپنے ہاتھ میں لیکر خاندانِ نبیؐ کو گھر میں بٹھا دیا تھا
مگر بباطن جانتے تھے کہ وارثِ علومِ انبیا سوائے ان کے دوسرا نہیں ہوسکتا۔
کیونکہ تمام فضائل و مناقب اپنے کانوں سے سُنے ہوئے تھے۔ چنانچہ طبرانی
نے نقل کیا ہے (فلا تقدموہما فتہلکوا ولا تعلموہم فانہم اعلم منکم) یعنی آنحضرتؐ
نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ پر کسی معاملہ میں سبقت نہ کرو ورنہ ہلاک
ہوگے اون کو کسی بات کی تعلیم نہ دو وہ ہر چیز میں تم سے افضل و اکمل ہیں۔
حضرت نومسلم فرمائیں کہ حضرت امیرؑ کی ذات اقدس سے کس درجہ اسلام کو
فائدہ پہونچا اور خلفاء کے اقتدار نے بہ نگاہ کفار کیا وقعت حاصل کی۔ خاندان
نبوت کو خدا نے طبقہ (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون) میں قرار دیا ہے۔
چنانچہ کتاب فصول المہمہ میں لکھا ہے (عن محمدؐ بن علیؑ بن الحسین علیہم السلام
فی قولہ عزوجل فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون قال نحن اہل الذکر) یعنی حضرت

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن میں جو خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اہل الذکر سے امن باتوں کو دریافت کرو جن کو تم نہ جانتے ہو۔ اوس کا تعلق ہماری ذات سے ہے۔ اِس امر کے متعلق سید علی ہمدانی سنی المذہب نے مودۃ القربے میں ایک حدیث لکھی ہے جس کا صحیح مضمون اردو میں یہ ہے "حضرت ؐ نے عبد الرحمان ابن عوف سے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں اون سے ہُوں۔ جس نے علیؑ پر جفا کی اور اوس کو ایذا دی۔ گویا وہ شخص مجھ پر جفا کرنے والا اور ایذا دینے والا ہے۔ جو شخص ایسا کرے اوس پر خدا کی لعنت ہو۔ اے عبد الرحمان مجھ کو حکم ہوا ہے کہ احکام قرآن سوائے علیؑ کے دیگر اشخاص کو سمجھاؤں۔ علیؑ کو بتلانے اور سکھانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میری اور اون کی فصاحت و درایت ایک طرح کی ہے"۔ تو مسلم اور اون کے ہم خیال خیال فرمائیں کہ جسکو احکام قرآن بتلانے کی بایں وجہ ضرورت نہ ہو کہ مثلِ رسولؐ فصاحت و درایت رکھتا ہو۔ اوس سے بالاتر اہل الذکر کون ہو سکتا ہے۔ اگر بعد نبیؐ خلفاء مشرک محض بنکر حدودِ اسلام سے باہر قدم رکھتے اور حضرت امیرؑ و ائمہ مشرکین کے ملک میں میں رہ کر اون کی امداد فرماتے تو حکم ہجرت میں داخل ہو سکتے تھے۔ آنحضرتؐ صحابہ کو مخاطب کر کے فرما گئے تھے (انی لست اخشٰے علیکم ان تشرکو ولکن اخشٰے علیکم ان تنافسو۔ یعنی مجھ کو تمہارے مشرک ہونے کا اندیشہ نہیں۔ مگر یہ ڈر ہے کہ راہِ نفسانیت اختیار کرو گے) اگر اون نفس پرست لوگوں کے زمانہ میں ائمہ نہ ہوتے تو اندھیر ہو جاتا۔ قرآن کے احکام اور سنتِ نبوی سے آگاہی نہ ہوتی۔ خاندانِ نبوت نے اسلام پر بڑا احسان کیا کہ ایسے پُر خطر اوقات میں اجرائے حدود الٰہی کرتے رہے۔ تو مسلم خود فیصلہ کریں۔ اگر حضرت امیرؑ مدینہ کو جو کہ آنحضرتؐ کا دار الہجرت تھا عہد خلفا میں اسلام کے جہلا کے حوالہ کر جاتے تو کیا صورت پیش آتی۔ بعد علیؑ دیگر ائمہؑ سے جو ترویج دین میں عمل میں آئی محتاج بیان نہیں۔ ہزارہا تشنگانِ آبِ ایمان نے اون کے دریائے فیوض سے سیرابی حاصل کی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے چار ہزار راویوں نے اخذ احادیث کرکے کتابیں
لکھیں۔ ہزارہا شیعہ علما و فقہا پیدا ہوئے۔ مسائل اصول و فروع اونکو تعلیم
کئے جس سے عند المباحثہ اپنے مخالفوں پر غالب رہے۔ حیوۃ الحیوان دمیری
جناب صادق علیہ السلام اور ابو حنیفہ صاحب کا معارضہ بہ تفصیل درج ہے۔
امام محمد تقی علیہ السلام نے جو بہ عہد مامون رشید یحییٰ بن اکثم عالم اہل سنت کو
سات برس کی عمر میں عاجز کیا وہ صواعق محرقہ میں درج ہے۔ یہ اونہیں انفاسِ
قدسیہ کا فیض ہے کہ ہمارے علما جو کہ اسلام کے تہترھویں حصہ میں مقدار
قلیل پر معدود ہیں اپنے مخالفین پر تقریرًا و تحریرًا غالب رہے ہیں۔ کسی عالم
اہل سنت سے ہمارے ایک اونکے رسالہ کا جواب نہیں دیا گیا۔ کھلی چٹھی
میں اس کے متعلق بتصریح اعتراض کیا گیا ہے۔ حاصل کلام اگر حسب خیال
تو مسلم ائمہؑ ہجرت کرکے اپنا سایہ رحمت مسلمانوں سے اوٹھا لیتے تو اسلام
معطل و مضمحل ہو جاتا اور زمین عرب جس پر یہ آفتابِ علوم طالع ہوئے تھے
مثلِ ظلمات بے نور ہو جاتی۔ آنحضرتؐ نے خبر دی تھی کہ میری امت تہتر فرقوں
پر تقسیم ہوکر بہتر دوزخ میں جائینگے اور ایک جنت کی سیر کریگا۔ صحابہ نے دریافت
کیا کہ حضرتؐ وہ جنتی فرقہ کونسا ہوگا۔ جواب ملا کہ ہمارے اہلبیتؑ مثل سفینۂ
نوحؑ ہیں۔ جو اوس پر سوار ہوا وہ بچا۔ اور جس نے اون کو چھوڑا وہ ہلاک ہوا۔
غدیر میں جو آنحضرتؐ نے چند دعائیں حضرت امیرؑ کو دی تھیں از انجملہ ایک
دعا یہ تھی "واخذل من خذلہ" یعنی اے میرے خدا جو علیؑ کو چھوڑ دے اوس کو
تو بھی چھوڑ دے یعنی اپنی رحمت سے اوسکو دور کردے۔ حضورؐ انور بعلم نبوت
جانتے تھے کہ اکثر میری امت کے آدمی علیؑ سے ترک تعلق کرلینگے۔ اونہیں
کے باب میں یہ جملہ خذلان واقع ہوا ہے۔ مومنین نے علیؑ کا دامن دولت
سنبھالا۔ اور منافقین نے چھوڑا۔ اگر حضرت امیرؑ و ائمہؑ ہجرت کرجاتے تو گروہ
مومنین جس نے اون سے علوم دین حاصل کیا کس سے فیض یاب ہوتا۔

صواعقِ محرقہ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا (النجوم امان لاہل السماء والبیتی امان لاہل الارض) یعنی آفتاب و ماہتاب و دیگر ثوابت و سیارے سکنائے آسمان کے لئے تمامی حوادث سے مرکزِ امن و امان ہیں اور ہمارے اہلبیتؑ زمین کے رہنے والوں کے واسطے محلِ عافیت ہیں۔ نو مسلم صاحب غور فرمائیں کہ جس زمینِ عرب پر خدا نے آنحضرتؐ کو مبعوث فرمایا اوس بقعہ پاک سے اون کی اولادِ طیب کیوں دوری اختیار کرتی۔ علیحدگی اوسی وقت لازم تھی کہ جب اشاعتِ امرِ حق سے معطل رہتے وہ آنِ واحد کے لئے بیکار نہیں رہے۔ مومنین بالیقین کو تعلیم و تلقین فرمائی۔ اور مخالفین سے بوجہ اون کی سلطنت و کثرت کے اختیاراتِ حفاظتِ خود اختیاری عمل میں لائے جس کو اصطلاحِ شرع میں تقیہ کہتے ہیں۔ نو مسلم اور اون کے ہم مذہب شاہ عبد العزیز دہلوی کو غالباً اعلےٰ درجہ کا محقق جانتے ہونگے۔ لہذا اون کو شہادت میں پیش کیا جاتا ہے کہ ائمہ معصومینؑ اپنے زمانہ حیات میں کوئی دین کا کام کرتے تھے یا خوفِ شیاطین سے مہرِ سکوت لگائے ہوئے تھے تا کہ ہجرت اون پر واجب ہو جائے۔ تحفہ اثنا عشری مطبوعہ مطبع نول کشور کے کید ہشتاد و پنج میں لکھا ہے (حضراتِ ائمہ در زمانِ خود اہم مقدماتِ سلوک و طریقت را ساختہ اند و مقدمہ شریعت را بر ذمہ یارانِ رشید و مصاحبانِ حمید خود حوالہ فرمودہ اند) شاہ صاحب کے بیان سے ثابت ہوا کہ ائمہؑ نے اہم مقدماتِ سلوک کو اپنے اختیار میں رکھا۔ اور اوس سے چھوٹے معاملۂ شریعت کو دوسروں کے حوالہ فرمایا۔ بہرحال بیکار نہ رہے۔ ایک بڑے مطلب کی تکمیل میں اپنے وقت کو صرف کیا۔ کیوں جناب نو مسلم صاحب اگر امورِ باطنی کی تعلیم میں ائمہؑ بقول شاہ صاحب مصروف نہ ہوتے تو ایک آدمی کبھی دنیا میں ولی اللہ نظر نہ آتا۔ تمام خانقاہیں لٹ جاتیں تو یہ صوفیانِ صافی مزاج کا کوئی نام بھی نہ جانتا۔ یہ ائمہ معصومینؑ ہی کا صدقہ ہے کہ نو مسلموں میں ہزار در ہزار ولی گلی گلی پھرتے ہیں۔ خوب ہوا کہ اونہوں نے ہجرتِ سنت نہ کی۔ ورنہ بڑا بابِ فیض بند ہو جاتا۔ مکن پور۔ ردولی۔ بھٹر ایچ۔

پیران کلیر۔ اجمیر شریف۔ پاک پٹن۔ چاچڑاں۔ تونسہ شریف۔ دیوا وغیرہ وغیرہ مقامات اولیا سے ایک بھی نہ ہوتا۔ چونکہ تحریر صدر میں شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ائمہؑ نے مقدمات سلوک و طریقت کو اپنے بکس میں رکھا اور مقدمۂ شریعت کو یاران رشید کے دفتر میں منتقل کر دیا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ نے مقدمۂ شریعت میں ہاتھ نہیں لگایا۔ بلاکسی کارروائی کے یارانِ رشید کے محکمہ میں سپرد کر دیا۔ لیکن مَیں اونہیں کے بیان سے انشاءاللہ اون کو جھٹلا کر یہ بات دکھلا دونگا کہ مقدمۂ شریعت نے بھی بعد تحقیقاتِ کامل ائمہ معصومین کے اجلاس سے عزتِ فیصلہ پائی ہے۔ وہی شاہ صاحب بلاخیال نقص کلام بقولے دروغ گورا حافظ نباشد تحفہ کے باب یازدہم میں لکھتے ہیں (اگر شیطاق شیعہ را دغدغہ کند و گویند کہ اگر ابوحنیفہ و امثال او از مجتہدین اہل سنت شاگردان حضرات ائمہؑ بودند پس چرا مخالفِ ایشان در مسائلِ بسیار فتوی دادند) اِس تحریر کا اردو میں یہ مطلب ہوا کہ ابوحنیفہ وغیرہ نے باوصف دعوی شاگردی حضرات ائمہؑ سے اکثر و بیشتر معاملہ میں اختلاف کیا ہے۔ تو مسلم صاحب فرمائیں کہ جن مسائل بسیار میں حضرت ابوحنیفہ نے ائمۂ اہلبیتؑ سے اختلاف کیا ہے اون میں حق کس کی طرف تھا۔ آیا اوستاد یا شاگرد کے۔ اور اہلبیت رسولؐ جن کے حکم پر چلنے اور تعلیم دینے کا آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا۔ یہی وقار رکھتے تھے کہ اون سے اختلاف کیا جائے۔ بلادقت سمجھا گیا کہ مذہب سنیہ مخالفِ اہلبیتؑ ہے۔ ہرگاہ بقولِ شاہ صاحب ائمہؑ نے مقدمات سلوک و طریقت کو خود اختیار کیا۔ اور شریعت کو یارانِ رشید کے حوالہ فرما دیا تھا تو شاہ صاحب کے بیان میں یہ تناقص کیوں پیدا ہوا۔ جن لوگوں نے شریعت سے اپنے تعلقات اوٹھا کر طریقت سے پیوستگی کی تھی۔ اونھوں نے باوصف ترک مسند شریعت ایسے مسائل کیوں بیان کئے۔ جن سے حضرت ابوحنیفہ کو (جو کہ بزعم سنیہ اون کے شاگرد تھے) بیزاری کرنی پڑی۔ پس شاہ صاحب کا وہ بیان بالکل غلط ہو گیا۔ کہ ائمہؑ نے طریقت کو خود لیا اور شریعت یاروں کے حوالہ کی۔ اختلافِ

ابوحنیفہ صاحب یقین دلا رہا ہے کہ اہلبیتِ رسولؐ امورِ شریعت کو ہاتھ میں لئے ہوئے تھے ۔ چونکہ نومسلم اور اون کے ہم مذہب ابوحنیفہ صاحب کے مسلک پر ہیں اور وہ مسائلِ کثیرہ میں خاندانِ نبوت سے اختلاف رکھتے تھے ۔ لہذا مذہب سنی قطعی باطل قرار پایا ۔ یہی شاہ صاحب تحفہ کے صفحہ ۱۳۹ پر بذیل صراحت حدیث ثقلین لکھتے ہیں کہ باتفاق امت آنحضرتؐ نے ہدایت امت کے لئے قرآن و اہلبیتؑ کو چھوڑا ۔ اور اون کی اطاعت کو لازم کیا (پس مذہبیکہ مخالف ایں ہر دو باشد شرعاً و عقلاً باطل است) چونکہ حسب تسلیم شاہ صاحب ابوحنیفہ اور اون کے امثال شافعی و مالک وغیرہ نے ائمہ اہلبیتؑ سے مخالفت کی تھی لہذا چہار مذاہب بجرم اختلافِ اہلبیتؑ فرد حقیت سے خارج ہو گئے ۔ نومسلم کو آگاہ کرنے کے واسطے میں مزید ثبوت پیش کرتا ہوں ۔ جس سے واضح ہو جائیگا کہ کل اہل سنت خاندانِ نبوت سے جدا راہ چلنے والے ہیں ۔ شارح منہاج لکھتے ہیں دانا کما نعلم بعد مخالطة اصحاب النقل ان مذہب ابی حنیفہ و الشافعی و مالک القول بالقیاس فکذا العلم ان مذہب اہلبیتؑ کالباقر و الصادق علیہ السلام وغیرہما انکار القیاس ۔ یعنی اختلاط و صحبت راویان سے ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ابوحنیفہ و شافعی و مالک کا مذہب مسائل میں قیاس پر تھا اور امام باقرؑ و صادقؑ وغیرہ اوس سے انکار کرتے تھے) بہرحال علماء اہلسنت کے بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ائمہ معصومینؑ مفتی شریعت تھے ۔ اگر نہ ہوتے تو ہر چہار امامان اہلسنت مختلف کس بات میں ہوتے ۔ آیۂ ہجرت میں حکم ہجرت اون ضعفا کو ہے جو کہ اقامتِ دین مطلق نہ کر سکیں اور تابع شریعتِ کفار رہیں ۔ ائمہ معصومینؑ کی یہ حالت نہ تھی ۔ وہ اعلائے کلمہ حق میں ایسے مصروف رہے کہ جسکو اون کے مخالفین نے بشگفتہ دلی مان لیا ۔ نومسلم نے جو گستاخی سے بوجہ عدم مہاجرت ائمہ کو صفحہ ۴ سطر ۱۰ پر مرتد لکھا تھا وہ باطل قرار پایا ۔ افسوس ہے کہ مخاطب کو اپنے مذہبی دفتر سے قطعی بے خبری ہے ۔ نافہمی سے قلم بدست ہو گئے ۔ اگر توفیق خدا

شامل ہوتی۔ تو عجب نہیں تو مسلم ائمہؑ کے مخالف مذہب سے بیزار ہو کر سیدھے اوس گھر میں چلے آئیں جس میں کبھی اون کے بزرگ رہا کرتے تھے۔

شکر خدا کہ یہ نمبر تمام تر مفید شیعہ ثابت ہوا۔

امر سوم

"روئے زمین پر کوئی ایسا موقع تھا۔ جہاں ائمہ علیہم السلام ہجرت کر جاتے اور اون کو وہاں عزت ملتی۔ اور احکام خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بطرز واجب رواج پاتے"

بفرض محال تمام باتوں سے قطع نظر کر کے اگر یہ بات مان لی جائے کہ ائمہؑ پر بوجہ غلبۂ اشقیاء مدینہ سے ہجرت واجب ہو گئی تھی۔ تو ہجرت اوس موقع پر کی جاتی ہے کہ جس جگہ انسان کو گوشۂ امن ملتا ہے۔ دیکھو قریش مکہ نے آنحضرتؐ کو بحدے تنگ کیا کہ گھر چھوڑ کر بے سر و سامان نکل کھڑے ہوئے۔ مدینۂ منورہ پہونچے۔ انصار نے خدا اون پر رحمت کرے وہ خدمت کی جس کو ہندی میں ہاتھوں چھانوں کہتے ہیں۔ نومسلم چونکہ ائمہؑ کے لئے حکم ہجرت دیتے ہیں وہ براہ مہربانی کرۂ زمین کے نقشہ پر نظر کر کے ایک جگہ پر اونگلی رکھ دیویں کہ فلاں موقعہ یا جزیرہ میں اگر خاندان نبوت جاتا تو با امن جگہ پاتا۔ تمام عرب و ممالک حوالی میں وہی لوگ حکمران تھے جو کہ اہلبیتؑ کا نام مٹانے والے تھے۔ ممالک بعیدہ میں ایسے لوگوں کی سلطنت تھی جو کہ نفس اسلام کے دشمن تھے۔ اگر ائمہؑ ہجرت کر کے پیرس و جاپان و فرانس و روس میں جاتے تو کیا یہ امید کی جا سکتی ہے کہ اون مقامات پر احکام اسلام کو پورے طور پر رواج ہوتا اور مخالفان اسلام اون کی اطاعت میں مثل جان نثاران سرگرم رہتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ قدیم ملک چھوڑتے۔ اجدادی املاک سے دست کش ہوتے۔ اور پردیس میں گٹھڑی سر پر رکھے ہوئے مارے مارے پھرتے۔ مدینہ میں رہنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اسلام کا نہتر واں حصہ ہدایت پا کر

قابلِ جنت ہو گیا۔ جن علمانے اون سے مسائل کثیرہ میں اختلاف کیا وہ بمفاد حدیث ثقلین وغیرہ حسب تسلیم شاہ صاحب جہنمی ہوئے۔ اور جس گروہ نے اونکی متابعت کی وہ ہدایت پاکر سیدھا بہشت میں چلا گیا۔ اگر ائمہؑ عرب میں نہ رہتے تو ابو حنیفہ وغیرہ کس سے مسائل میں مختلف ہوتے۔ یاد رکھو ہر فرعونے را موسیٰ ضرور ہے۔ جس جگہ ضلالت شعار ہوتے ہیں اونہیں کے پہلو میں ہادی بھی لگے رہتے ہیں۔ الحمد للہ کہ بحث تقیہ سے فراغت پائی جتنی باتیں نومسلم صاحب نے ذکر بزخاصہ فرمائی تھیں تمام تر باطل کر دی گئیں۔ ایک امر بلا جواب نہیں چھوڑا۔ نومسلم نے صفحہ ۱۵ سطر ۶ پر ایک فیصلہ خلافت کے متعلق لکھا ہے۔ اور بزعم خود ایسا قطعی تجویز کیا ہے کہ جس کا جواب بقول اون کے شیعہ سے قیامت تک نہ دیا جائیگا۔ اوس کا فیصلہ ضروری سمجھ کر عنانِ اشہبِ قلم اوس طرف پھیری جاتی ہے۔ نومسلم اور اونکے سب خیر طلب بغور ملاحظہ فرمائیں۔

تحریر مخاطب درباب فیصلۂ خلافت جسکو انہوں نے قطعی تجویز کیا ہے

اب نہایت مختصر قطعی فیصلہ مسئلہ خلافت کا عرض کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرتِ علیؑ نے حضرت معاویہ کو جو خط لکھا تھا وہ خط مذہب شیعہ کی نہایت درجہ معتبر کتاب نہج البلاغہ میں موجود ہے۔ اوس سے تحفہ اثنی عشری میں خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت ثابت کی گئی ہے۔ بجواب اوس کے جناب مجتہد سید محمد صاحب بوارق میں فرماتے ہیں کہ کلام آنحضرت (حضرت علیؑ) مبنی است برآنکہ معاویہ و اہل شام بلکہ اکثر اتباع آنجناب نیز یقین داشتند بہ آنکہ خلافت بہ اتفاق اہل حل و عقد میشود و جمیع ایشاں از ہمیں جہت اقرار بیعت و حقیقت ثلثہ داشتند و حضرت امیر را نیز در وقت خلافتِ ظاہری ہمیں

دلیل خلیفہ بحق میداشتند نہ آنکہ منصوص و معصوم مے شمردند) اس کے بعد آخر میں لکھتے ہیں (ایں امر ازیں جہت بود کہ عارفین حقیقت حال کم بودند و سواد اعظم اعتقاد امریکہ درباب امامت آنحضرت واجب بود نہ داشتند و خلفاء سابقین را از آنجناب افضل میدانستند) اس تقریر مجتہد صاحب سے نومسلم نے جو فائدہ اخذ کیا ہے وہ صفحہ ۱۵ سطر ۱۶ پر بایں عبارت لکھا ہے (اس عبارت سے روز روشن کی طرح روشن ہو گیا کہ سوائے شاذ و نادر کے کل اصحاب رسول ؐ کے علم یقینی میں حضرت علیؓ سے حضرت عثمان افضل تھے۔ اور حضرت عثمان سے حضرت عمر افضل تھے۔ اور حضرت عمر سے حضرت ابوبکر افضل تھے۔ اسیکو افضلیت بترتیب خلافت کہتے ہیں۔ اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس علم یقینی کا اصحاب رسول ؐ کو بجز قرآن کی آیتوں یا رسول اللہ ؐ کی حدیثوں کے اور کسی شے سے حاصل ہونا متصور نہیں ہے۔ پس خلافت کے باب میں یہ ایسا قطعی فیصلہ ہو گیا کہ جس کا جواب ناممکن ہے۔

جواب ۔ یہ فیصلہ انشاء اللہ بایں دلائل شایستہ باطل کیا جائیگا کہ جسکا اپیل داخل ہونا تو درکنار کوئی موجبات بھی نہ لکھ سکیگا۔ نومسلم کی عبارت کے فقرات توڑ کر ایسا تفصیلی جواب دونگا کہ ہر شخص کی سمجھ میں پورے طور پر مطلب آجائے۔

فقرۂ اوّل ۔ حضرت علیؓ نے جو حضرت معاویہ کو خط لکھا تھا الی آخرہ۔

چونکہ مخاطب نے یہ بحث اوس خط سے شروع کی ہے جو کہ حضرت امیر ؑ نے معاویہ کو لکھا تھا نظر بر آں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اظہار حقیقت مراسلہ مکتوب الیہ (معاویہ) کے کچھ ضروری حالات بیان کر دیئے جائیں۔ تاکہ ناظرین کو لطف بے اندازہ حاصل ہو۔ نومسلم صاحب اپنی تحریر متذکرہ صدر میں معاویہ کو بلفظ حضرت یاد فرماتے ہیں۔ اور وہی تعظیمی لفظ جناب مرتضوی کو لکھتے ہیں۔ گویا ہر دو کو بہ اعتبار تعظیم و تکریم ایک لفظ کا مستحق سمجھا ہے۔ اسجگہ مجھکو یہ بات

دکھلانی منظور ہے کہ معاویہ کو یہ اقتدار حاصل تھا کہ اوسکو حضرت کہا جائے۔ اور حضرت کہنیوالے کو باایمان سمجھا جائے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ کے باب دہم عقیدہ ششم میں لکھتے ہیں۔ (اہل سنت قاطبۃً اجماع دارند برآنکہ معٰویہ بن ابی سفیان از ابتدائے امامت حضرت امیرؑ لغایت حضرت امام حسنؑ باداز بغاۃ بود کہ اطاعتِ امامِ وقت نداشت)۔ مقامِ انصاف ہے کہ جو شخص باجماع اہل سنت طریق بغاوت اختیار کرکے اطاعت امام وقت سے منحرف ہو۔ اور جس کی موت حسب خبر (من مات ولم یعرف امام زمانہٖ میتۃً جاہلیہ) بجرم عدم معرفت امام زمانہ جہالت (کفر) پر واقع ہوئی ہو اور جو کہ حسب حدیث آنحضرتؐ (قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر) بوجہ قتال حضرت امیرؑ محکوم بحکم کفار ہو (دیکھو جامع الاصول جس میں بخاری ومسلم وترمذی ونسائی سے حدیث بالا نقل ہوئی ہے) اُس جاہل کافر کو تو مسلم حضرت لکھتے ہیں۔ حدیث موصوف الصدر میں مسلمان کا گالی دینے والا فاسق اور مسلمان سے جدال وقتال کرنے والا کافر کہا گیا ہے۔ معاویہ میں دونوں عیب تھے۔ حضرت امیرؑ وحسنینؑ کو گالیاں بھی دیں اور دو اماموں سے قتال بھی کیا۔ پس وہ بوجہ جہالت وفسق وکفر ہرگز یہ قابلیت نہ رکھتا تھا کہ کسی تعظیمی لفظ سے یاد کیا جائے۔ جو شخص ایسے نافرمانِ سلطانِ دین کو حضرت کہیگا وہ خود اوس کا ہم رتبہ سمجھا جائیگا۔ باایں وجہ مذہبِ سُنی بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ ہاں معاویہ شاہی ضرور ہے جس کو میں نے پہلے بیان کردیا ہے۔ تو مسلم صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ بادشاہ وقت کے ساتھ بغاوت کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باغی کی تمام املاک وجائداد ضبط کرلی جائے اور سیدھا دریائے شور کو بھیجدیا جائے۔ ایسے ہی جو لوگ باغی کے اچھا سمجھنے والے ہوتے ہیں اون کو سزا دی جاتی ہے۔ لفظ حضرت لکھنے سے معاویہ باغی وطاغی کے تو مسلم صاحب پُورے طرفدار اور سچے خیرطلب معلوم ہوتے ہیں۔ لہذا دعا کی جاتی ہے کہ بروز محشر اون کو بھی وہی کوٹھڑی ملے جو کہ

اون کے ممدوح کے لئے معماران مالک نے تیار کی ہے - یہ بات تو مسلم ہی کی ذات تک محدود نہیں - عموماً اس فرقہ کے آدمی معاویہ کے نام پر مٹے ہوئے ہیں - مولوی خلیل احمد صاحب نے جو کہ در حقیقت مناظرین اہل سنت میں گل سر سبد گنے جاتے ہیں ہدایات الرشید میں (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) لکھا ہے صاحب ہدایات الرشید تو مسلموں میں ایسے ذی مرتبہ ہیں کہ اون کی کتاب مذکورہ بالا کو اہلسنت نے اشتہارات میں نمونۂ عجائب قدرت خداوندی کا خطاب دیا ہے اور کتاب ثانی مطرقۃ الکرامہ کو الہامی تجویز کیا ہے - بایں عنوان تو مسلم مخاطب ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے تو مسلم علما مع مقلدین و مریدان ایمان و سنیت سے بہرہ نہیں رکھتے - مناسب موقعہ سمجھ کر اہل نظر کو یہ بات دکھلائی جاتی ہے کہ سوائے بغاوت و شقاوت اوس موجد مذہب سفیان (معاویہ) کا خاندان رسالت سے کیا طرز عمل تھا - چنانچہ علمار فرقہ سنیہ نے لکھا ہے - کہ معاویہ حضرت امیرؑ کو خود بھی گالیاں دیتا تھا اور لوگوں سے بھی دلواتا تھا - اور جو شخص بخوف ایمان برا کہنے میں ہچکچاتا تھا اوس کو سرزنش کرتا تھا - اٹھارہ کتب اہلسنت میں معاویہ کا حضرت امیرؑ کو گالیاں دینا اور دلانا لکھا ہے - صحیح مسلم کی جلد ۲ میں صفحہ ۲۷۸ پر وہ عبارت جلی قلم سے لکھی ہوئی ہے - باقی کتب کے نام مع عبارت اصل الحقیقت بردالحقیقت مطبوعہ لاہور مؤلفہ حقیر میں دیکھو - اس جگہ ایک اردو کتاب کی عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ عام لوگ حقیقت حال پر مطلع ہو جائیں - ملک اودھ قصبہ کاکوری تو مسلموں کا گہوارہ ہے - اُس مردم خیز خطہ میں مولوی مسیح الدین بڑے مشہور عالم گذرے ہیں - وہ اپنی کتاب تاریخ الخلفاء کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں "ہمارا عقیدہ بتقلید اکثر علماء اہل سنت کے یہ ہے کہ بعد بیعت سبط اکبر حضرت حسن مجتبےٰ کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت صحیح ہو گئی - اور کسی حرکت بد قابل انکار کا اون سے صادر ہونا بروایت صحیح متواتر یا مشہور ثابت نہیں - اِلّا دو امر ایک بعد وفات سبط اکبر علیہ السلام کے یزید کا اپنی

حالتِ حیات میں ولیعہد مقرر کرنا۔ باوصف اوس کی ابتلا کے معاصی میں تو ممکن ہے کہ وہ اون کی حیات میں معاصی کا مرتکب نہ ہو یا محبتِ فرزندی نے اوس کے عیوب سے نابینا کر دیا ہو۔ اور دوسرے امر کے ذکر کو ہرگز جی نہیں چاہتا۔ مگر منصب وقایع نگاری جو اختیار کیا ہے اوس نے اِس کے ذکر پر مجبور کیا ہے یعنی یہ کہ سبّ اور لعن کے خطبوں میں غیر مستحق (یعنی علیؑ و اولاد علی علیہ السلام) پر راہ نکالی۔ جو طریقہ سارے خلفاء بنی امیہ میں عمر ابن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے وقت تک جاری رہا۔ البتہ یہ بات نہایت قابل نفرت و انکار ہے۔ اور ہمکو یقین ہے کہ وہ اپنے دل میں خوب سمجھتے تھے کہ بہ مضمون حدیث شریف کے سبّ اور لعن غیر مستحق پر خود لاعن پر پلٹ آتی ہے۔ باوصف اس کے شدتِ طمع اور سلطنت نے اون کو اندھا کر دیا تھا۔" مولوی صاحب موصوف الصدر معاویہ کو خلیفۂ برحق و جائز الاطاعت سمجھ کر صرف دو اعتراض متذکرہ اوس پر قایم فرماتے ہیں۔ یہ عجیب فرقہ ہے معاویہ کو لاعن بے محل بھی کہتے ہیں اور خلیفہ بھی بتلاتے ہیں۔ بتقلید اکثر علماء اہلسنت کے جملہ نے صاف طور پر یقین دلا دیا کہ کل اہلسنت معاویہ کو خلیفہ صدق جانتے ہیں۔ مگر نہایت تشکر کا موقع یہ ہے کہ مولوی صاحب اوس کو ملعون بھی قرار دیتے ہیں۔ دیکھو وہ فقرہ (سبّ اور لعن غیر مستحق پر خود سائب اور لاعن پر پلٹ آتی ہے)۔ جبکہ بقول مولوی صاحب اور فی الواقع حضرت امیر اور اون کی اولاد طیب غیر مستحق لعن تھی اور معاویہ اونپر لعن کرتا تھا تو وہ طوقِ لعنت اونہیں کا گلوگیر ہوتا تھا۔ سوائے جرایم بالا نومسلم خلیل احمد صاحب و مسیح الدین و جمیع نومسلموں کے اوس خلیفہ پر جس کی پیشانی لوٹی ہوئی تیر لعنت سے افگار تھی۔ ایک جرم زہر خورانی کا بھی عائد ہو رہا ہے نہ معلوم مولوی مسیح الدین صاحب نے اوس کو کیوں قلم انداز کیا۔ رسالہ اصل الحقیقت مذکورہ بالا میں حقیر نے وہ تمام روایات کتب اہلسنت درج کر دی ہیں۔ جنمیں معاویہ کا حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوانا اون کے مرنے کی خبر سُن کر

خوشی کی تکبیریں کہنا درج ہے۔ اس جگہ بہ نظر اختصار ایک عبارت ملا حسن کاشفی
صاحب تفسیر حسینی کی کتاب روضۃ الشہدا سے نقل کرتا ہوں۔ (حضرت
معاویہ الیسونیہ قاتلہ جناب حسنؑ را بمال دنیا فریب دادہ قدرے زہر فرستادہ
بود کہ در وقت فرصت در مشروبات و مطعومات امیختہ شاہزادہ را بخوراند) نومسلم
اگر مناسب سمجھیں تو معاویہ سے متحدانہ خیالات اُٹھاکر اُسے قابل سمجھیں جیساکہ
قاتل ائمہؑ کا سمجھنا ضروری ہے۔ اس بحث میں ایک اور نکتہ بلیغ پیدا ہوا۔ اور وہ
یہ کہ تمام نومسلم دعوی کرتے ہیں کہ ہم حضرت امیرؑ کو چوتھے درجہ پر ایساہی خلیفہ واجب
التعظیم جانتے ہیں جیساکہ اون تینوں بزرگواروں کو۔ جس سُنی سے پوچھو وہ بشگفتہ
خاطری اس بات کو تسلیم کریگا کہ ہم چاریاری ہیں اور اون چاروں کے احکام کا
بصدق دل اتباع کرتے ہیں۔ مگر نہایت افسوس سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے
دعوے میں صحیح القول قرار نہیں پاسکتے۔ کیونکہ یہ امر مسلمات سے ہے کہ حضرات ثلاثہ
کے برا جاننے والوں کو اہل سنت رافضی و مرتد و کافر و بدمذہب کا خطاب دیتے
ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب تحفہ کے باب ہفتم میں لکھتے ہیں (حق تعالے در قرآن
مجید منکر خلافت ثلاثہ را نیز در آیہ استخلاف کافر فرمودہ) فتاوئے عالمگیریہ میں
ہے (من انکر عن خلافۃ ابی بکر و عمر فقد کفر یعنی جس نے ابوبکر و عمر کی خلافت سے
انکار کیا وہ کافر ہے) یہی مضمون مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی نے لکھا
ہے۔ حضرات اہلسنت پر لازم تھا کہ چوتھے درجہ کے خلیفہ سے جو لوگ عداوت
رکھتے ہیں یا انکا انکار خلافت کرتے ہیں اون کو بھی کافر و مرتد جانتے۔ مگر حضرات
کی عملی حالت بالکل اس کے خلاف ہے۔ علیؑ کے دشمنوں کو اپنا دوست جانتے
ہیں۔ اور دینیات میں اون کے کسی مسئلہ پر نہیں چلتے۔ بلکہ اوس کے خلاف
پر عمل کرتے ہیں۔ دو امر تصفیہ طلب قایم کرکے انشاءاللہ ہر شخص کو یقین دلایا
جائے گا۔ کہ سُنی صاحبان چاریاری نہیں۔ بلکہ صرف تین یار فریفتہ
ہیں۔

امر اوّل بہ ثبوت اس کے کہ اہل سنّت علیؑ کے دشمنوں سے پیوستہ ہیں

واضح رائے ارباب ہوش ہو کہ صحابۂ ثلاثہ پر جو شیعہ مطاعن قایم کرکے اون کو دشمن اہل بیت بتلاتے ہیں۔ تو حضرات سُنیہ بگڑ کر اون واقعات کے تسلیم کرنے سخت اولجھن اوٹھاتے ہیں۔ لہذا حقیر ثلاثہ کو چھوڑ کر اون چند مخصوں کو پیش کرتا ہے جن کو سُنی مخالفِ اہلبیتؑ بتلاتے ہیں۔ اور باوصف اقرار اختلاف اون کو ذی عزت نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ ازاں جملہ ایک معاویہ ہے جس نے حضرت امیرؑ سے بغاوت کی۔ لشکر جرار لے کر برسر محاربت ہوا۔ چوتھے خلیفہ کو گالیاں دیں۔ امام حسن علیہ السلام کو خلافت سے معزول کیا۔ بالآخر زہر دغا پلاکر شہید کیا۔ یزید کو بخلاف اوس عہد نامہ کے جو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں لکھا تھا خلیفہ کیا۔ جس نے آل محمدؐ کو تہ تیغ کرکے صفحۂ دنیا سے مٹا دیا۔ اوس کو تو مسلم اور دیگر علمائے سنیہ حسب صراحت صدر (حضرت اور رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں۔ اور بقول مولوی سیح الدین اکثر خلیفہ جانتے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے (والحق ثبوت الخلافۃ لمعویۃ من حینئذ وانہ بعد ذلک خلیفہ حق وامام الصدق) یعنی معاویہ کے لئے خلافت ثابت ہو گئی (بوقت صلح امام حسن علیہ السلام) اور بعد ازین وہ خلیفہ حق اور امام الصدق تسلیم کرلئے گئے۔ شیخ عبد القادر جیلانی بھی یہی مضمون غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں۔ طلحہ و زبیر نے حضرت امیرؑ سے اول بیعت کی۔ پھر پچتا کر اوسکو توڑ ڈالا۔ جس سے بزمرۂ ناکثین شامل ہو کر بہ مفاد حدیث واجب القتل قرار دئے گئے۔ عایشہ صدیقہ نے وہ داد جوانمردی دی کہ جنگ جمل میں کشتوں کے پشتے لگوا دئے۔ سوائے حروب وقتال امام حسنؑ کے پہلوئے النسر درمیں

دفن سے مانع آئیں بلکہ جنازہ پر تیر چلوائے (دیکھو فصل الحقیقت) عمرو بن العاص نے
جو شورش کی وہ محتاج بیان نہیں۔ ان سب لوگوں کو تمام اہل سنت اپنا مرشد
وہادی ملت جانتے ہیں۔ کسی ایک کو بھی کافر نہیں کہتے۔ تعجب ہے کہ حسب تحریر
صاحب تحفہ دفتا دائے عالمگیریہ وغیرہ صرف منکر خلافتِ ثلاثہ کافر ہو۔ اور
چوتھے درجہ کے خلیفہ کو جو لوگ گالیاں دیں اوس کے بیٹے کو زہر کھلائیں اُس
کے مقابلہ میں تلوار اُٹھائیں وہ پیشوائے ملت اور بصلہ خطائے اجتہاد ایک
ثواب کے مستحق سمجھے جائیں۔ کون عقل کا دشمن کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ چار یاری ہیں۔

امر دوم یہ ثبوت اس کے کہ تو مسلم ثلاثہ کے احکام کو دینیات میں مانتے ہیں اور اہل بیتؑ سے انحراف رکھتے ہیں

تمام سُنّیوں کو اس بات کا اقرار ہے کہ آنحضرتؐ نے امت کو قرآن و
اہلبیتؑ کے حوالہ کیا ہے۔ چنانچہ تحفہ کے صفحہ ۱۳۹ پر شاہ صاحب نے
تسلیم فرما کر لکھدیا ہے کہ جو مذہب مخالفِ اہلبیتؑ ہے وہ شرعاً و عقلاً
باطل ہے۔ حقیر نے رسالۂ اعجاز داؤدی میں جو کہ بجواب مطرقۃ الکرامہ لکھا ہے
ان واقعات کو کتب اہل سنت سے دکھلا دیا ہے کہ یہ لوگ اہلبیتِ نبوی کو دینی
معاملات میں اپنا پیشوا نہیں جانتے۔ بلکہ معاذ اللہ انکو جاہل و وہمی و غلط گو و
دور از قیاس باتیں بنانے والا کہتے ہیں۔ رسالہ تقریر دلپذیر میں واقعات
بالا کے متعلق اقوالِ علماء سنیہ حقیر نے نقل کر دئے ہیں۔ اس رسالہ میں چونکہ
اختصار مدنظر ہے۔ لہذا صرف ایک بیان پر جو کہ نہایت مختصر ہے اکتفا کرتا
ہوں وہو ہذا۔ شاہ ولی اللہ صاحب پدر صاحب تحفہ قرۃ العینین کے

صفحہ ۲۰۹ پر گہر ریز ہوتے ہیں (اکثر اہل اسلام مالکیان و شافعیان و حنفیانند و اصل مذہب ایشان محتمد ہست بر مسائل اجماعیہ فاروق۔ و بجز چند مسائل بر آثار مرتضےٰ اعتماد ندارند و بر دست مرتضیٰؑ فتح اسلام واقع نہ شد و در ہیچ فنے از فنون شریعت مدار کلی بر آثار مرتضےٰ نیامدہ و بر دست ایشان خلافت منتظم نہ گشت) یہی بزرگ اپنے دوسرے رسالہ میں جس کا نام رسالہ تفضیل الشیخین ہے ارقام فرماتے ہیں (اُمہات مذاہب ائمہ اربعہ اہل سنت بر آثار مرتضیٰؑ نیست بلکہ بر اجماعیات عمر ابن خطاب و فتاوائے ابن مسعود است) بعد ازیں علم حدیث کے متعلق یہ فیصلہ صادر فرماتے ہیں (کہ پیش محدثین اقوی حدیث و اکثر آں روایات ابوہریرہ و ابن عمر و عایشہ و ابن مسعود و انس وغیرہم است و علم ایشاں ہمہ منتخد است از شیخین و روایات حضرت مرتضوی مستور الحال آند) فضل ابن روز بہان جو ابطال الباطل میں لکھتے ہیں اوس کا ماحصل زبان اردو میں یہ ہے (مجرد قول حضرت امیرؑ کا امور دین میں حجت نہیں جبکہ جمہور صحابہ اوس کے مخالف ہوں۔ بلکہ قول اصحاب کا حجت ہے۔ ترجمہ مسلم کی جلد اول مطبع احمدی لاہور صفحہ ۷ پر لکھا ہے (ابوبکر بن عیاش سے روایت ہے کہ میں نے مغیرہ سے سُنا۔ وہ کہتے تھے۔ حضرت علیؑ سے جو لوگ روایت کرتے تھے اون کی روایت نہ مانی جاتی تھی جب تک عبداللہ بن مسعود کے ساتھی اوس کی تصدیق نہ کرتے۔

واقعاتِ صدر پر نظر کر کے ہر شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ نومسلموں کو خاندان نبوت سے بالکل سروکار نہیں۔ اون کے کسی حکم کو نہیں مانتے۔ ابوہریرہ و انس وغیرہ سے جو کہ عوام الناس میں داخل ہیں اہلبیتؑ کو کم درجہ پر مانتے ہیں۔ اندریں حالت حسب تسلیم تحفہ نومسلم جس مسلک پر ہیں وہ شرعاً و عقلاً باطل ہے۔ واہ سبحان اللہ دعوی یہ کہ ہم چار یاری ہیں اور اعتقاد چوتھے خلیفہ اور اون کی آل طیب سے وہ جو کہ بیان کیا گیا۔ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ آیہ وافی ہدایہ (ما تقولون ما لا تفعلون) کے پورے مصداق ہیں۔ اگر نومسلم چاہتے ہیں کہ اون سے

چار یاری کا لقب نہ چھینا جائے تو جن جن لوگوں نے انکار خلافتِ مرتضوی کر کے اونکو گالیاں دیں زہر کا پیالہ پلایا حرب گاہ میں اونکے سامنے تلوار اوٹھائی اونکے دشمنوں کو شرکت و مشورت سے تقویت دی اون کو ایسا ہی سمجھیں جیسا کہ مخالفان ثلاثہ کو جانتے ہیں۔ نیز دینیات میں حضرت امیرؑ کے مسائل اونکی احادیث پر اگر کُلاً نہیں تو ایک چوتھائی پر عمل کریں۔ بخدا باین حجت کافی نومسلموں سے یہ یہ لقب لیا گیا ہے کہ آئندہ چار یاری ہونیکا دم نہ بھرینگے تین ہی کے پھندے میں اوبجھے رہینگے۔ تقریر دلپذیر میں مخیف نے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں کوئی سُنّی نہیں بلکہ سُنّی ہونا ناممکن و محال ہے۔ جسقدر آدمی عرفاً سُنّی کہے جاتے ہیں وہ حقیقتاً خارجی ہیں۔ بعد اظہار حالاتِ معاویہ جنکو نومسلم حضرت لکھتے ہیں و حقیقت مذہب سنیہ اوس بحث طلب مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں جو کہ کتاب مستطاب بوارق سے جناب سلطان العلماء سید محمدؒ صاحب مجتہد اعلی اللہ مقامہ کا ارشاد نومسلم مخاطب نے پیش کیا ہے۔

حقیقت اوس خط کی جو کہ حضرت امیرؑ نے معاویہ کو لکھا ہے

اصلیت یہ ہے کہ نومسلم لوگوں کو مدام یہ کوشش رہتی ہے کہ کسی عنوان سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت ثابت کی جائے۔ لہٰذا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے جب کسی طرح اپنے مدعا میں کامیابی نہ دیکھی تو اوس باغی کی روح سے امداد طلب کی۔ جو کہ امام جائز الاطاعت کا حکم نہ مانتا تھا۔ اوس طاغی نے اپنے مرید کو مضطر دیکھ کر بتہ دیا کہ صاحبزادہ گھبراتے کیوں ہو۔ حضرت امیرؑ نے میرے عہد بغاوت میں مجکو ایک خط لکھا تھا۔ اور وہ نہج البلاغہ میں درج ہے اوس کو پیش کر دو۔ بھائی ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت اوس سے ثابت ہو جائیگی۔ پیران پیر سے یہ مژدہ سن کر شاہ صاحب قلم بدست ہو گئے اور وہ خط نقل کر دیا۔ گو کہ نومسلم نے اوسکو نہیں لکھا صرف صاحب بوارق کے وہ ایک جملے سے اوس کا مفہوم بیان کی:

ہے۔ مگر یہ ناچیز بوارق مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لودھیانہ کے صفحہ ۷۰ اسطر ۲۱ سے بغرض ملاحظہ ناظرین اوس خط کا ترجمہ اردو میں عرض کرتا ہے۔ زاں بعد اون توہمات کا دفعیہ کریگا جو کہ شاہ صاحب پیش کنندۂ تحریر اور بہ تقلید اون کے نومسلم کے دماغ میں جگہ کئے ہوئے ہیں۔

ترجمۂ تحریر حضرت امیرؑ بنام معاویہ مندرجہ نہج البلاغہ

"اے معاویہ میری بیعت تجھ پر لازم ہوگی۔ اگرچہ تو اس جگہ نہیں بلکہ ملک شام میں موجود ہے۔ کیونکہ اون لوگوں نے میری خلافت پر اتفاق کرکے بیعت کی ہے جو کہ ابوبکر و عمر و عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلۂ تابعین میں داخل ہوئے تھے۔ اندریں حالت اشخاص حاضر و غایب کو کوئی حق نہیں کہ اوس سے اختلاف کرے۔ اور اجماع اور شورے کرنا خاصۂ مہاجرین اور انصار کا منصب ہے۔ یہ لوگ اگر کسی شخص کے واسطے خلافت پر اجماع کرلیں اور اوس کو امام مان لیں تو باہمی رضامندی ہے۔ اگر کوئی خارجی اوس شورے سے خارج ہوکر ایسے مجمع علیہ امام پر طعنہ زن ہو تو اوس کو باز لانا چاہئے۔ اور اگر انکار کرے تو اوس سے قتال لازم ہے۔ کیونکہ اوس نے راہِ خلاف کو اختیار کیا ہے۔"

یہ خط سنیوں کے میگزین مناظرہ میں اول درجہ کا صیقل شدہ ہتیار ہے اس سے بالاتر کوئی حربہ نہیں۔ اسی واسطے نومسلم نے مثل مشایخ صوفیہ بہت اُچھل کود کر خلافت کے مقدمہ میں اوس کو قطعی تجویز کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب بھی اسی نیمچہ کو ہاتھ میں لیکر شیعہ سے برسر مقابلہ ہوئے ہیں کہ حضرات ثلاثہ کی خلافت ایسی جائز و لایق تسلیم ہے کہ جس کے حق ہونے پر حضرت علیؑ نے استدلال کرکے اپنا خلیفہ برحق ہونا بمقابلۂ معاویہ ظاہر فرمایا ہے۔ ہرچند کہ ہمارے علماء اعلام و فضلا کرام نے اجوبہ تحفہ اور خاص بوارق میں اس کا جواب شافی دیا ہے مگر اہل سنت کا قاعدہ ہے کہ جوابوں کا جواب الجواب نہیں لکھتے اُنہیں باتوں کو

جوکہ صدہا مرتبہ معرضِ بحث میں آچکی ہیں پیش کرتے رہتے ہیں۔ نظر بر آں ایسا تفصیلی جواب دیا جائیگا۔ کہ انشاء اللہ ناظرین بہت محظوظ ہونگے اور نومسلم تو فرطِ ندامت سے ہاتھوں زمین میں دھس جائینگے۔

شروع جواب

ابن ابی الحدید معتزلی شارح نہج البلاغہ نے جوکہ حقیتِ خلفاء ثلاثہ کے مثل اہل سنت قایل و معتقد ہیں پندرھویں جلد شرح نہج البلاغہ میں ایک مضمون لکھا ہے۔ جس کا اردو میں ترجمہ بیان کیا جاتا ہے "معاویہ اس کوشش میں رہتا تھا کہ علیؑ کی کچھ باتیں ایسی ہاتھ لگ جائیں کہ جس سے خلفاء ثلاثہ کی شکایت بالفاظ صاف و صریح ثابت ہو۔ اسی واسطے طعن آمیز اور جوش دلانیوالے خطوط اون کے پاس بھیجتا تھا۔ تاکہ حضرت امیرؑ غضب میں آکر اون باتوں کو حوالہ قلم فرمادیویں جوکہ اونکی طبیعت میں شیخین کی جانب سے جاگزین تھیں۔ ایسی پُر غضب اور شکایت آمود دستاویز حاصل کرنے سے معاویہ کا منشاء یہ ہوتا تھا کہ اہل شام کو جوکہ شیخین سے حسن عقیدت رکھتے تھے وہ تحریریں دکھلائیں تاکہ وہ لوگ حضرت امیرؑ کو ثلاثہ کا مخالفِ صریح دیکھ کر بھڑک اوٹھیں۔ اور اعانتِ معاویہ پر بدل و جان آمادہ ہوجائیں۔ اس میں معاویہ کو ایک دوسرا مطلب بھی نکالنا مقصود تھا۔ اور وہ یہ کہ اہل عراق جوکہ حضرت امیرؑ کے لشکر میں داخل تھے وہ بھی درباب امامتِ شیخین شامیوں کے ہم خیال تھے۔ بہت ہی قلیل اور شاذ و نادر طرفدارانِ حضرت امیرؑ میں ایسے لوگ تھے جن کو خواص شیعہ کہنا چاہئے۔ پس ضرور تھا کہ وہ لوگ اہانتِ شیخین سُنکر آپکی طرفداری سے دست کش ہوجاتے۔ لیکن حضرت امیرؑ نظر بہ مصالح وقت کرکے دونوں لشکروں کے لوگوں کے لئے کوئی گنجایش قیل و قال نہ ہوتے دیتے تھے۔ بایں وجہ آپ ایسا مضمون لکھتے کہ جس میں بصراحت شیخین سے برائت اور

اون کے ظلم کی شکایت نہ ہوتی تھی۔ تاکہ مفسدہ سے حفاظت اور نکتہ چین لوگوں سے صیانت رہے" حضرت امیرؑ کو جو معاویہ نے خطوط لکھے ہیں اور حضورؑ نے اون کا جواب دیا ہے وہ اپنے موقع پر انشاء اللہ ناظرین کو حقیر دکھلائیگا جن کے معائنہ سے ظاہر ہو جائیگا کہ ایسی طعن آمیز اور غیرت دلانیوالی تحریر کا نرم و ملایم و بامعنی جواب دینا سوائے حضورؑ کے دوسرے کا کام نہ تھا۔ حاصل کلام تو مسلم صاحب نے جس تحریر پر بھروسہ کر کے حقیقت ثلاثہ کا اثبات چاہا ہو وہ بھی اسی عنوان کے ہے۔ اہل تمیز کو سوچنا چاہئے کہ ہر شخص کو اوسی بات سے قائل و مجوج کیا جاتا ہے جس کا وہ خود اور اوس کے حواشی و حواری اعتقاد رکھتے ہوں۔ اُس وقت کے اکثر مسلمان اور بالخصوص معاویہ کا یہ مذہب تھا کہ جس کو مہاجر و انصار اتفاق کر کے تخت خلافت پر بٹھا دیویں وہ خلیفہ ہو سکتا ہے۔ اسی بنیاد پر مذہب اہلسنت میں در باب خلافت اجماع و شوریٰ والتسلط کی شرط آج تک داخل عقیدت ہے۔ حضرت امیرؑ نے بربناء اثبات خلافت خود بمقابلہ معاویہ وہ بلیغ حجت پیش فرمائی جسکو معاویہ و شامی و عراقی تصفیۂ خلافت کے لئے حق و صواب جانتے تھے۔ معاویہ بوقت بیعت مرتضوی مدینہ میں نہ تھا بلکہ شام میں جس وقت کہ خلیفۂ ثالث جلوہ فرمائے مسند خلافت ہوئے تھے اوس وقت بھی وہ شام ہی میں تھا۔ اور اوسی جگہ بلا حضوری زمرۂ مبایعین میں داخل ہوا۔ اوس واقعہ کو حضرت امیرؑ یاد دلا کر کہتے ہیں کہ اے معاویہ تجھ پر میری بیعت بحالت غیبت اسی طرح لازم ہو گئی جیسا کہ بلا حصول شرف حضوری تو نے دور ہی دور سے عثمان کی اطاعت اختیار کی تھی۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی جلد چہاردہم میں بصفحہ (۱۶۱) اس بات کو ظاہر کیا ہے "آپکو چاہئے کہ میری بیعت بلا چون و چرا کر لیجئے۔ کیونکہ مجھ سے وہ حضرات بیعت کر چکے ہیں جنہوں نے ثلاثہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا۔ اور جن کے شوریٰ اور اتفاق کو تم ایسا جائز و صحیح سمجھتے ہو کہ صرف اون کی بیعت کو معتبر سمجھ کر شام میں صدہا کوس سے

بیعت کرلی۔" تعجب ہے کہ مہاجر و انصار و اہل حل و عقد (بست و کشود والے) جب ثلاثہ کو مسند خلافت پر بٹھائیں۔ تو آپ کوسوں سے ہاتھ بڑھا بڑھا کر بیعت کریں۔ اور جب وہی حضرات میرے حبالہ مبایعت میں داخل ہوں تو آپ اپنا ہاتھ سکوڑ لیں۔ یہ کیا کہ نہیے خواب ریاست و نہیے غلط ثلاثہ پر جب گروہ مہاجر و انصار متفق ہوں تو وہ خلیفہ مان لئے جائیں۔ اور جب مجھ پہ اتفاق بیاے کریں تو آپ تلوار بدست ہو کر میدان میں آکودیں یہ کیا انصاف ہے" چونکہ بوقت انکار بیعتِ خلیفہ اول حضرت عمر لوگوں کے گھر جا کر بہ جبر و تعدی پکڑ پکڑ لاتے تھے۔ بعض کے گھروں کا پھونک دینا مد نظر کر کے آگ اور لکڑیاں لیجاتے تھے۔ لہذا لوگوں کے عقاید میں یہ بات داخل ہوگئی تھی کہ جو شخص مجمع علیہ خلیفہ سے انکار کرے اوس سے قتال و جدال لازم ہے۔ بنا برآں اون کے عقاید پر احتجاج کر کے حضور نے تجویز فرمایا کہ مجھ پر اجماع ہوگیا ہے اور اجماعی خلیفہ سے انحراف کرنا منحرف کو وادئے قتال کی سیر کراتا ہے۔ لہذا بجرم عدم شرکت اجماع آپ لایق قتل قرار دئے گئے۔ ناظرین اس پر بھی نگاہ فرمائیں کہ حضرت امیرؑ نے تحریر موصوف الصدر میں کوئی فقرہ یا جملہ اپنے فضائل کے متعلق نہیں لکھا۔ ورنہ آپ کے مناقب ایسے لاتعد ہیں جن کی نسبت امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ جس قدر فضائل مرتضوی مجکو پہونچے اتنے کسی صحابی کے نظر سے نہیں گذرے۔ اگر حضرت امیرؑ اپنے مراتب کی فہرست کھینچتے تو وہ کب ماننے والا تھا۔ کوئی بات ایسی نہ تھی جو کہ اُس سے پوشیدہ ہو۔ دیدہ و دانستہ طمع امارت و طمع حکومت سے برسر مخاصمہ تھا۔ خلفاء ثلاثہ و بی بی عایشہ پرکون فضیلت چھپی ہوئی تھے مگر سلطنت کے مقابلہ میں ایک پر بھی نظر نہ کی۔ اگر حضرت امیرؑ اپنے فضائل اور ثلاثہ کے معایب کی فرد مرتب کرتے تو سارے شامی کباب ہو جاتے۔ ملک میں فساد عظیم پیدا ہو جاتا۔ کیونکہ عایشہ و معاویہ نے پہلے سے لوگوں کے کان بھر رکھے تھے کہ علیؑ نے عثمان کو ناحق قتل کرایا ہے

باین وجہ لاکھوں آدمی آپ سے برگشتہ تھا۔ ایسے پُرخطر وقت میں اس عنوان کی دستاویز غوغاے عام برپا کرادیتی۔ آپ کوشش فرمارہے تھے کہ بچیس برس کے بگڑے ہوئے آدمی راہ راست پر آجائیں اور اطاعت و فرمانبرداری پُورے طور پر کرنے لگیں۔ کسی نوع کی کھٹک لوگوں کی طبایع میں نہ رہے اوس وقت امر حق کی طرف مایل کیا جائے۔ قاضی شریح کے نام جو آپ نے خط لکھا ہے اوس سے یہ مضمون بالکل ہویدا ہے۔ بخاری نے باب مناقب حضرت امیرؑ میں یہ عبارت لکھی ہے (عن عبیدۃ عن علیؑ قال اقضوا کما کنتم تقضون فانی اکرہ الاختلاف حتے یکون الناس جماعتہ او اموت کما مات اصحابی)۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اِس حدیث کی شرح اس طرح کی گئی ہے۔ (قال ابوعبیدۃ بعث العلی الے شریح فقال ابغض الاختلاف فاقضوا کما کنتم تقضون الے آخرہ) محصل کلام حضرت امیرؑ سے قاضی شریح نے دریافت کیا کہ "احکام شریعت میں حضور کچھ تغیر فرمائیں گے یا کہ بدستور سابق قایم رکھیں گے" حضور نے جواب دیا کہ "مَیں اختلاف کو پسند نہیں کرتا۔ تا وقتیکہ سب لوگ ایک امر پر متفق نہ ہوجائیں۔ یا مَیں مر جاؤں۔ جس طرح کہ میرے اصحاب مر گئے"۔ اِس کلام سے جو حسرت برستی ہے۔ اوس کو اہل دل خوب سمجھ سکتے ہیں۔ الحاصل معاویہ کو حضرت امیر علیہ السلام کا خط دیکھ کر یارائے جواب نہ رہا۔ اور نہ شامی لوگوں کو مفسدہ پردازی کی گنجایش ملی۔ جہلاء شام اور طرفداران معاویہ سمجھ گئے کہ آپ مسلک شیخین پر خلافت کو چلارہے ہیں قاضی شریح کو جو ہدایت کی گئی تھی اوس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ احکام خلفاء کو ضرور بدل ڈالتے۔ مگر موقعہ کے منتظر تھے۔ چاہتے تھے کہ سب لوگ بدل آپ کے مطیع ہوجائیں۔ اور مادۂ انحراف و اختلاف طبایع سے نکل جائے اوس وقت تغیر احکام کیا جائیگا۔ علمائے اہل سنت نے بمقتضاء محبت ثلاثہ اِس تحریر پر فریفتہ ہو کر یہ قیاس کرلیا۔ کہ حضرت امیرؑ خلافت ثلاثہ کو ایسا

جائز جانتے ہیں کہ اوس اعتبار سے اپنی خلافت کو بھی بہ مقابلہ منکرین صحیح باور کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ افسوس ہے کہ علمائے اہلسنت نے دیگر واقعات پر نظر ڈالنے سے آنکھ کو بند کر لیا۔ اگر وہ چہار جانب نظر دوڑاتے تو ضرور ایک اچھا نتیجہ نکال کر معاملۂ خلافت کا فیصلہ کر لیتے حقیر اس جگہ ایک امر تصفیہ طلب پر اس کا فیصلہ کرتا ہے۔ تو مسلم اور جمیع اون کے ہم خیالوں کی غلط خیالی ضرور ثابت ہو جائیگی۔

امر اوّل۔ یہ کہ جو بیعت مہاجر و انصار کے اتفاق سے واقع ہو جاتے۔ اوس کو حضرت امیر علیہ السلام جائز و صحیح جانتے تھے یا کیا۔ اور معاویہ کو جو خط لکھا وہ الزامی تھا۔ یعنی بر بنا مذہب معاویہ و اہل شام۔ یا آنکہ حسب مذہب مرتضوی۔

امر اوّل۔ حقیقت الامریہ ہے کہ اگر تصویر کے ایک رُخ پر نظر ڈالی جاتے۔ تو پوری حالت صاحبِ تصویر کی معلوم نہیں ہو سکتی۔ اصلیت سے وہی آگاہ ہو سکتا ہے جس کی نظر پورے مرقع پر ہو۔ اہل سنت پر لازم تھا۔ کہ جس نہج البلاغہ سے متذکرہ تحریر نقل کی ہے اوس کی ورق گردانی کر کے دیکھتے کہ دیگر مواقع پر ثلاثہ کی نسبت کیا تحریر فرمایا ہے۔ اگر تمام جگہ تعریف ہی تعریف نظر آتی۔ تو بلا دغدغہ بہ ثبوتِ خلافتِ ثلاثہ خط کو نقل فرما دیتے۔ اور جب کہ نہج البلاغہ میں اکثر جگہ اور بالخصوص خطبۂ شقشقیہ میں بصراحتِ امیت غیر حقدار خلافتِ ثلاثہ کو حضرت امیرؑ نے فرمایا ہے۔ تو یہ چند سطور جن پر بکثرت احتمالات وارد ہو سکتے ہیں کیا فائدہ بخش ہو سکتی ہیں۔ بعض آیاتِ قرآن و احادیث نبوی ایسی ہیں کہ اگر صرف اونہیں کا مضمون پیش نظر کیا جائے تو حضرتِ ایمان کہیں سے کہیں پہونچ جائیں۔ مگر چونکہ ایک آیت دوسری آیت کی اور ایک حدیث دوسری حدیث کی مفسر ہوتی ہے۔ لہذا صاحبان استنباط تمام کلام الٰہی و احادیثِ رسالت پناہی پر نظر فرما کر اصل مطلب کا پتہ چلاتے

ہیں۔ علےٰ ہذا یہ حقیر اطراف وجوانب پر نظر ڈال کر انشاء اللہ وہ صحیح نتایج برآمد کریگا۔ جس سے خلافت ثلاثہ کا اقتدار بالکل نظر سے گرجائیگا۔ اور ہر اہل ایمان پر ظاہر ہوجائیگا کہ حضرت امیرؑ نے اون کو کبھی خلیفہ حق نہیں سمجھا۔ بلکہ متصرف باسور ناجائز تصور کیا۔

مرزا حیرت دہلوی منکر شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے رسالۂ خلافتِ شیخین کے صفحہ ۸۷ پر روضتہ الاحباب کے اوس مقام کا ترجمہ لکھا ہے جس کا تعلق حضرت امیرؑ کی بیعت سے ہے۔ مناسب موقع سمجھ کر اوس کو بجنسہ نقل کرتا ہوں۔

ترجمۂ عبارت روضتہ الاحباب مرزا حیرت دہلوی

"جب مہاجر و انصار نے حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو دوسرے روز ایک بہت بڑا جلسہ قرار دیا گیا۔ ہزاروں اصحاب اوس جلسہ میں آن کر جمع ہوئے۔ پھر حضرت علیؑ کو اوس موقع پر بلایا گیا۔ آپ تشریف لائے۔ اور مناسب موقعہ پر نشست فرمائی۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ تم لوگوں نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ حضرت عمر نے جواب دیا۔ کہ آپ کے بلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ بھی کل صحابہ کے ساتھ اتفاق کریں۔ یعنی جس طرح اونہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے آپ بھی اوس کے ساتھ بیعت کریں۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ نے کہا۔ تم لوگوں نے حضور انور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا قرابتی بیان کرکے انصار کو تسکین دی اور ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہؐ سے جو کچھ مجھے قرابت ہے تم میں سے ایک کو بھی نہیں۔ اور اس بات کو کل انصار جانتے ہیں۔ خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ اور انصاف کرو۔ جب کہ تم بھی انصاف کی خواہش رکھتے ہو۔ تو دوسروں کا بھی انصاف کرو۔ عمر نے سختی سے

کہا۔ جب تک ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرینگے۔ مَیں آپکو ہرگز نہ چھوڑونگا حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ مَیں ایسی باتوں سے نہیں ڈرتا۔ اور جب تک میری جان میں جان باقی ہے اپنے حق سے کبھی دست بردار نہ ہوں گا۔"

تو مسلم اور اون کے طرفدار ان فقرات پر نظر ڈالیں۔ کیا بہ رغبت جو بیعت ہوا کرتی ہے۔ اوس کی یہی شان ہے جس کا وقوع حضرت امیرؑ سے ہوا۔ حضور اپنا ذی حق ہونا فرما رہے ہیں اور عمر شدت وسختی سے گھُرکی اور دھمکی دے کر کہتے ہیں۔ کہ نہیں ضرور تمکو بیعت کرنی ہوگی۔ مگر واہ رے پختہ کاری حضرت امیرؑ کس استقلال سے کہہ رہے ہیں۔ کہ مَیں ان دھمکیوں اور گیدڑ بھبکیوں میں نہیں آتا۔ جب تک رشتہ حیات ہے اپنے دعوے سے کبھی دست بردار نہ ہونگا۔ واقع میں آپ نے جو اول کہا تھا اوس کو آخر تک نباہ دیا۔ اکثر مہاجر وانصار نے خلیفۂ اول کی بیعت کرلی تھی۔ مگر آپ نے نہ کی۔ اس جگہ عقل سے کام لینا ضروری ہے۔ کہ معاویہ کو حضرت امیرؑ یہ لکھیں کہ جو مجمع علیہ خلیفہ سے انحراف کرے وہ قابل قتل ہے اور خود اوس کے خلاف کر رہے ہیں۔ اور ایسا خلاف کہ تا مدت العمر اوسی پر قایم رہنے کو ارشاد فرماتے ہیں۔ جو شخص ابتداء خلافت میں اپنا محق اور دوسروں کا طالب ناجائز ہونا خیال کئے ہوئے ہو۔ اوس کی نسبت کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ کو مالک وحقدار خلافت اعتقاد کئے ہوئے تھا۔ اور جس پر مہاجر وانصار اتفاق کرلیں اوس کو خلیفہ حق سمجھتا تھا۔ یہ تناقض قولی صاف پتہ دیتا ہے کہ وہ تحریر بطور الزام اوس گروہ کے سامنے پیش کی گئی تھی جو کہ اس قسم کی بیعت کو صحت خلافت کے لئے حق وصواب جانتا تھا۔

بقیۂ حصّۂ ترجمہ روضۃ الاحباب

اُس پر ابو عبیدہ جراح بولے۔ یا ابوالحسنؑ آپ کی فضیلت وسبقت ہم سب

پرورش سن ہے۔ کیونکہ تم بوجہ اہلبیت ہونے کے خلافت کا استحقاق رکھتے ہو۔
بلکہ خلافت سے بھی زیادہ بزرگی میں تمہارا استحقاق ہے۔ لیکن جبکہ اصحاب رسولؐ
نے اتفاق کر کے ابوبکر کو خلیفہ بنالیا ہے۔ تو تو بھی اُسے خلیفہ تسلیم کرلے۔
حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے ابوعبیدہ تو مقرب رسالت پناہی اور معتمد امت ہو کر
یہ کہتا ہے۔ تجھے سچی بات کہنی چاہئے۔ جو فخر کہ حضرتِ عزت نے خاندانِ نبیؐ کو
بخشا ہے تو دوسروں کے قبضہ میں اوس بزرگی کو نہ کر۔ قرآن ہمارے گھر میں
نازل ہوا۔ اور معدن علم ودین وسنت ہم ہیں۔ اوضاع شریعت اور مصالح
ملت کو ہم سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ اپنی طبیعت کے اقتضا پر عمل نہ کرو۔
تمہیں اِس سے نقصان پہونچیگا"۔ اِس عبارت سے چند باتیں ظاہر ہوئیں
اوّل یہ کہ ابوعبیدہ نے بوجہ اہلبیتؓ ہونے کے حضرت امیرؓ کا مرتبہ خلافت
کے درجہ سے بھی عظیم تر تسلیم کیا۔ دوم یہ کہ حضرت امیرؓ نے ابوعبیدہ کو فیصلہ
خلافت میں سچ بات کہنے والا نہ بتایا۔ سوم یہ کہ اوس کمیٹی کو معدنِ علوم
نامتناہی یعنی خاندانِ رسالت سے حکومت کا نکالنے والا ظاہر کیا۔ چہارم
اپنی ذات کو اوضاع شریعت اور مصالح ملت کا جاننے والا بیان کیا۔ تو مسلم
بہ ترکِ تعصب غور فرمائیں۔ کہ جس بزرگ کو اپنی حقیت اور دوسروں کے
غیر مستحق ہونے کا اس درجہ تحتم و وثوق ہو۔ وہ کیونکر بہ مقابلہ معاویہ خلافتِ
ثلاثہ کو جائز مان کر اپنا استحقاق خلافت میں ظاہر کرتا۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ
ابوبکر پر اجماع ہوگیا۔ اور آپ اوس اجماع کے توڑنے میں گفتگو کر رہے
ہیں۔ اور معاویہ کو لکھتے ہیں کہ مجمع علیہ خلیفہ سے جو شخص انکار کرے۔ وہ
واجب القتل ہے۔ ہرگز سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ایسے متناقض کلام امیرؑ و
دکّل امیرؓ سے جو کہ معدنِ علم وحکمت تھے سرزد ہو سکیں۔ حضرت امیرؓ معاویہ
کو لکھتے ہیں کہ جو آدمی ممبرانِ اجماع کی رائے سے اختلاف کرے اوسکو سزا
واجب دینی چاہئے۔ مگر خود اوس پر کبھی عمل نہ فرمایا۔ ہمیشہ مخالفت پہ آمادہ و

کمر بستہ ہے۔ اکثر علمائے اہل سنت اور خصوص شاہ صاحب نے لکھا ہے
کہ زبیر وغیرہ خانہ سیدہ میں جمع ہو کر درباب معزولی ابوبکر مشورہ کیا کرتے
تھے۔ عمر نے اوس مجمع ناجائز کو آگ لگا دینے کی دھمکی دے کر پریشان کر دیا۔
تو مسلم توجہ فرمائیں کہ خود ہی حضرت علیؑ امیر معاویہ کو سرزنش کریں کہ جو اجماعی
خلیفہ سے انکار کرے اوس کو مار ڈالو۔ اور آپ گھر میں مجمع کر کے مشورہ
کریں۔ کہ ابوبکر کو تخت خلافت سے اوٹھا کر خاک مذلت میں ملا دو۔ ہم تو
قطعی منکر ہیں کہ حضرت امیرؑ نے معاذ اللہ کبھی ابوبکر کو امام جائز الاطاعت سمجھ کر
بیعت نہیں کی۔ مگر اہل سنت کہتے ہیں کہ چھ مہینہ کے بعد آپ نے بیعت کی
تھی۔ چنانچہ صحیح مسلم کی جلد ۲ صفحہ ۹۱ سطر ۱۵ پر لکھا ہے کہ "تا حیات سیدہؑ
صحابہ حضرت امیرؑ کا احترام کرتے تھے۔ مگر جب کہ وہ وفات پا گئیں تو اہل مدینہ نے
ظاہری رو داری اور تکریم میں فرق کیا۔ تب آپ نے مضطر ہو کر ابوبکر کو پیام دیا۔
کہ آپ مجھ سے تنہا ملیں۔ کوئی دوسرا ساتھ نہ ہو۔ تاکہ امر بیعت طے ہو جائے"
امام مسلم لکھتے ہیں کہ شخص ثانی سے مراد عمر ہے۔ آپ اون کی صورت دیکھنا مکروہ
سمجھتے تھے۔ جو شخص کہ عمر کی صورت سے بیزار ہو۔ اور ابوبکر کی بیعت بلا طیب خاطر
بعالم اضطرار کرے وہ کیونکر عقیدتاً کہہ سکتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اہل حق تھے۔
بخاری میں لکھا ہے کہ فاطمہؑ ابوبکر سے ایسی آزردہ ہوئیں۔ کہ کبھی تا حیات
خود کلام نہ کیا۔ جب اون کی وفات ہوئی تو علیؑ نے دفن کیا اور ابوبکر کو جنازہ
پر نہ آنے دیا۔ یہ مضمون چند کتب اہل سنت مثل روضۃ الاحباب و مقصد اقصیٰ
وغیرہ میں بایں عبارت لکھا ہے "روز دیگر امیر المومنین ابوبکر صدیق و عمر
فاروق و سایر اشراف صحابہ با علیؑ معاتبہ میکردند۔ کہ چوں ما را خبر نہ کردی تا شرف
نماز بروے یافتمی۔ علیؑ گفت کہ بنا بر وصیت او چنیں کردم" مقام تامل ہے
کہ جس شخص کی لایق بی بی جو کہ جگر گوشہ رسولؐ تھی ابوبکر و عمر و سایر صحابہ سے ایسی
ناراض ہوئی کہ کبھی کلام نہ کیا۔ اور مرتے وقت نصیحت کی کہ یہ لوگ میرے جنازہ

پر نہ آئیں۔ وہ کیونکہ ثلاثہ کی امارت لایق جواز سمجھ کر استدلال پہ حقیت خود کر سکتا
ہے۔ حکیم جلال قرشی ساکنہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر نے کتاب نظام عثمانی کے
صفحہ ۲۰ لغایت سطر ۱۳ پر اون واقعات کو لکھا ہے جو کہ بعد قتل حضرت عمر مجلس شورے
میں پیش آئے۔ انسا منجملہ ایک واقعہ یہ تحریر فرمایا ہے ”عبد الرحمان ابن عوف
نے اول حضرت علیؑ سے پوچھا۔ کہ تم مجھ سے وعدہ کرتے ہو۔ کہ خلیفہ ہونے پر
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سنت شیخین کے پابند رہو گے۔ اور
اوس پر عمل کرو گے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا۔ کہ بقدر طاقت اور امکان اور
بقدر مبلغ علم کے میں اس میں کوشش کرونگا۔ حالانکہ سوانحاتِ زمانہ میں مجکو
بالکل دخل نہیں۔ حضرت علیؑ کا یہ جواب کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ اونکو خلافت
کے حاصل کرنے کی رغبت نہ تھی۔ بلکہ فقط وجہ یہ تھی کہ خلفاء سابقین کی کل
باتیں اون کو پسند نہ تھیں۔ بلکہ وہ اپنے اجتہاد کے موافق بعض باتوں کے
خلاف تھے“ مؤلفِ موصوف الصدر اپنے دوسرے رسالہ مسمی بہ داب حیدری
کے صفحہ ۷ اپر یہ عبارت لکھتے ہیں ”خلفاء اوّل کی بہت سی باتیں حضرت علیؑ
کے خلاف تھیں جن کو وہ ضرور اپنے وقت میں بدلتے“ سید امیر علی صاحب
بیرسٹرایٹ لاء جج ہائی کورٹ کلکتہ جو کہ ہندوستان میں ایک نامی شخص
گذرے ہیں اپنی مصنفہ کتاب روح الاسلام کے صفحہ ۷۱ پر لکھتے ہیں ”حضرت
علیؑ نے سیرت شیخین پر عمل کرنے سے ممبران کمیٹی کے سامنے صاف انکار
کر کے کہدیا۔ کہ خواہ مجھ کو خلافت ملے یا نہ ملے مگر اون کی سیرت پر عامل ہونیکا
اقرار نہیں کرتا“ ابن قتیبہ عالم اہل سنت لکھتے ہیں۔ کہ ”جنگ نہروان میں جناب
امیرؑ کے پاس ایک مرد قبیلہ خثعم سے حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ بیعت کے لئے
ہاتھ بڑھایئے۔ میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ و سنت شیخین پر بیعت
کرتا ہوں۔ حضرت علیؑ نے انکار کر کے فرمایا۔ کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ
کی شرط برسر۔ مگر سنت شیخین کوئی چیز نہیں۔ وہ عامل بالجور تھے۔ وہ شخص

اس پر راضی نہ ہوا۔ اور شریکِ خوارج ہو کر قتل ہو گیا۔ قاضی میبندی شارح دیوانِ مرتضوی نے فاتحہ سابو میں لکھا ہے شارح مقاصد گوید عبدالرحمٰن دستِ علی گرفت وگفت۔ ابایعنا علی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ وسیرت شیخین۔ علی گفت علی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ واجتہاد رائے پس دست عثمان گرفت۔ وہماں سخن گفت عثمانؓ قبول کرد ہمہ او را در اول محرم سنہ اربع وعشرین بیعت کردند" یہ موقعہ نہایت غور طلب ہے کہ جن خلفاء کو آپ لایقِ خلافت تجویز کر کے اوس بناء پر اپنی خلافت کو واجب التسلیم قرار دیتے ہیں۔ اونہیں کی سیرت کو نا قابلِ عمل بتلاتے ہیں۔ اون کی جاری کی ہوئی باتوں کے بدل ڈالنے کا بالجزم ارادہ رکھتے ہیں۔ اونہیں کو حاکمِ جور بتلاتے ہیں۔ عثمان کو خلیفہ حق بھی کہتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں "قتل اللہ وانا معہ" یعنی خدا نے عثمان کو قتل کیا۔ اور مَیں اوس کے ساتھ تھا۔ حضرت امیر علیہ السلام کے ارشاد بالا کی نسبت شاہ صاحب تحفہ میں ارقام فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی علیہ السلام نے توریۃً ایسا کہا تھا۔ آپ قاتلانِ عثمان و بلوائیان مصر سے خوف فتنہ و فساد کر کے ایسا فرماتے تھے۔ بلکہ مظنہ یہ بھی تھا کہ شاید حضرت امیر علیہ السلام کو قتل کر ڈالیں۔ شاہ صاحب بخوفِ قاتلان عثمان حضرت مرتضوی کے لئے مجوز توریہ ہوئے ہیں۔ جو کہ بالکل ہم معنی وہم تاثیر تقیّہ ہے۔ بہ نظر تسکین نومسلم و دیگر مشکوکین میں وہ چند کلمات کتب اہل سنت سے حوالہ قلم کرتا ہوں۔ جو کہ حضرت امیر علیہ السلام کی زبانِ فیض ترجمان سے مجلس شورے میں برآمد ہوئے تھے۔ مناقب خوارزم و مناقب ابن مردویہ میں ابی طفیل عامر ابن واثلہ کے حوالہ سے نقل ہوا ہے۔ راوی مذکور بیان کرتا ہے۔ کہ مَیں بروز شورے دروازہ پر کھڑا اٹھا۔ ناگاہ اندر سے کچھ آوازیں میرے کان میں پہونچیں۔ جب شور و غل کم ہوا۔ تو مَیں نے سُنا۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں نے نادانی سے

ابوبکر کو سردار بنالیا - حالانکہ اوس وقت مَیں بہر عنوان حقدار خلافت تھا
مَیں نے صرف یہ خیال کر کے کہ امر اسلام منتفرق ہو کر کفر پلٹ آئے گا -
اور باہمہ گر تلوار کھینچکر خونی ندیاں بہا و یگی خاموشی کو استقلال کے ساتھ اختیار
کیا - پھر خلیفۂ اول نے دوم کو اپنا جانشین کیا - اوس وقت بھی میرا حق مرکز
اعتدال پر تھا لیکن اوسی خیال سے صبر و شکیبائی کو ترجیح دی - اب تیسری
خلافت کا نمبر ہے - مَیں چند باتوں کا اظہار چاہتا ہوں - ارباب شوریٰ
بگوش توجہ سماعت فرمائیں - اور اگر میرا بیان لایق تردید ہو تو رد فرمادیں -
اے حضرات تم میں کوئی شخص ایسا ہے جس نے مجھ سے پہلے توحید کا اقرار
کیا ہو - سوائے میرے آپ صاحبوں سے کوئی اخوتِ رسول ؐ کا دعویٰ کر سکتا
ہے - کسی کا بھائی مثل میرے برادر جعفر طیار کے ہے - کوئی میرا سا چچا حمزہؓ
دکھلا سکتا ہے - میری بی بی کے برابر کوئی ذی رتبہ نظیر دی جا سکتی ہے -
حسنین ؑ سے فرزند کسی کے پہلو میں ہیں - سوائے میرے آیہ نجومی پر کوئی عامل
ہوا - من کنت مولاہ کا مقصود بجز میرے کوئی ہو سکتا ہے - طائر بریان کی
شرکت مواکلت کے لئے نبی ؐ نے سوائے میرے کسی کے لئے دعا کی - درِ خیبر کا
اوکھاڑنے والا اور محبت خدا و رسول ؐ سے اختصاص حاصل کرنے والا کوئی
آپ صاحبوں میں ہے - آپ نے سُنا ہے کہ نبی ؐ نے میرے باب میں
ارشاد فرمایا "کذب من زعم انہ یحبنی و یبغض ہذا" وہ شخص جھوٹا ہے جو کہ
میری محبت کا مدعی ہو کر اس (علی ؑ) سے عداوت رکھے - جب میں قلیب
(نجد میں ایک چشمہ ہے) سے رسول ؐ پاک کے لئے پانی لاتا تھا تو تین ہزار
فرشتوں نے جن میں جبرئیل ؑ و میکائیل ؑ و اسرافیل ؑ بھی داخل تھے تین مرتبہ
مجھ کو سلام کیا - تم کو معلوم ہے کہ بروز جنگِ اُحد جبرئیل ؑ نے آنحضرت ؐ سے
فرمایا "ہذہ ہی المواسات" دوستی کے یہی معنی ہیں جن کو علی ؑ ادا کر رہا ہے -
اوس وقت آنحضرت ؐ نے فرمایا "انہ منی و انا منہ" یعنی علی ؑ مجھ سے ہے اور مَیں

علیؑ سے ہوں ۔ یہ سُن کر جبرئیلؑ گویا ہوئے "وانا منکما" میں تم دونوں میں سے ہوں ۔ سچ کہنا سوائے میرے "لافتی الاعلی لاسیف الاذوالفقار" کا مصداق کوئی اور بھی ہو سکتا ہے ۔ آیۂ مباہلہ میں نفس رسولؐ جس سے بالاتر کچھ بھی ممکن نہیں بجز میرے کوئی دوسرا ہے ۔ روز خندق میری ایک ضربت نے جو کہ عمر ابن عبدود کے سر پر لگائی گئی تھی تمام امت کی عبادت پر فوق پایا یا نہیں میرے ہی باب میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یا علیؑ میری جنگ تنزیل قرآن پر ہوگی اور تم اوس کی تاویل پر لڑوگے ۔ آفتاب کی رجعت کے جلیل مرتبہ میں کوئی میرا شریک ہے ۔ سورہ برات ابوبکر سے لیکر میں نے پہونچائی یا کسی اور نے جسکے باب میں آنحضرتؐ کو خدا نے یہ حکم دیا تھا کہ اے محمدؐ یہ امر عظیم ہے اس کام کو تم خود کرو یا تمہارا مثل بجا لائے "یا علیؑ انت منی بمنزلۃ ہارونؑ من موسےؑ الا انہ لانبی بعدی" میرے ہی حق میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ۔ تمام صحابہ کے دروازہ جانب مسجد سے بند ہوئے اور میرا کھلا رہا ۔ طائف میں رسول خداؐ نے مجھ سے تخلیہ کیا لوگوں کو ناگوار گذرا حضرتؐ نے فرمایا کہ مَیں نے اوس کو انتخاب نہیں کیا بلکہ خدا نے مجھ کو حکم فرمایا ہے کہ اوس سے راز بیان کردں ۔ علیؑ مع الحق و الحق مع علیؑ سے جو مجھ کو مختص کیا گیا آپ صاحبوں پر روشن ہے ۔ بموجب حدیث ثقلین امت میری مطیع اور مَیں اور قرآن اون کے ہادی قرار دئے گئے ہیں ۔ مَیں وہ شخص ہوں کہ جس نے شب ہجرت درحالیکہ کفار قریش آمادۂ قتل آنحضرتؐ تھے بستر نبویؐ پر لیٹ کر اپنی جان کو فدا کیا ۔ آیۂ تطہیر کے نزول "وانت سید العرب" کی عزت میں کوئی اور بھی استحقاق رکھتا ہے ۔ سب سے اول قتل مشرکین کے لئے سوائے میرے کسی اور کی تلوار بھی اُٹھی ہے ۔ تم میں یا جو تم سے پہلے گذر گئے اون میں کوئی علاوہ میرے ایسا تھا جس نے بتوں کو سجدہ نہ کیا ہو ۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ تمام صحابہ نے حضرت امیرؑ کی زبان سے یہ باتیں سُن کر ہر ایک امر کی تصدیق کی ۔ ایک بات کو حاضرین جلسہ

سے کوئی اوٹھا نہ سکا۔ ناظرین باتمکین گو کہ دو تین کتابوں کے حوالہ سے حقیر
نے یہ مطالب دکھلائے ہیں۔ مگر سوائے کتب محولہ اکثر کتابوں میں یہ باتیں
درج ہیں۔ بعد اظہار فضائل وحقیت حضرت امیر علیہ السلام نے عبدالرحمن
ابن عوف سے جس کے ہاتھ میں حضرت عمر خلافت کی مثل دے گئے تھے فرمایا
انّ لنا حقًّا ان لغطہ فاخذہ وان نمنعہ نرکب اعجاز الابل وان طال السرے۔
خلافت ہمارا حق ہے۔ اگر ہم کو دی جائے تو قبول کرینگے۔ اور اگر نہ دی جائے
تو ہم اونٹ کی پچھلی بیٹھک پر بیٹھنے والے ہیں اگرچہ اوس کی سیر میں طوالت
ہے۔ جناب نومسلم صاحب اگر آپ نے دیدۂ انصاف کی گود میں پرورش
پائی ہے تو سچ فرمائیے کہ جو شخص درباب خلافت اس درجہ اپنا استحقاق
سمجھتا ہو۔ کہ دیگر متصرفین کو ناجائز محض جانتا ہو۔ وہ کیونکر یہ اعتقاد
رکھ سکتا ہے۔ کہ جس پر مہاجر و انصار اتفاق کرلیں۔ وہ مجمع علیہ خلیفہ
متصور ہوگا۔ آخر عقل بھی کوئی چیز ہے۔ میں انشاء اللہ نومسلم کو اس
درجہ عاجز کرونگا۔ کہ وہ ضرور مجبوراً مان لینگے۔ کہ مضمونِ تحریر حضرت امیرؑ سے
جو نتیجہ ہماری طبیعت میں مرتکز ہوا تھا۔ وہ وسوسۂ محض تھا۔ پرانی کتابوں
کو شاید نومسلم بے اعتبار سمجھ کر نظر توجہ مبذول نہ فرمائیں۔ بنابرآں زمانۂ
قریب کی ایک کتاب پیش کرتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی پدر صاحب تحفہ
تحریر فرماتے ہیں۔ کہ گو علیؑ زاہدترین امت تھے۔ مگر بمقابلۂ شیخین اونکا درجہ
زہد میں گھٹا ہوا تھا۔ اس لئے کہ شیخین نے حصول خلافت میں کوئی کوشش
نہیں کی۔ اور علیؑ مدام اس تگ و دو میں رہے۔ کہ میں خلیفہ ہو جاؤں۔
سبحان اللہ جو لوگ نبیؐ کے جنازہ کو بےغسل و کفن و دفن چھوڑ کر چلے گئے
وہ زاہد اور جس نے اون زاہدوں کے مقابلہ میں بعد چند روز از وفاتِ
نبی صلعم دربارۂ حصول خلافت جائز کوشش کی وہ دنیا طلب۔ یہ تو
شاہ عبدالعزیز کے والد کی عادلانہ تقریر تھی۔ اب بیٹے صاحب کی سُنیے

وہ تحفہ میں بہ جواب طعن احراق رقمطراز ہیں۔ کہ خانۂ فاطمہؑ میں مفسد و فتنہ پرداز جمع ہوکر درباب معزولئے ابوبکر مشورہ ہائے فساد آمیز کیا کرتے تھے۔ عمر نے اون شورپشت لوگوں کی تنبیہ و تادیب کے لئے کہا تھا۔ کہ فاطمہ ان کو اپنے گھر سے نکال دو۔ ورنہ آگ لگاکر خاک سیاہ کردونگا۔

جو شخص کہ بقول دلی اللہ مدام اس کوشش میں رہا۔ کہ میں خلیفہ ہوجاوں اور حسب تسلیم شاہ صاحب اپنے گھر میں اس تجویز کے پاس کرنے کی کمیٹی کی کہ ابوبکر کو مسند خلافت سے الگ کردیا جائے۔ اوس کی نسبت کون عقل کا دشمن کہہ سکتا ہے۔ کہ خلفائے اوّلین کا وہ دوست تھا۔ اور مہاجر والانصار کے مجمع کو حق و صواب سمجھتا تھا۔ بخاری شریف کے صفحہ ۷۹۳ پر درج ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام سے جناب عباسؓ عم رسول خدا نے تحریک کی۔ کہ اب حضرتؐ کی وفات کا زمانہ قریب ہے۔ چلو درباب خلافت اون سے دریافت کرلیں۔ علیؑ نے جواب دیا۔ کہ حضور سوائے میرے کسی کا خلیفہ ہونا پسند نہ فرمائیں گے۔ مگر صحابہ مجھ تک ہوائے حکومت نہ آنے دیں گے۔ علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں۔ کہ ابوبکر نے ابوعبیدہ جراح کو حضرت امیر علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ جب وہ آئے تو بیعت کا ذکر ہوا۔ آپ نے انکار کیا۔ عمر نے گفتگو میں شدت و غلظت (سخت کلامی و بیہودہ گوئی) کی۔ حضرت علیؑ وہاں سے یہ کہہ کر اوٹھ گئے (بارک اللہ فیما ساءنی وسرّکم) یعنی خدا برکت دے تمکو اس خلافت میں جس سے مجھ کو رنج ہوا۔ اور تمکو مسرّت۔ اِس کلمہ میں جو تعریض لطیف ہے۔ اوس کو سخن دان خوب جانتے ہیں۔ کیوں تو مسلم لبد اتفاق مہاجر والانصار مجمع علیہ خلیفہ سے حضرت امیر علیہ السلام کا یہ طرز عمل آپ کو یقین دلاسکتا ہے۔ کہ وہ اون کو امام الصدق جانتے تھے۔ ہر چند کہ میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں۔ مگر بہ نظر تسکین تو مسلم و دیگر مشکوکین چند کلمات

مندرجہ کتب اہل سنت جو کہ حضرت امیر علیہ السلام کی زبان گوہر فشان سے برآمد ہوئے ہیں حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔ جن کے معائنہ سے مثل آفتاب نیم روز انشاء اللہ واضح ہو جائیگا کہ حضرت علیؑ خلفائے ثلاثہ کو غاصب اور اپنی ذات کو خلافت نبوی کا مالک جانتے تھے۔ کلمۂ اول (فانہا منعتنی حقی وغصبتنی امری) کلمۂ دوم (فانہم ظلمونی حقی واغتصبونی سلطان ابن عمی) کلمۂ سوم (ان اللہ عزوجل لما قبض نبیہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ فنحن اہل بیتہ وعصبتہ وذریتہ واولیاءہ واحق الخلق بہ لاننازع حقہ وسلطانہ فینا) خلاصہ ان کلمات کا یہ ہوا۔ حضرت امیرؑ فرماتے ہیں۔ قریش نے مجھ کو میرے حق سے منع کیا۔ اور امر خلافت میرا غصب کر لیا۔ اور مجھے میرے حق میں مظلوم کیا۔ جب پیغمبرؐ نے رحلت کی تو ہم نے کہا کہ ہم اون کے اہلبیتؑ اور اون کے عاصبہ اور اونکی ذریت ہیں۔ اور دیگر خلق خدا سے اونکی وراثت کے لئے اولے واحق ہیں۔ کلمۂ چہارم۔ (اللہم استعینک علی القریش ومن اعانہم فانہم قطعوا رحمی وصغروا عظیم منزلتی واجمعوا علی منازعتی امرا ہولی) خدایا میں تجھ سے نصرت طلب کرتا ہوں قریش اور اون کے مددگاروں پر کہ جنھوں نے میری مخالفت پر قریش کی امداد کی۔ اونہوں نے میرے رحم کو قطع کیا۔ اور میری بزرگی و منزلت کو گھٹا دیا۔ اور مجھ سے میرے حق میں منازعت کی۔ جملہ کلمات متذکرہ بالا کی تائید بخاری شریف سے کی جاتی ہے۔ تاکہ تو مسلم اور اون کے ہم مشربوں کو ایک کلمہ کی نسبت گنجایش انکار نہ ملے۔ ترجمہ صواعق محرقہ میں بہ صفحہ ۲۳۰ سطر ۱۰ بحوالہ بخاری شریف یہ عبارت لکھی ہے (از علیؑ منقول است کہ گفت۔ انا اول من یجثو بین یدی الرحمن للخصومۃ یوم القیامۃ۔ یعنی من اول کسے خواہم بود کہ بروز قیامت در آمدہ نزد خداتعالے با خصم خود خصومت کنم) تو مسلم ذرا سمجھ کر ارشاد فرمائیں۔ کہ وہ کون لوگ تھے جن کی شکایت فقرات بالا میں

در باب خلافت حضرت امیر علیہ السلام کی زبان پر جاری ہوئی تھی۔ اور وہ بزرگوار کس نام و نسب کے تھے جن کو مدعا علیہ گردان کر حضرت امیرؑ بروز قیامت داد خواہ ہوں گے۔ کس نے آپ کا حق غصب کیا۔ کون باعث قطع رحم ہوا۔ کس نے آپکو حقوق جائز کے استفادہ و تمتع سے روکا۔ ممکن ہے کہ نومسلم ثلاثہ کا بچاؤ مدنظر کر کے کہدیویں کہ جن لوگوں کی حضرت امیرؑ شکایت کرینگے وہ گروہ خوارج ہوگا۔ گو کہ وہ بدمعاش بھی بپاداش کیفر دار اسی کے قابل ہیں کہ داخل دار البوار کئے جائیں۔ مگر آپ اون پر مستغیث ہونگے۔ جن کی وجہ سے خوارج معرض وجود میں آئے۔ وہ بزرگوار قریشی نسب ہونگے۔ دیکھو امام شعبی کی عبارت متذکرہ صدر (اللھم استعیذ بک علی القریش) خوارج طائفہ قریش سے نہ تھے۔ اور نہ اونہوں نے آپ کا حق غصب کیا تھا۔ بلکہ وساوس شیطانی سے منکر خلافت ہو گئے تھے۔ جن لوگوں نے قطع رحم کیا اور مخالفت پر مجتمع ہو کر غاصب حقوق ہوئے۔ یہ بزرگوار وہ قریش تھے۔ جن کی بیعت سے آپ نے دل تنگ ہو کر اپنا حق وادئے ہونا بیان کیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جنھوں نے بہ جبر بیعت لینے کی غرض سے علیؑ کے گھر پر آتش افروختہ کی۔ یہ وہ گروہ تھا کہ جس نے لجاجت کر کے کہا کہ اے علیؑ بے شبہ آپ حقدار خلافت بلکہ اوس سے بھی بالا مرتبہ پر ہیں آپ اہلبیتؑ رسولؐ ہیں۔ تم سے کوئی بالاتر نہیں ہوسکتا۔ مگر اب ہم اِس پیرمرد سے بیعت کر چکے۔ تم بھی ہمارے رنگ میں رنگے جاؤ۔ یہ وہ تھے۔ جن سے فاطمہؑ نے پُرغضب ہو کر ترک کلام کر دیا تھا اور وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ پر نہ آئیں۔ یہ وہ تھے جن کے باب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حذیفہ و ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ بعد میرے شیاطین برباد کن کشتِ اسلام ہونگے۔ نومسلم سمجھ گئے ہونگے جو لوگ کہ تھے۔ مگر میں بہ مزید اطمینان عرض کرتا ہوں کہ جن پر حضرت امیر علیہ السلام

استغاثہ دائر کرینگے۔ وہ لوگ آنحضرتؐ کے زمانہ حیات میں مسکن گزین مدینہ تھے۔ اِس کا ثبوت اوّل قرآن و ثانی حدیث نبوی سے انشاء اللہ تعالے پیش کر دوں گا۔

آیۂ قرآن مندرجۂ سورۂ محمدؐ جس میں اُن لوگوں کی خبر دی گئی تھی جن پر حضرت امیر علیہ السلام قطع رحم وظلم وستم کا دعوے کریں گے

"فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الارض و لا تقطعوا ارحامکم اولئک الذین یلعنھم اللہ فاصمھم و اعمے ابصارھم"۔ خلاصۂ آیۂ شریفہ یہ ہے کہ "عنقریب تم لوگ متولئے امر اسلام ہو کر زمین خدا میں فساد کرو۔ اور رحم کو قطع کر ڈالو۔ ان لوگوں پر خدا کی لعنت ہے۔ وہ کانوں کے بہرے اور آنکھوں کے اندھے ہیں"۔ مخفی نہ رہے کہ اس آیہ شریفہ میں اون حاضرین سے جناب باری خطاب فرماتا ہے جو کہ ہر دم و ہر لحظہ آنحضرتؐ کے گرد و پیش رہتے تھے۔ چنانچہ جناب روضتہ الاحباب لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ قریب زمانۂ وفات اکثر بنظر تنبیہ الغافلین یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ حقیر نے عبارت کتاب مذکو دلیل المتحیرین میں نقل کر دی ہے۔ جو لوگ کہ بعد نبیؐ فوراً حکمران ہو کر قاطع رحم اور مفسد فی الارض ہوئے اونھیں کو عرضی دعوی میں ملزم قرار دیکر حضرت امیرؑ مستغیث ہونگے۔

احادیث نبوی مندرجہ صحاح اہل سنت جن سے اون لوگوں کا پتہ چلتا ہے جن پر منجانب حضرت

امیر استغاثہ وائر کیا جائے گا

بخاری شریف میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے "ستحرصون علی الامارۃ وتکون ندامتہ یوم القیامتہ" یعنی عنقریب تم لوگ حرص امارت کرو گے اور قیامت میں وہ تم کو ندامت دینے والی ہو گی۔ تو مسلم مضمون بخاری پر نظر فرمائیں۔ کہ وہ کون لوگ تھے۔ جن کو آنحضرت ؐ نے طامع و حریص حکومت بتلا کر بالآخر نادمین کی فرد میں درج ہونے کا مژدہ دیا۔ آخر کسی کو اس کا مقصود علیہ بھی قرار دیا جائیگا یا کہ حدیث نبوی کو معاذاللہ لاابالی سمجھا جائیگا۔ کتاب موصوف میں بہ مقام دیگر مذکور ہے۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں (عن النبی ہلکتہ امتی علیٰ یدی اغیلمتہ من قریش) آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ میری امت قریش کے چھوکروں کے ہاتھ سے ہلاک ہو گی۔ تو مسلم براہ کرم گستری ارشاد فرمائیں۔ کہ وہ قریش کے کون لونڈے تھے جنہوں نے اس امت کو غارت کر دیا۔ حضرت امیر علیہ السلام اونہیں پر زبا بالخول پر دعویدار ہوں گے۔ جنہوں نے طفلانہ حرکات سے محمدی گروہ کو ایسا پریشان کیا۔ کہ ایک سے تہتر کر دیا۔ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ کہ "پیغمبر خدا ؐ نے ایک قوم کو دیکھا کہ وہ بتختر چلتے ہیں (مٹک جھٹک کر) یہ دیکھ کر آپ کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا حضور ؐ نے آیہ (والشجرۃ الملعونۃ) کو تلاوت فرمایا۔ حاضرین نے پوچھا۔ کہ وہ کون درخت ہے۔ تاکہ ہم بھی اوس سے حذر کریں۔ ارشاد ہوا۔ کہ وہ از قسم نباتات نہیں۔ بلکہ قوم بنی امیہ ہے۔ جب وہ متملک ہوں گے خلایق سے بہ ظلم پیش آئیں گے۔ اور جب امین بنائے جائیں گے خیانت شعار ہوں گے"۔

مؤلف۔ چونکہ حضرت عثمان بنی امیہ تھے۔ شاید عبدالرحمن ابن عوف

کو بروقت عطائے جبہ خلافت یہ حدیث یاد نہ رہی ہوگی جیساکہ مخبرِ صادق
نے فرمایا تھا وہی ظاہر ہوا۔ جس وقت کہ شجر ملعونہ کا یہ خوشبودار پھول معطر
کن دل و دماغ ہوا۔ اوس کی تیزی نے جو خلایق کو دورانِ سر پیدا کیا۔
تو مسلم صاحب پر پوشیدہ نہیں۔ معاویہ بھی اوسی درخت کا ایک ٹہنیا
تھا۔ جس کو تو مسلم حضرت ادر دیگر بزرگوار خلیفہ برحق و امام الصدق فرماتے
ہیں۔ صحیح ترمذی میں لکھا ہے "مات النبیؐ وھو یکرہ ثلاثۃ احیاء ثقیفا و
بنی حنیفۃ و بنی امیۃ" یعنی پیغمبر خداؐ نے اوس حالت میں وفات پائی
جب کہ تین قبیلوں سے ناراض تھے۔ ثقیف و بنی حنیفۃ و بنی امیہ۔
اس موقع پر مناسب سمجھا جاتا ہے۔ کہ معاویہ کے کچھ خطوط نقل کر دئے
جائیں۔ جن کے مضمون سے باسانی سمجھ لیا جائیگا۔ کہ بزعم معاویہ حضرت
امیر علیہ السلام ثلاثہ کو کیسا جانتے تھے۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ
میں لکھا ہے۔

معاویہ کا ایک خط مندرجہ نہج البلاغہ

"فان الحسد عشرۃ اجزاء او تسعۃ منہا فیک و واحد منہا فی سائر الناس
و ذلک انہ لم امور ہذہ الامۃ احد بعد النبیؐ الا و لحکہم حسدت و علی حکم تعدیت
و حرفنا ذلک منک فی النظر شزر و قولک الہجر و تنفسک الصعداء و البطائک
عن الخلفاء" خلاصہ مضمون یہ ہوا۔ کہ اے ابوالحسنؑ۔ اگر حسد کے دس
حصے کئے جائیں۔ تو نو حصے تنہا تمہاری ذات میں ہے۔ اور ایک
حصہ میں تمام عالم ہے۔ کیونکہ بعد نبی جو شخص متولئے اسلام ہوا۔
تم اوس سے براہِ حسد پیش آئے۔ اور ہمیشہ بر سر پرخاش رہے
مَیں خوب جانتا ہوں۔ کہ تم اون کو ترچھی اور تیز نگاہوں سے دیکھتے
تھے۔ اور الفاظ ناسزا سے یاد کرتے تھے۔

معاویہ کا دوسرا خط صرف اُردو میں نقل کیا جاتا ہے

"جس روز ابوبکر کی بیعت ہوئی۔ اوسی شب تم اپنی زوجہ کو سوار کر کے لیگئے۔ اور دونوں طرف حسنینؑ کا ہاتھ میں ہاتھ تھا۔ اہل بدر و سابقین سے کوئی ایسا نہ تھا جس سے تم نے مدد نہ چاہی ہو۔ اور اپنے فرزندوں کے ذریعہ سے امداد خواہ نہ ہوئے ہو۔ لیکن سوائے چار پانچ شخصوں کے کسی نے تمہارا حاکم ہونا تسلیم نہ کیا۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر تم ذی حق ہوتے۔ تو سب قبول کر لیتے۔ لیکن تم نے دعوے باطل کیا۔" تو مسلم صاحب اپنے حضرت معاویہ کی تحریر کو سچا باور کر کے ضرور یہ یقین فرمالیویں گے۔ کہ حضرت امیر علیہ السلام خلفاء ثلاثہ کو منصرف امر باطل جانتے تھے۔ اور کسی طرح اون کو خلیفہ برحق نہ مانتے تھے۔ بلکہ اون کی بیخ کنی کے درپے رہتے تھے۔ معاویہ کا یہ بیان کہ آپ کی دعوت کو سوائے معدودے چند کے اور کسی نے تسلیم نہ کیا مع دیگر بیانات بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ تمام عرب آپ کا دشمن تھا۔ اہل ایمان معدودے چند تھے۔ وجوہات عداوت کو رسالہ دُرِ بے بہا میں بہ شرح عظیم بیان کر دیا ہے۔ اِس جگہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی کا بیان حوالہ قلم کرتا ہوں۔ جس کے معائنہ سے واضح ہو جائے گا۔ کہ عام طبایع حضرت امیر علیہ السلام سے نافر و منحرف تھیں۔ عالم موصوف تکمیل الایمان میں لکھتے ہیں از امام شافعی پرسیدند کہ علتِ نفرتِ خلایق و عدم اجتماع ایشاں بہ حضرت مرتضےٰؑ چہ باشد۔ گفت آنکہ وے در اظہار حق بروئے کس

نمید ید۔ و از ہیچ احدے مبالاتے نداشت۔ و مداہنت نمیکرد۔ زیراکہ وے زاہد بود۔ و زاہد را بہ دنیا و اہل دنیا مبالاتے نباشد۔ و عالم بود و عالم را مداہنت نہ بود۔ و شجاع بود و شجاع را ترس از کسے نبود و شریف بود۔ و شریف را پرواے کسے نہ باشد۔ مسلم شریف میں لکھا ہی کہ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں سر جلسہ حضرت امیر علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا۔ کہ اے علیؑ معاملۂ فدک میں تم نے ابوبکر پس ازاں مجھ کو جھوٹا بے ایمان دغاباز گنہگار سمجھا۔ نومسلم عقل انصاف سے کام لیں۔ کہ جو شخص شیخین کو بقول اونہیں کے بدترین خلایق جانتا ہو۔ وہ کیونکر بہ مقابلۂ معاویہ نہ دل سے اون کی خلافت کا صحیح سمجھنے والا متصور ہو سکتا ہے۔

نومسلم کو واجب ہے کہ تمام مراتب مندرجہ رسالہ ہذا کو غلط ثابت کر کے مع جواب کھُلی چٹھی قلمی یا مطبوعہ حقیر کے پاس بھیج دیویں۔ اور حسب شرایط مندرجہ کھُلی چٹھی ترتیب وہ محفل مناظرہ ہوں۔ اوس وقت معلوم ہو جائے گا۔ کہ تحریری اور لسانی غلبہ کس کو ہے۔

نہایت شکر یہ کا موقع ہے۔ کہ یہ نمبر تنقیح بہ جمیع الوجوہ مفید شیعہ اور مخالفِ نومسلم فیصلہ پذیر ہوا۔ امید ہے کہ نومسلم اور دیگر ناظرین بعد معائنہ مضامینِ بالا سمجھ لیویں گے۔ کہ حضرت امیر علیہ السّلام اوس بیعت کو جو کہ مہاجر و انصار نے اتفاق کر کے ثلاثہ سے کی تھی جائز و صحیح نہ جانتے تھے۔ بلکہ ہر حالت میں وہ اپنی ذات کو خلیفۂ حق سمجھتے تھے۔ تمام قریش کو بحق خود ظالم خیال فرماتے تھے۔ اور اون سب سے بحدے ناراض تھے کہ سب سے اول قیامت میں اون کی شکایت کے لئے خدا کے سامنے

دو زانو ہو کر بیٹھیں گے۔ معاویہ کو جو تحریر فرمایا تھا محض الزامی تھا۔ تاکہ اوس پر اوس کے عقیدے کے موافق حجت ہو جائے۔ جو لوگ عقل انصاف سے کام لیں گے۔ وہ انشاء اللہ ان اوراق سے بہت فائدہ حاصل کریں گے۔ نومسلم مخاطب نے بہزار جانکاہی کوشش کر کے بذریعہ تحریر حضرت امیر علیہ السلام خلافت کا قطعی فیصلہ کرنا چاہا تھا۔ بحمد اللہ اوس کی ایسی حقیقت ظاہر کر دی گئی۔ کہ جس کے معائنہ سے غلط خیالی کے سیاہ پردے بالکل اوٹھ جائیں گے۔

فقرۂ دوم۔ بجواب اوس کے جناب مجتہد سید محمد صاحب بوارق میں فرماتے ہیں۔ کلام آنحضرت مبنی است برآنکہ معاویہ واہل شام واکثر اتباع آنجناب الخ آخرہ۔

بے شبہ جناب مجتہد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے بہت ہی بجا اور صحیح ارشاد فرمایا ہے کہ معاویہ و اہل شام و اکثر اتباع حضرت امیر خلافت اجماعی کو جائز جانتے تھے۔ اسی وجہ سے اون کے معتقدات کے موافق ساکت و مجوج کرنے کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ جس کی مفصل حالت اوپر بیان ہو چکی۔

فقرۂ سوم۔ اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ سوائے شاذ و نادر کے اور تمام صحابہ ثلاثہ کو حضرت امیر سے افضل جانتے تھے۔ الخ آخرہ۔

نومسلم نے اس بات پہ ناز کیا ہے کہ اکثر صحابہ اجماعی خلافت کو جائز جانتے تھے۔ اور جو اصحاب کہ نہ جانتے تھے وہ شاذ و نادر تھے۔ اور لطف یہ کہ خود تابعان مرتضوی بھی آپ کو سوائے اجماعی خلیفہ کے منصوص من اللہ والرسول نہ سمجھتے تھے۔ لہذا اس معاملہ میں تین امر

تصفیہ طلب قرار دئے جاتے ہیں۔
امر اول۔ قرآن واحادیث میں اکثر کی مدحت ہے یا مذمت۔
امر دوم۔ اکثر لوگوں کا حضرت امیرؑ کو خلیفۂ اجماعی جانکر منصوص من اللہ والرسول نہ سمجھنا اور شاذ و نادر کا سمجھنا اقتدار مرتضوی پر کیا اثر رکھتا ہے۔
امر سوم۔ قرآن و کتب احادیث میں کچھ آیات ایسی ہیں کہ جس سے فضیلت علی الترتیب مستنبط ہو سکتی ہو یعنی یہ کہ فلاں سے فلاں افضل ہے۔
امر اول۔ واضح ہو کہ اللہ جل جلالہ نے قرآن پاک میں متعدد آیات سے اکثر کی برائی ظاہر فرمائی ہے۔ مختصر طور پر چند کلمات مندرجہ قرآن اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔ "ولاکن اکثرہم لایشکرون"۔ "واکثرہم لایومنون"۔ "واکثرہم یجہلون"۔ "واکثرہم فاسقون"۔ قلیل کی تعریف درج قرآن ہوئی ہے دو آیتیں اوس کے متعلق پیش کیجاتی ہیں۔ "الذین آمنوا وعملوا الصلحات وقلیل ماہم"۔ "ثم تولیتم الا قلیلا منکم"۔ "بل لعنہم اللہ بکفرہم فقلیلا"۔ "مایومنون وما آمن معہ الا قلیل"۔ "قلیل من عبادی الشکور"۔ علاوہ بریں جبکہ حضرت موسےٰ کوہ طور پر تشریف لیگئے تھے تو جناب ہارونؑ کو اپنی قائممقامی میں تکفل امامت کیلئے چھوڑا تھا۔ ایک شب میں اسی ہزار آدمی نے اطاعت خلیفہ سے سرتابی کر کے گوسالہ پرستی اختیار کی۔ اور خلیفہ برحق کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ جس کی خبر قرآن پاک میں موجود ہے۔ معرکہ کربلا میں کل بہتر آدمی طرفداران جناب سید الشہداؑ سے تھے۔ اور فرقہ یزیدی ہزارہا سے متجاوز تھا حسب خبر معتبر اسلام کا تہتر واں فرقہ جو کہ از بس قلیل التعداد متصور ہو سکتا ہے ناجی تجویز ہوا ہے۔ مولوی محمد علیصاحب آیات بینات میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعد اسلام کے اکثر مسلمانوں کو شیطان نے بہکایا۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی کا بیان رسالہ تصفیۃ العقاید سے اول نقل کر چکا ہوں کہ آخر زمانہ حیات آنحضرتؐ میں اکثر جہلا و شریر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ پس ایسے مذموم و معیوب فرقہ نے جو اجہل اور تابع شیطان تھا اگر مدار خلافت اجماع پر سمجھ لیا تو کیا استبعاد لازم آتا ہے۔

نومسلم کثرت پرنازاں تھے۔ دیدہ باید اب کیا روش اختیار فرمائینگے۔

امر دوم۔ رسالت مآب کو اگر وہ مسلمان جن کو بقول مہدی علیصاحب شیطان نے بہکایا تھا اور جو کہ زمانہ آخر میں بقول محمد قاسم صاحب لباس جہالت سے آراستہ ہو کر مسلمان ہوئے تھے نبیؐ برحق نہ جانتے تھے حضرتؐ کے پاس بیٹھ کر تصدیق نبوت کرتے تھے اور اپنی جماعت میں مذاق اُڑاتے تھے۔ نومسلم آیاتِ قرآن متعلق بہ اہلِ نفاق اور پوری سورۂ منافقون تلاوت فرمائیں۔ تمام حقیقت ظاہر ہو جائیگی۔ جبکہ انکار منافقین سے آنحضرتؐ کی نبوت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ تو اجماعی خلافت کے معتقدین سے حضرت امیرؑ کا منصوص ہونا کیونکر برطرف ہو سکتا ہے۔ اگر ہزار جاہل ایک فاسد عقیدہ پر جمع ہو جائیں تو صاحبان حق کے حقوق اون کے اتفاق اور عقاید باطلہ سے تلف نہیں ہو سکتے۔

امر سوم۔ چونکہ نومسلم نے دعوے کیا ہے کہ اصحاب رسولؐ حضرت علیؑ سے حضرت عثمان کو اور حضرت عثمان سے حضرت عمر کو اور حضرت عمر سے حضرت ابوبکر کو افضل جانتے تھے۔ اور یہ جاننا بروئے آیات واحادیث تھا۔ لہذا نومسلم صاحب پر فرض ہے کہ آیات واحادیث ایسی صریح دکھلائیں۔ جس میں علے الترتیب ایک کا دوسرے پر افضل ہونا ثابت ہو سکے۔ چونکہ وہ قیامت تک اس کا ثبوت دینے سے عاجز رہیں گے۔ لہذا اگر اکثر وعموماً جہلا نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی تو غلطی کی۔ تا وقتیکہ نومسلم آیات وغیرہ نہ دکھلائیں۔ صحابہ کو رہرو مسلک ناجائز تصور کریں۔ الحمد للہ کہ نومسلم صاحب کے رسالہ کا تمام وکمال جواب دیا گیا۔ کوئی بات ایسی نہیں رہی جو کہ خارج از جواب رہی ہو۔

نومسلم صاحب کو لازم ہے کہ حسب شرایط مندرجہ کھلی چٹھی محفل مناظرہ آراستہ فرمائیں۔ اور رسالہ ہذا کا رد تحریری ساتھ لائیں۔ اُس

وقت معلوم ہو جائیگا - کہ لسانی مناظرہ کے میدان میں کون اسپ دوانی کریگا - ہم پکار پکار کر کہہ رہے ہیں - کہ سُنیوں میں کوئی نہیں جو ہم سے لسانی مناظرہ حسب صراحت کُھلی چٹھی کرے - اگر ہے تو میدان میں آئے

وما علینا الا البلاغ ✤

اطلاع

جب کہ کُھلی چٹھی کا جواب نومسلم صاحب سے نہ دیا گیا تو حقیر نے بغرض آگاہی اہل سنت ایک رسالہ مسمیٰ بہ جام جہاں نما لکھا - اوس میں چٹھی مذکور بجنسہ نقل کی گئی - تحریر مسطور میں (۸۱) نمبر اہل سنت سے دریافت طلب تھے - اب (۴۴) اضافہ کر کے (۱۲۵) کئے گئے - ہر نمبر کو کتب اہل سنت سے ثابت کیا گیا ہے - وہ رسالہ اس عنوان سے یعنا بہمت الٰہی ترتیب پذیر ہوا ہے کہ ہر شیعہ کے پاس اوس کا رہنا ضروری ہے ✤

بتوفیقت منصبہ میترانہ

مختصر فہرست کتب موجودہ "امامیہ کتب خانہ لاہور"

نام کتاب	قیمت
آثار حیدری۔ اردو ترجمہ تفسیر عربی حضرت امام حسن العسکریؑ حجم ۶۵۰ صفحہ	عار
زاد العقبیٰ۔ اردو ترجمہ مع اصل سودۃ القربےٰ سید علی ہمدانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۸ر
لمعۃ الضیاء فی العمدۃ من اخبار الرضا۔ یعنی مکمل سوانحعمری حضرت امام رضا علیہ السلام بزبان اردو	۸عہ
نور ایمان۔ مناظرہ میں بے مثل کتاب مصنفہ خان بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب وکیل ورئیس گیا۔ جس میں تمامی اختلافی مسائل شیعہ وسنی نہایت تہذیب ومتانت سے نادلانہ پیرایہ میں طے ہوئے ہیں حجم ۸۰۰ صفحہ لکھائی چھپائی کاغذ اعلےٰ قسم	عہ ر
تفریح الشیعہ۔ کلمات شریف ونکات لطیف ائمہ طاہرین ومجتہدین بجواب مخالفان دین یہ کتاب اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے	۶ر
کتاب اعجاز المسیح پر ریویو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب پر ریویو	۲ر
رسالہ عید غدیر۔ پیغمبر خدا کا حضرت علیؑ کو خلیفہ مقرر کرنا۔ خطبہ غدیریہ وغیرہ	

نام کتاب	قیمت
وغیرہ تمامی حالات	۴ر
التطہیر۔ جسمیں نہایت شرح وبسط سے ثابت کیا گیا ہے کہ آیہ تطہیر کے مصداق سوائے خمسہ نجبا آل عبا اور کوئی نہیں	۴ر
النار الجحیم لہاتک قرآن العظیم اردو زبان میں ایک مفصل رسالہ تمام ان اعتراضات کا جواب جو درباره کمی وبیشی قرآن اور نیز جامع قرآن کے قرآن سے سلوک انہیں کے کتب سے ثبوت	۸ر
خلفاء ثلثہ کا ایمان۔ ایک محقق فاضل سابق سنی المذہب کی تحقیق کا نتیجہ	۱ر
رسالہ نظریہ۔ چھ زبردست سوالوں کا جواب مثل ذو النورین وغیرہ کی کیفیت	۳ر
اعجاز جعفری۔ امام جعفر صادقؑ کے معجزات نظم میں لطف یہ کہ پہلا معجزہ ایک شعر میں دوسرا دو میں۔ علی ہذا	۲ر
ازالہ اشتباہ۔ جسمیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب حقہ امامیہ میں سب کرنا جائز نہیں	۲ر
ریویو الفاروق۔ مولوی شبلی نعمانی کی کتاب الفاروق پر محققانہ ریمارکس	۱۰ر

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تفسیر عمدۃ البیان ۳ سہ جلد	عـہ	دلیل المتحیرین یعنی رد خلافت شیخین	عہ ر
تحفۃ العوام	۱۰ ر	آفتاب خلافت	۴ ر
جامع عباسی بست بابی اردو	عہ ۸ ر	مشعل ہدایت	۲ ر
جامع عباسی بست بابی فارسی مطبوعہ لکھنو	۱۴ ار	شرح کنز مکتوم	۸ ر
جامع عباسی بست بابی فارسی مطبوعہ لاہور	عہ ر	جام جہاں نما	۸ ر
حلیۃ المتقین از ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ	۱۲ ار	تقریر دلپذیر	۸ ر
سوانح عمری حضرت علیؑ	عـہ ۸ ر	دُرِّ بے بہا	۸ ر
سوانح عمری حضرت امام حسینؑ	عہ ۸ ر	اصل الحقیقت برد الحقیقت	۸ ر
سوانح عمری حضرت امام جعفر صادقؑ	عہ ۸ ر	سرمہ خاموشی	۸ ر
سوانح عمری جناب امیر مختار	عہ	پاکیزہ خیال	ار
وقائع خلافت حضرت علیؑ	۶ ر	تحسینہ اردو	۵ ر
تاریخ اعثم کوفی	عـہ ۸ ر	احسن الدلائل	۵ ر
ہادی التواریخ	۶ ر	انتصار الاسلام	عہ ۴ ر
قرآن السعدین یعنی ذکر شادی		ثبوت شہادت	۴ ر
جناب فاطمہؑ	۴ ر	کلام المتین بہ بلاغ المبین	۷ ر
فضائل مرتضوی	۱۰ ار	اسنی المطالب	۵ ر
عبرت الناظرین ـ یعنی واقعات		دلیل الحسنات علی طریقہ الصلوٰۃ	۳ ر
خلافت عثمان	۴ ر	شمشیر امامت بجانی بجواب سیف سنت	۴ ر
مجاہدہ عرب	۸ ر	عین الیقین لنفی رویت رب العالمین	ار
رسالہ سجادیہ	۸ ر	مودت الاسلام	۸ ر
تصویر غالب و مغلوب	۶ ر	بشارت احمدی	۴ ر
توضیح عزا	عہ ۸ ر	نوائب کربلا	۴ ر

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
پھولوں کا زیور المعروف بہ چودہ ساغر	۸ر	سر الشہادتین عربی معہ ترجمہ اردو	۱ر
عین البکا	۶ر	چشمہ نجات اردو ترجمہ عین الحیات	
بیاض نوحہ جات متین	۱۲ر	از ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ	عسگار
درالمصائب ہر پنج جلد	عـ۸ـہ	تحقیق المتین اردو ترجمہ حق الیقین	
نخل ماتم	۶ر	از ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ	عـ۸ـاص
غم محرم	۰ر	اصلاح الرسوم بکلام المعصوم	عہر
بحر الغم	۴ر	ہدایۃ الصلوٰۃ	۲ر
سفینۃ الشہداء	۵ر	تنبیہ الاطفال	۱ر
بیاض نوحہ جات خورد	۶ر	بنیاد اعتقاد	۲ر
البو المصائب	۸ر	خلاصۃ الطاعات	۴ر
نشتر غم	۱ر	رسالہ اعتقادیہ	۲ر
ذخیرہ مناقب	۵ر	نیرنگ فصاحت اردو ترجمہ نہج البلاغہ	عاصر
الفرق حصہ اول	۴عہر	مسدس کوثری	۴ر
الفرق حصہ دوم	۱۲عہر	مجمع البحرین فی ادلۃ الفریقین	للعہر
قول فیصل المشہور مرقع اسلام	۴عہر	تذکرۃ المعصومین	۱۲ر
انوار الہدیٰ	عہر	شمس المشرقین	۰۲ر
شمس الضحیٰ	۴عہر	دفع المغالطہ	۸ر
سیف مسلول	عہر	تحفۃ العارفین	۵ر
آیات محکمات	۶ر	وظائف الابرار	۱۰ر
نجم الہدیٰ	۴عہر	صحیفہ کاملہ معہ ترجمہ اردو	عہر
حملہ حیدری فارسی نظم	للعہ	حرز المومنین یعنی انوار معظم	عہر
گلزار پنجتن پنجابی	۰۲ر	زاد الزائرین	۵

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
رسالہ احکام النساء	۰۲؍	تنقید جدید	۰؍
تحفہ جعفری	۳؍	نور العین فی معراج سید الکونین	۱؍
دامن مریم	۸؍	عناقیب الجیب فی نفتاح الغیب	۰۲؍
مثنوی آب و نمک	۱؍	صولت حیدریہ	۶؍
مثنوی نان و نمک	۳؍	ملۃ الاخیار فی رد طہارت الکفار	۲؍
مجموعہ مخمسات	۱۰؍	مرشد الطلاب	۲؍
معجزہ رد شمس	۴؍	سراج الایمان	۲؍
یا علی مدد	۱؍	عمدۃ الانشا	۶؍
خلاصۃ المصائب اردو	۱۲؍	حجۃ القدیر	۳؍
دہ مجلس اردو	۴؍	شرح خطبہ امام رضاؑ	۲؍
روضۃ الشہداء فارسی	۱۲؍	لفظ رافضی کی تحقیقات	۱؍
ذائقہ ماتم	۴؍ عہ	مواعظ فاخرہ	۱؍
قرآن شریف خوشخط مجلد	۸؍ عہ	امداد الناظرین	۰۱؍
حدیث نبوی	۴؍	حلیۃ العرائس	۳؍
کحل الناظرین	۸؍	صلاح الشائتین مشہد فی الحسینؑ	۳؍
مشارق الانوار	۸؍	ہادی الایمان	۰؍
اسرار مکنونہ اردو	۵؍	طہارت المومنین	۰؍
تنویر الہدیٰ	۳؍	بسم اللہ	۸؍
دلیل الوصل	۲؍	رسالہ وضو	۸؍
ترجمۃ الصلوٰۃ	۲؍	مثنوی حقوق اولاد	۰۲؍
صیغ النکاح	۱۰؍	انتقام	۵؍

تمام ذرخواستیں بنام سید مہدی حسین ترمذی مالک و مہتمم امامیہ کتب خانہ لاہور آنی چاہئیں

تفریح الشیعہ

کلمات شریف و نکات لطیف ائمہ طاہرین و مجتہدین بجواب مخالفانِ دین یہ کتاب اپنی قسم کی ایک پہلی کتاب ہے۔ جس میں لطیف ترین مضامین مختلف تواریخوں۔ علماء کی سوانح عمریوں سے انتخاب کر کے جمع کر دیئے ہیں۔ تفریح میں تلقین مقصود ہے۔ اور یہ بات اس رسالہ میں موجود ہے۔ ظریفوں کی ظرافتیں۔ علماء کے دلچسپ مناظرے لطیف روایتیں اور دل پذیر حکایتیں۔ جناب علی مرتضےٰ کے علم لدنی کے نمونے۔ عجیب و غریب قصے۔ اور باقی ائمہ طاہرین کے عہد کے دل پسند فسانے جو سپیکروں۔ لیکچراروں۔ واعظوں۔ خطیبوں۔ مصنفوں۔ اور مؤلفوں کے واسطے بھی کارآمد ہیں۔ قیمت صرف ۱۲ر

تمام درخواستیں

[illegible]

بنام

سید محمد تقی حسین ترمذی مالک و مہتمم امامیہ کتب خانہ لاہور آئی

چاہئیں

رضی برضا ہیچ ہے کہ خاصان خدا ہیں * تسلیم و رضا معنے لتسلیم رضا ہیں *

لمعۃ الضیاء فی العمدۃ من اخبار الرضاء

یعنے

مکمل سوانح عمری حضرت امام رضا علیہ السلام بزبان اردو

امامیہ سلسلہ کے آٹھویں امام مہبط روح الامین گھر کے پلے ہوئے شاہزادے گنجینہ رموز الٰہیہ وارث علوم لدنی والئے عہد امامت والئے ولایت حضرت شاہ ولایت ہشتمین آسمان امامت و رسالت گوہر شب چراغ حریم رسالت پناہی جوہر ذوالفقار شہریار ید اللٰہی۔ الامام ابن امام۔ ابن امام۔ ابن امام الراضی بالقدر والقضاء الرضا المرتضے المجتبےٰ علیہ السلام والتحیۃ والثنا کی مکمل سوانحعمری جس کو ہمارے دینی مورخ اور فاضل ترین اسلامی مصنف عالیجناب مستطاب مولنا مولوی سید مظہر حسن صاحب قبلہ و کعبہ مصنف تہذیب المتین و کشف الحقائق نے بڑی محنت و جانکاہی سے تصنیف فرما کر اسلام اور اسلامیوں پر ہمیشہ کے لئے احسان عظیم فرمایا ہے۔ چونکہ حضرت رضا علیہ السلام کا زمانہ عباسیوں کا عہد شباب تھا سلئے اس بے بہا کتاب سے عام مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی دو حالتوں کے تقابل کا نظارہ گھر بیٹھے میسر آ جائیگا۔ دیکھنے والے مشہور اور فاضل مصنف کی محنت کے قائل ہی نہ ہونگے بلکہ اس بے نظیر کتاب سے مصائب میں گر گر کر سنبھلنے اور جان و مال کے دشمنوں میں رہکر پایۂ بلند پر قائم رہنے کا سبق حاصل کریں گے۔ اخیر میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اسلامی لائبریری میں اس بے بہا کتاب کے شان کی دوسری کتاب نہیں ہے اس فیض کو عام کرنے کی نیت سے اس کی قیمت نہایت قلیل رکھی ہے۔ کاغذ اور خط کی عمدگی چھپائی کی خوبی قیمت سے کہیں زیادہ معاوضہ ہے۔ اور مضامین کا دریا مفت بہا دیا ہے بھائیو آؤ جو پانے کی طلبگاری ہے * چشمۂ فیض ولی ابن ولی جاری ہے

(قیمت بلا محصول ڈاک)

تمام درخواستیں

بنام سید مہدی حسین زیدی مالک و مہتمم امامیہ کتب خانہ لاہور آنی چاہئیں